پھول
چھوٹے بچوں کا دل بہلاؤ
دارالاشاعت پنجاب لاہور

غلام عباس صاحب کی کتابیں

الحمرا کے افسانے

الحمرا کی عمارت ہسپانیہ کے مسلمان بادشاہوں کے زمانۂ اقبال کی مشہور یادگار ہے۔ امریکہ کے مشہور مصنف واشنگٹن ارونگ نے جب ہسپانیہ کی سیاحت کے دوران میں مسلمانوں کی عظمت کے ان مٹے ہوئے نقوش کو دیکھا۔ تو وہ بے حد متاثر ہوا۔ اور اس کے قلم سے یہ رنگین افسانے نکلے۔ جو رہتی دنیا تک زندہ رہیں گے۔ مسٹر غلام عباس نے نہایت سلیقہ اور قابلیت سے ارونگ کی اس مشہور زمانہ تصنیف کو اردو کا جامہ پہنایا ہے۔ لیکن انداز بیان میں قدیم مشرقی قصہ نویسوں کا اسلوب ملحوظ رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے ترجمہ کی شگفتگی اور روانی اصل سے بڑھ گئی ہے۔ ان افسانوں کو پڑھتے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آدمی ساحرِ جادو کے زور سے ہمیں خوابِ خیال کی اس طلسمی دنیا میں پہنچا دیا ہے۔ جو ہمیشہ کے لئے الحمرا کے کھنڈروں میں دفن ہو چکی ہے۔ غرناطہ کے بلند کوہستانوں اور سرسبز وادیوں۔ اشبیلیہ کے پربہار گلستانوں اور شاداب کنجوں اور طلیطلہ کی نشاط انگیز محفلوں اور عشرت کا ہوں کا ذکر ایسے دلنشین انداز میں لیا گیا ہے۔ کہ مسلمان سلاطین کے عہد کامرانی کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ یہ افسانے خاص اہتمام سے چھاپے گئے ہیں۔ سرورق چار رنگ کا ہے آٹھ رنگین تصویریں ہیں۔ جن میں دو تین تین رنگوں کی ہیں۔ اور چھ دو دو رنگوں کی۔ غرض بجا طور پر دعوے کیا جا سکتا ہے۔ کہ آج تک اردو زبان میں لڑکوں کے لئے کوئی کتاب اس شان اور اہتمام سے شائع نہیں ہوئی۔ خوشی کی تقریبوں پر دوست احباب کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے نہایت اچھا تحفہ ہے۔ قیمت عہ ر

ثریا کی گڑیا

بچوں کے لئے ایک ناٹک جو گھر پر یا مدرسے میں بڑی آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ ناٹک کی کہانی یہ ہے۔ کہ ثریا نے اپنی سہیلی حمیدہ کو چائے پر بلا رکھا ہے۔ اور سوچ رہی ہے۔ کہ وہ آئے گی۔ تو اسے دکھانے کو میرے پاس کوئی بھی اچھا کھلونا نہیں۔ ثریا کا بھائی شوکت اسے یہ ترکیب بتاتا ہے۔ کہ تم مجھے گڑیا کے طور پر حمیدہ کے سامنے پیش کر دینا۔ ثریا اس کا بھیس بدل کر اسے گڈا سا بنا دیتی ہے۔ شوکت میاں حمیدہ کے سامنے کیا کچھ تماشے کرتے ہیں۔ ان کا پُرلطف حال کتاب پڑھ کر معلوم کرو۔ بہت آسان۔ دلچسپ اور ہنسانے والا کھیل جس میں ایکٹ کرنے کی بہت گنجائش رکھی گئی ہے ۵ر

جادو کا نقطہ یا گستاخ لڑکا

بچوں کے لئے بڑا دلچسپ۔ مزے دار اور سبق آموز ناٹک۔ ایک گستاخ لڑکے کی کہانی جس نے اپنی گستاخی سے ایک جادوگرنی کو ناراض کر دیا۔ اور بڑی مصیبت اٹھائی۔ اوپر رنگین اور اندر فوٹو کی تصویریں۔ مدرسوں میں کرنے کیلئے لاجواب تماشہ ۵ر

چاند کی بیٹی اور دوسری جاپانی کہانیاں

یہ کہانیاں ایسی دلفریب ہیں۔ کہ دنیا کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ کتاب پر ایک خوشنما رنگین تصویر ہے۔ اندر چاند کی بیٹی۔ زبان کٹی بلبل۔ بھوتوں کی ضیافت۔ گیدڑ اور خرگوش۔ راشوموں کا دیو۔ اور سچی خوشی۔ چھ بہت ہی مزے دار کہانیاں ہیں جن میں سے کوئی شاعرانہ کہانی ہے۔ کوئی بہادری کا کارنامہ ہے۔ کوئی مذاقیہ کہانی ہے۔ تو کسی سے کوئی اخلاقی سبق ملتا ہے ۶ر

ملنے کا پتہ:۔ دفتر اخبار پھول۔ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷

پھول

یعنی

چھوٹے بچّوں کا ہفتہ وار دِل بہلاؤ

سال بھر کی قیمت محصول سمیت پانچ

جلد ۲۵ | لاہور۔ ہفتہ۔ ۲۱۔ جنوری [illegible] ۳

پھول

لاہور۔ ۲۴۔ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ

فہرست مضامین

برٹش [illegible] لائبریری کی
فہرست [illegible]
ہے۔ کہ یہ کام چھبیس سال سے جاری ہے۔ اور ابھی دو سال تک اور جاری رہے گا۔ اس لائبریری میں کل چالیس لاکھ کتابیں ہیں۔ اور ان کی فہرست ایک سَو پینسٹھ جلدوں میں شائع ہوگی۔
سُنا ہے۔ کہ حکومت ترکی بنک نوٹوں

کے بجائے چاندی کے سکے جاری کرنے والی ہے ٭

شوکت بیگ کابل میں نئے ترکی سفیر مقرر کئے گئے ہیں ٭

ٹیونس سے تین میل کے فاصلے پر ایک ہوائی جہاز جھیل میں گر پڑا ٭

اٹلی کے وزیر اعظم نے اپنے ہاں کے قیدیوں کو معافی دے دی ہے ۔ ہیں ہزار قیدی رہا کر دئے گئے ہیں ٭

سخت سردی کی وجہ سے چین اور جاپان کی جنگ رک گئی ہے ، خیال ہے ۔ کہ برف کم ہوتے ہی پھر لڑائی شروع ہو جائے گی ٭

ہندوستان اور جاپان کے درمیان بے تار برقی کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے ٭

مسٹر جارج برنارڈ شا جنہوں نے بہت سے ڈرامے لکھے ہیں ۔ آج کل دُنیا کی ئیئر کر رہے ہیں ۔ پچھلے دنوں آپ بمبئی آئے ۔ اور کچھ دن رہ کر چلے گئے ٭

مسٹر ڈوگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مدناپور کے قاتل پی ۔ کے بھٹاچارجی کو پھانسی دے دی گئی ٭

سر جعفری ڈی مونٹ مورنسی گورنر پنجاب اپریل میں اپنے عہدے سے علیحدہ ہو جائیں گے ۔ سرکار نے ان کی جگہ مسٹر ہربرٹ ولیم ایمرسن کو پنجاب کا گورنر مقرر کیا ہے ٭

سُنا ہے ۔ کہ بمبئی ۔ پونا ۔ سورت اور احمد آباد کے درمیان ہوائی جہازوں کے ذریعے آمد و رفت شروع ہونے والی ہے ۔ مسافروں اور پارسلوں کا کرایہ وہی ہو گا ۔ جو ریلوے ٹرینوں کا ہے ٭

جنگل کی دیوی

(پہلے حصے کے لئے دیکھو صفحہ ۱۶)

دوسرے دن یہ لوگ آگے بڑھے۔ شام کے وقت انہیں ہاتھی کے پاؤں کے نشان دکھائی دئے۔ یہ نشان اُسی طرف جا رہے تھے۔ جدھر یہ لوگ جانا چاہتے تھے۔ چنانچہ اب انہیں راستہ تلاش کرنے کی دِقت نہ رہی۔ تین دن کے سفر کے بعد یہ ایک ندّی کنارے پہنچے۔ یہاں مشکل یہ پیش آئی۔ کہ ندّی پر پُل نہ تھا۔ ایک جگہ ایک درخت گرنے سے پُل سا بن گیا تھا۔ ہارڈن بندوق لے کر سب سے آگے بڑھا۔ اور اس طرح تمام جماعت پار اُتر گئی۔

جونہی ہارڈن آگے بڑھا۔ اس نے ایسا نظارہ دیکھا۔ کہ اس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ سامنے ایک یورپین پڑا تھا۔ اور اس کو سر سے پاؤں تک بڑی بڑی سفید چیونٹیاں لپٹی ہوئی تھیں۔ بھوک کی وجہ سے ایسا کمزور ہو گیا تھا۔ کہ کُہنیاں ٹیک کر اُٹھنے کی کوشش کرتا۔ مگر گر گر پڑتا تھا۔ ہارڈن نے جھپٹ کر اس کو اُٹھا لیا۔ اور چیونٹیوں کو مار ڈالا۔ یکایک واسکو آگے بڑھا۔ اور ہارڈن کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "اس کو جلدی سے چھوڑ دو۔ یہ کسی سخت بیماری میں مُبتلا ہے۔ اس کو تو چھُونا بھی مناسب نہیں۔ یہ ابھی زندہ ہے۔ لیکن جلد ہی مر جائے گا۔"

ہارڈن نے بڑی توجہ سے اس کا علاج کیا۔ لیکن اس کی حالت بد سے بدتر ہو گئی۔ صبح ہونے سے پہلے اس

نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔"میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ گو میں تمہیں نہیں جانتا۔ تم نے میرے ساتھ بڑی مہربانی کی ہے۔ لیکن میں بچ نہیں سکتا۔ دنیا کی کوئی طاقت مجھے نہیں بچا سکتی"۔

ہارڈن نے پوچھا۔"تم انگریز ہو؟"

اس نے کہا۔"ہاں میرا نام جان ہنیسٹر ہے۔ اور . . . . ."

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ اور بے ہوش ہوگیا۔ ہارڈن اُٹھا۔ چاروں طرف دیکھا۔ لیکن واسکو موجود نہ تھا۔ اس نے جان کی نبض دیکھی۔ وہ ابھی تک زندہ تھا۔

تمام دن جان مُردے کی طرح پڑا رہا۔ لیکن اس میں جان باقی تھی، ہارڈن نے اس کو تھوڑی سی طاقت کی دوا دی جس سے اس کی تکلیف کم ہوگئی۔ اور وہ سو گیا، سوتے سوتے وہ یکایک بڑبڑانے لگا۔ وہ کسی وادی کا ذکر کر رہا تھا۔"اس وادی کے نزدیک ایک جوالا مُکھی پہاڑ ہے۔ وادی کے دامن میں ایک نیلی چوٹی ہے۔ جہاں چٹانوں کا رنگ سلیٹ کی طرح ہے۔ اور اس میں سینکڑوں ہیرے لگے ہیں۔ جو دُنیا میں کسی نے بھی نہیں دیکھے ہوں گے"۔

ہارڈن بیٹھا غور سے سنتا رہا۔ جان پھر بولا۔"اس جوالا مُکھی پہاڑ تک پہنچنے سے پہلے ایک ہاتھی کے قدموں کے نشان ملیں گے۔ اس کے بعد ایک دھیرے دھیرے چلنے والا دریا آئے گا۔ جس میں بہت سے دریائی پودے ہیں، اس دریا کو عبور کر کے پھر قطب نما کو دیکھ کر شمال مغرب کی طرف چلو۔ وہاں سے ایک جنگل کا

سلسلہ شروع ہو جائے۔ ایک ہفتے
کے بعد جنگل ختم ہو جائے گا۔ اور وادی
تمہارے پاؤں کے نیچے ہوگی۔ اس
وادی کے اُوپر جو الا مکھی پہاڑ ہوگا۔ اور
دامن میں وہ نیلی چوٹی ہوگی جس میں
ہیر . . . . ے . . . لگے . . . .“
یہاں تک پہنچ کر جآن کی آواز
بند ہوگئی۔ اور مر گیا!
ہارڈن کھڑا ہو گیا۔ اور واسکو کی
تلاش میں چاروں طرف نظر دوڑائی۔
لیکن وہ موجود نہ تھا، اس نے اپنے
ساتھ کے وحشیوں سے واسکو کی بابت
پوچھا۔ معلوم ہوا۔ کہ وہ بھاگ گیا ہے۔
ہارڈن اپنی پارٹی کے ساتھ آگے روانہ
ہوا۔ تھوڑی دُور جانے پر اُسے واسکو
زمین پر پڑا ہوا دکھائی دیا۔ اس کی آنکھوں
سے شرارے نکل رہے تھے، ہارڈن
نے جھپٹ کر اس کی گردن پکڑ لی۔ اور
اسی طرح پکڑے ہوئے اپنے خیمہ میں
لے گیا۔ اور کہا۔ ”کیوں بدمعاش! تو نے
جآن کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا؟“
واسکو خاموش رہا۔ ہارڈن بولا۔
”یاد رکھو یہاں جنگل میں کوئی قانون
نہیں ہے۔ اگر میں چاہوں۔ تو تمہیں
مار ڈالوں۔ لیکن میں تمہارے خون
سے اپنے ہاتھ ناپاک کرنا نہیں چاہتا“
واسکو ہارڈن کے پاؤں پر گر پڑا۔
اور بولا۔ ”خدا کے واسطے مجھے معاف
کر دو۔ میں اپنے کئے پر پشیمان ہوں“
ہارڈن نے نفرت سے اس کی
طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”تم یا تو اکیلے
واپس چلے جاؤ۔ ورنہ اگر میرے ساتھ
رہو۔ تو آیندہ کبھی مجھ سے بات نہ کرنا“
واسکو نے دوسری بات قبول کرلی

اسے معلوم تھا۔ کہ ہارڈن کو اپنے قول کا بہت پاس ہے۔ اور جو وہ کہہ دیتا ہے۔ کر دکھاتا ہے، پانچ ہفتے تک وہ سفر کرتے رہے۔ لیکن ہارڈن نے واسکو سے بات نہ کی +

وہ جنگل میں بڑھتے گئے۔ ہارڈن کو جان کے الفاظ یاد تھے۔ لیکن وہ انہیں جھوٹ سمجھتا تھا۔ یکایک اسے جان کے کہنے کے مطابق ہاتھی کے پاؤں کے نشان ملے، وہ آگے بڑھا، یہ دیکھ کر اس کی حیرانی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ کہ وہ اور اس کی جماعت سچ مچ ایک دریا پر پہنچ گئی ہے، اس میں بہت سے دریائی پودے اُگے ہوئے تھے۔ یقیناً یہ وہی دریا تھا جس کا جان نے ذکر کیا تھا+ اُنہوں نے دریا عبور کیا۔ اور پھر جان کے کہنے کے مطابق شمال مغرب کو روانہ ہوئے +

جب وہ آگے بڑھے تو درخت بے حد گھنے تھے +یہاں واسکو نے ہارڈن سے بات کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس نے صاف انکار کر دیا۔ کھسیانا ہو کر وہ ہمراہی وحشیوں کے پاس چلا گیا۔ اور چونکہ ان کی زبان سے واقف تھا۔ اس واسطے ان سے باتیں کرنے لگا+ کچھ دیر بعد ایک وحشی نے ہارڈن کو خبر دی۔ کہ واسکو کہتا ہے۔ ہم ایک ایسے حصہ میں جا رہے ہیں۔ جہاں خوراک نہیں مل سکتی، دوسرے وہاں آدم خور رہتے ہیں +

ہارڈن جان کے بتائے ہوئے راستے پر سفر کر رہا تھا۔ اسے اعتبار نہ آیا۔ کیونکہ جان نے ان مصیبتوں کا ذکر تک نہیں کیا تھا۔ دوسرے جانتا

تھا۔ کہ و اسکو مجبوری کی وجہ سے اس
کے ساتھ سفر کر رہا ہے۔ وہ آگے بڑھتا
چلا گیا۔ ابھی تک تو جان کے الفاظ
سچے ثابت ہو رہے تھے۔ اور ہارڈن
کو یقین تھا۔ کہ اگر میں جان کے بتائے
ہوئے راستے پر چلوں۔ تو مجھے نیلی
چوٹی نظر آ جائے گی۔ اس نے اپنے
ہمراہیوں سے اس کی بابت دریافت
کیا۔ انہوں نے بتایا۔ کہ یہ افواہ ہے۔
کہ جنگل کے اس حصے میں ایک پہاڑ
ہے۔ جس کی چوٹی بادشاہ کے تاج
کی شکل کی ہے۔ لوگ اس پہاڑ کو "جنگل
کی دیوی" کہا کرتے ہیں۔ وحشی قومیں
اس پہاڑ سے بہت ڈرتی ہیں۔ کیونکہ
وہ سمجھتی ہیں۔ کہ یہ پہاڑ جادو کا ہے۔
اور یہ بھی سننے میں آتا ہے۔ کہ جنگل
کی دیوی کی آواز سو میل تک سنائی
دیتی ہے۔ (باقی پھر)

طاہر غلام ناصر خاں گورنمنٹ کالج لاہور

پودنے کی فتح

ایک تھا پودنا۔ ایک تھی پودنی۔ پودنی
بڑی پیاری پودنی تھی۔ پودنا اس کو بہت
چاہتا تھا۔ ایک دن پودنا چگنے پھرنے
گیا ہوا تھا۔ ایک راجہ کی سواری ادھر
سے گزری۔ اتفاق سے راجہ کی نظر پودنی
پر پڑی۔ بہت بھلی معلوم ہوئی۔ سپاہیوں
سے پکڑوا لیا۔ اور سونے کے پنجرے میں
بند کر کے لے گیا۔

جب پودنا واپس آیا۔ دیکھا۔ کہ
پودنی غائب! بے چارے کو اپنی پودنی
سے بڑی محبت تھی بے اختیار ہو گیا۔
لگا سر پیٹنے۔ "ہائے میں نے اسے

کیوں اکیلا چھوڑا۔ نہ معلوم کیا ہو گئی!"
اپنے ہمسائے پرندوں سے پوچھا۔
انہوں نے کہا "ایک راجہ آیا تھا۔
تمہاری پودنی پکڑوا لے گیا"۔
پودنے کو بڑا طیش آیا۔ دل میں ٹھان
لی۔ کہ کسی نہ کسی طرح راجہ سے اپنی
پودنی لے کر رہوں گا۔ سرکنڈوں
کی گاڑی بنائی۔ اُس میں مینڈک جوتے
اور بیٹھ کر راجہ سے لڑنے چلا۔
راستے میں بی جھاڑو والی ملیں۔ اُن
کو دیکھ کر کہنے لگیں "میاں پودنے
کہاں چلے"؟
انہوں نے کہا۔
سرکنڈوں کی آڑی گاڑی۔ دو مینڈک جوتے جاتے ہیں
راجہ لے ہماری پودنی۔ ہم بیر بسانے جاتے ہیں
بوا جھاڑو والی نے ہاں میں ہاں ملائی
بولیں۔ "سچ تو ہے راجہ نے تم کو کمزور
جان کر ظلم کیا۔ یہ بات اُس کو نہیں معلوم
کہ راستی کو فتح ہی فتح ہے۔ اچھا میاں
پودنے میں بھی چلوں"؟
پودنا خوش ہو کر بولا "ہنس ہنس کان
میں گھس"۔ بی جھاڑو والی اُس کے کان
میں گھس گئیں۔ آگے چلے۔ اب کے
مسٹر کتے ملے۔ ان کو دیکھ کر بولے۔
"میاں پودنے کدھر"؟
آخر مسٹر کتے بھی کان میں گھسے۔ پھر خالہ
بلی ملیں۔ پودنے کو دیکھ بولیں "کیوں
میاں پودنے کہاں چلے"؟ غرض یہ بھی
کان میں گھسیں۔
کچھ ہی دور گئے ہوں گے چیونٹیوں
کی ایک فوج ملی۔ آخر کار پوری کی پوری
فوج مدد کرنے کا وعدہ کر کے کان میں
گھس گئی۔
اب کے ندی کی باری آئی۔ اُس

نے کہا "میاں پودنے کہاں کے ارادے ہیں؟"
پودنے نے اپنا وہی رونا رویا۔ ٹڈی
نے ہمدردی سے پوچھا "میں بھی چلوں؟"
اور ہُس ہُس کان میں گھُس کی اجازت
پاکر سر سر ساری کی ساری کان میں
گھُس گئی ؞

اب خان بہادر نواب پودنے جنگ
بڑی شان سے خوش خوش راجہ کے
محل پر پہنچے۔ اندر گھُسنے والے ہی تھے۔
کہ سپاہی نے یہ کہہ کر روکا "کیا ہے۔
کیا ہے۔ کہاں جا رہے ہو؟"
اُنہوں نے کڑک کے کہا "راجہ
سے جاکر یوں کہو۔ کہ پودنا اپنی پودنی
لینے آیا ہے۔ خیر ہے تو سیدھی طرح
دے دو" ؞

سپاہی نے بالکل ویسے ہی جاکے
راجہ سے کہہ دیا۔ راجہ نے ہنستے ہوئے
حکم دیا۔ کہ اُس کو خرگوشوں کے ساتھ
بند کر دو"۔ پودنے بند کئے گئے۔ اُنہوں
نے پہلے تو ایک جگہ سنبھالی۔ اور پھر
فرمایا "نکلو مسٹر کتّے تمہاری باری ہے"
مسٹر کتّے نکلے۔ آن کی آن میں خرگوشوں
کو چیر پھاڑ کر ڈھیر لگا دیا۔ جھاڑو والی
نکلیں۔ انہوں نے الگ ڈھیر لگایا۔ جگہ
صاف کی۔ پودنے ملاحظہ فرما چکے۔ تو
بولے "بس بس واہ بھئی واہ" ؞

صبح ہوئی۔ سپاہیوں نے جو یہ دیکھا
تو بڑے حیران ہوئے۔ جاکر راجہ سے
کہا۔ راجہ اس خوابِ خرگوش میں تھے۔
کہ خرگوش پودنے کی بوٹی بوٹی کر کے
قیمہ کر دیں گے۔ اب جو یہ سُنا۔ تو
بڑے حیران ہوئے۔ اب کے مُرغیوں
کے ساتھ بند کر دینے کا حکم دیا۔ مگر اس
دفعہ خالہ بلّی نے مرغیوں کو لقمہ بنایا۔

اور وہ بے چاریاں بھی جنّت کو سدھاریں گی"

صبح ہوئی۔ راجہ کو معلوم ہوا۔ اب کے راجہ کو غصّہ آ ہی گیا۔ مارے غصّے کے بڑی خطرناک سزا دی۔ "کہ فیل خانے میں سفید ہاتھی کی ٹانگ سے باندھا جائے۔ یہ کچھ چوں چرا کریں گے۔ اس کا پیر پڑا۔ وہیں کے وہیں ٹھنڈے ہو جائیں گے"۔

مگر انہوں نے خدا پر بھروسہ رکھا۔ چیونٹیوں کو حکم دیا۔ وہ نکلیں۔ ہر ایک ہاتھی کی طرف ایک ایک پلٹن گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں دھب سے ایک دو۔ تین۔ دھب دھب دھب سب گر گئے۔ یہ لوگ بھوکے تھے ہی۔ ہاتھیوں کے روٹ سوائے ندی کے سب نے ہضم کئے۔

جب سورج جی نے مشرق سے اپنا سر نکالا۔ تو راجہ کے سپاہیوں نے بھی فیل خانے میں جھانکا۔ بھاگے بھاگے راجہ کے پاس گئے۔ سارا ماجرا کہا۔ راجہ مارے غصّہ کے لال ہاتھی بن گیا۔ اور لگا چنگھاڑنے:۔

"ارے کیا سفید ہاتھی بھی مر گیا؟ جس پر میرے ملک کو ناز تھا۔ جو صدیوں میں شاید ایک آدھ مل جائے۔ تو مل جائے۔ پکڑ کے لاؤ۔ اس پودنے کو۔ ناک میں دم کر رکھا ہے"۔

پودنا لایا گیا۔ راجہ نے سوتے وقت اس کو اپنے پلنگ کے پائے سے باندھا۔ اور بولا "ارے او پودنے میں پہاڑ ہوں۔ تو کنکر۔ میں دریا تو تو قطرہ۔ میں آفتاب تو تو ذرہ۔ اگر میں چھنگلیا سے تجھے دباؤں۔ تو مر ہی جائے۔ پھر تو مجھ سے مقابلے کی جرأت کرتا ہے؟

"جی بس بس زیادہ حد سے نہ بڑھئے۔ دشمن کو کمزور نہ جانئے۔ میں بھی وہ مزا چکھاؤں گا۔ کہ سب پھولنا بھول جاؤ گے"۔

راجہ مارے غصے کے آپے سے باہر ہوگیا۔ تلوار سے ایک وار کیا۔ مگر پودنا بھی پینترے جانتا تھا۔ بچ گیا۔ اور جلدی سے کہا:-

"نکلو بی ندی تمہاری باری آئی"۔

پانی جو نکلا۔ جو نکلا۔ اتنا نکلا۔ اتنا نکلا۔ کہ سارے شہر میں پہنچ گیا۔ ایک قیامت مچ گئی۔ راجہ ڈر گیا۔ تباہ ہوگیا اور بولا "بھئی پودنے معاف کرو معاف کرو۔ لے جاؤ اپنی پودنی۔ لے جاؤ۔ لے جاؤ"۔

پودنے نے پانی کو روکا۔ پانی پھر کان میں آگیا۔ اپنی پودنی لے اسی گاڑی میں بیٹھ خوشی خوشی چلے۔

جہاں جہاں سے جس جس کو لیا تھا وہیں چھوڑ دیا۔ پھر پودنا پودنی سے بولا۔ "تم تو سونے کے پنجرے میں بڑے مزے سے رہتی تھیں۔ کیوں؟"

پودنی بولی "واہ پنجرا سونے کا تھا۔ تو کیا ہیرے کا ہوتا تو بھی کیا تھا۔ قید تو تھی"۔

پودنا اتنا خوش ہوا۔ کہ پودنی کو لے گھونسلے کی طرف اڑ گیا۔ پرندے خوشی کے مارے حمد پڑھتے ہوئے چہچہانے لگے۔

علی اسد اللہ خاں خلف عظمت اللہ خاں مرحوم

چور

رات کو میں اور میری سہیلی آمنہ اپنے کمرے میں بیٹھے پڑھ رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد گھڑی نے ساڑھے دس
بجا دئے۔ آثمہ نے میری طرف دیکھا
اور کہا۔ "اُفّوہ ساڑھے دس بج گئے۔
اور ہم ابھی تک پڑھ رہے ہیں۔ صبح
اُٹھ کر سَیر کرنے جانا ہے۔ اب آؤ سو
رہیں" +

مَیں خاموش بیٹھی رہی +

آثمہ۔ (مجھے جھنجھوڑ کر) جواب کیوں
نہیں دیتی۔ کیا سوچ رہی ہو؟

مَیں۔ ہاں ابھی سوتی ہوں۔ ذرا یہ دو
سوال نکال لوں +

آثمہ۔ اتنے مشکل سوال نہ جانے کب
نکلیں۔ مَیں تو سوتی ہوں +

یہ کہہ کر آثمہ اپنے پلنگ پر جا کر سو
گئی۔ مَیں رات کے بارہ بجے تک
سوال نکالتی رہی۔ نیند سے آنکھیں
مِچی جاتی تھیں۔ آخر میں نے کاپی
اور پنسل میز پر رکھ دی۔ اور لیمپ بُجھا
کر سو گئی +

رات کے دو بجے دروازے کی کھڑ
کھڑ نے مجھے میٹھی نیند سے بیدار کر دیا
اُف خدایا یہ ایک چور دروازہ توڑ رہا
تھا۔ اور آواز ساتھ والے چھوٹے کمرے
سے آ رہی تھی + میں بالکل زرد ہو گئی۔
اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے آثمہ کی طرف
دیکھا۔ پھر اپنی خادمہ بنٹی کو دیکھا۔ جو
زور زور کے خراٹوں سے کانوں کے پردے
پھاڑ رہی تھی +

مَیں آہستہ سے پلنگ پر سے اُٹھی۔
اور آثمہ کے پاس گئی۔ مَیں نے کہا "آثمہ
آثمہ" مگر آثمہ نیند میں بے ہوش پڑی
تھی۔ میں نے اُس کے کان پر منہ رکھ
کر زور سے کہا۔ "آثمہ!

آثمہ نے آنکھیں کھولیں۔ اور کہا۔
"اُفّوہ تم ابھی تک جاگ رہی ہو سو جاؤ۔
جاکے پیاری۔ صبح سویرے اُٹھنا ہے"۔
یہ کہہ کر آثمہ نیند میں بے ہوش ہوگئی
مَیں نے غصّے سے آثمہ کو دیکھا۔ پھر
اپنی خادمہ بنٹی کے پاس گئی۔ اور زور
سے کہا۔"بنٹی"۔ مگر بنٹی کے خراٹے ختم
ہونے میں نہ آتے تھے۔ اُف جنوری
کا مہینہ ایسی سخت سردی۔ کہ ہاتھ
پاؤں اینٹھے جا رہے تھے۔ میں نے
زور سے بنٹی کو جھنجھوڑا۔ بنٹی جاگ اُٹھی
اور کہا کیا ہوا بی بی؟ میں نے آہستہ
سے کہا۔"بنٹی چور ہے"۔
ایک رات پہلے بھی بنٹی میرے
پاس سوئی تھی۔ اُس رات مجھے ڈر
لگا تھا۔ اور میں نے بنٹی کو جگایا تھا۔
بنٹی نے ناراضی سے کہا۔"ہا ہا۔
چھوٹی بی بی آپ سوتے میں پھر رہی
ہیں۔ مجھے ایسے ہی بیگم صاحبہ آپ کے
کمرے میں سُلاتی ہیں۔ اور آپ روز
رات کو جگا دیتی ہیں"۔
میں نے غصّے سے کہا۔"اری بے
وقوف میری بات تو سُن"۔ مگر بنٹی ہا ہا
کرکے پھر سو گئی۔

میں بے حد ڈرنے والی کمزور دل
کی لڑکی ہوں۔ اُس وقت میری بُری
حالت ہو رہی تھی۔ پھر بھی میں نے پکا
ارادہ کر لیا۔ کہ مَیں چور کو ضرور دیکھوں
گی۔ شاید مجھے دیکھ کر وہ بھاگ جائے
نہیں تو سب چیزیں چُرا کر لے جائے
گا۔ آثمہ اور بنٹی نہ اُٹھیں۔ اور میں
دل ہی دل میں اپنی ناکامی پر افسوس
کر رہی تھی۔ سردی غضب کی تھی۔

دانت سے دانت بج رہے تھے۔ کچھ تو میں ڈر سے کانپ رہی تھی۔ اور کچھ سردی سے۔ میں نے آہستہ سے کیل پر سے کوٹ اُتار کر پہنا۔ پھر ساتھ والے کمرے میں پہنچی۔ میری ہمت نہ پڑتی تھی۔ کہ پردہ اُٹھا کر چور کو دیکھوں۔ آخر دل مضبوط کر کے میں نے پردہ اُٹھایا۔ اور بے اختیار اپنی بے وقوفی پر ہنس پڑی۔ کیونکہ تیز ہوا کے جھونکے دروازے میں کھڑ کھڑ پیدا کر رہے تھے۔ سامنے خوب صورت سرو اور آم کے درخت تھے۔ اور ہلکے ہلکے بادل چھا رہے تھے۔ میں نے دروازہ بند کر دیا۔ اور آ کر لیمپ بجھا کر اطمینان سے سو گئی۔

مس نجمہ آئی رحمت اللہ چھاؤنی لاہور

دلچسپ معلومات

۱۔ جرمنی کی طرح جاپان بھی کوئلے سے تیل نکالنے میں کامیاب ہوا ہے۔ اب اس کو تیل کے لئے دوسرے مُلکوں کا محتاج نہ رہنا پڑے گا۔

۲۔ لنکا شائر اور یارکشائر کے برطانی کارخانوں نے بناوٹی اُون بنانا شروع کر دیا ہے۔ اس اون کے بنانے کے لئے ایک کمپنی بھی قائم ہو گئی ہے۔ گو یہ اُون اصلی اُون کا مقابلہ تو نہ کر سکے گی۔ تاہم اب اُونی کپڑا استعمال سکے گا۔

۳۔ انگلستان تارپین کے تیل سے کافور بنانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ یہ کافور روزانہ ایک سے تین ٹن کی مقدار میں تیار کیا جاتا ہے۔

آنسہ ثروت آرا نذر محمد۔ انبالہ چھاؤنی

(اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی)

بعدالت جناب ٹی۔ڈی بیدی صاحب آئی۔سی۔ایس اسسٹنٹ کمشنر بہادر انبالہ

فرم میسرز بھادن داس للتا پرشاد ٹھیکہ دار کمپ انبالہ

بنام دسوندھی ولد نامعلوم ذات ترکھان سکنہ کچا بازار کمپ انبالہ حال آباد کوٹھی سردار ہربخش سنگھ بیرسٹر معرفت لبھو رام ہوشیارپور محلہ پہاڑی دروازہ

دعوےٰ -/5/91 اصل و سود بروئے حساب بہی

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مسمی دسوندھی مذکور تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتا ہے۔ اور روپوش ہے۔ اس لئے اشتہار ہذا بنام دسوندھی مذکور جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہ مذکور بتاریخ 26/1/33 کو مقام انبالہ شہر حاضر عدالت ہذا میں نہیں ہوگا۔ تو اس کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آئے گی +

آج بتاریخ 12/1/33 کو بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا + (دستخط و مہر عدالت)

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب پیرزادہ مظہر حسین صاحب اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم جالندھر

لبھو ولد جیون ذات جٹ سکنہ کرتارپور تحصیل جالندھر

بنام عمرالدین عرف جوبن و فجا پسران گلاب ذات ارائیں سکنہ کرتارپور۔ وزیر خاں ولد جہندی خاں ذات افغان سکنہ مانا تلونڈی تحصیل پھگواڑہ علاقہ ریاست کپورتھلہ

دعویٰ لعہ روپیہ زرلگان از فصل خریف ۱۹۳۰ء و ربیع ۱۹۳۱ء بابت لعہ کنال ۷ مرلہ اراضی خسرہ نمبر ۲۴/۱۳ و ۲۴/۱۴ مندرجہ جمعبندی ۱۹۲۹-۳۰ء واقعہ کرتارپور

بمقدمہ مندرجہ عنوان میں وزیر خاں مدعا علیہ مذکورہ بالا کے نام پتہ مندرجہ بالا پر حسب ضابطہ سمن جاری کیا گیا۔ جو بدیں اظہار بلا تعمیل واپس آیا۔ کہ مدعا علیہ مذکور کہیں چلا گیا ہے۔ مدعی مزید پتہ مدعا علیہ سے لاعلمی ظاہر کرتا ہے۔ بدوں اشتہار اس پر تعمیل ہونی مشکل ہے۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ اگر وزیر خاں مدعا علیہ مذکور بتاریخ 26/1/33 اصالتاً یا وکالتاً جیسی کہ صورت ہو۔ بوقت ۱۰ بجے برائے پیروی مقدمہ حاضر عدالت نہ ہوگا۔ تو اس کے خلاف حسب ضابطہ کارروائی کی جائیگی +

آج بتاریخ ۱۲ ماہ جنوری ۱۹۳۳ء کو بہ ثبت دستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا + (دستخط و مہر عدالت)

اشتہار مجریہ عدالت دیوان سنام - بحکم سردار ٹھاکرا سنگھ صاحب نائب ناظم دیوان سنام - واقعہ ۱۰ پوہ سمت ۱۹۸۹

اشتہار بغرض حاضری بر ہمامل مدعا علیہ ۲

نوہر مل ولد رامجیداس مہاجن ساکن سہرہ مدعی بنام سوند ھا سنگھ ولد فتح سنگھ قوم جٹ ساکن گڑھان حاصل ۱ و بر ہمامل ولد رامجیداس مہاجن ساکن سہرہ مدعا علیہم

دعوے مبلغ تین سو روپیہ

اندرین مقدمہ بتقرر ۱۷ پھاگن سمت ۱۹۸۹ تاریخ پیشی اشتہار ہذا تمہارے نام جاری کیا جاتا ہے - کہ تم تاریخ مقررہ پر اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ کرو - تحریر صدر

(دستخط و مہر عدالت)

بعدالت جناب سردار کرتار سنگھ صاحب بی - اے - ایل - ایل - بی سینئر سب جج صاحب بہادر لائل پور

بمقدمہ غلام محمد ولد عمر ذات ارائیں ساکن چک ۲۴۳ گ ب تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ سائل

بنام محمد بخش ولد میراں بخش قوم جٹ چک ۲۱۸ گ ب تحصیل سمندری ضلع لائل پور مسئول علیہ

درخواست بابت قرار دیئے جانے دیوالیہ

مقدمہ مندرجہ بالا میں سائل نے درخواست براد قرار دیئے جانے دیوالیہ مسئول علیہ عدالت ہذا میں دی ہوئی ہے - جس کی سماعت کے لئے تاریخ ۹ 3/33 مقرر ہوئی ہے - لہٰذا بذریعہ اشتہار ہذا ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے - کہ اگر کسی کو کوئی عذر ہو تو عدالت ہذا میں تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر پیش کرے ٭

آج بتاریخ ۹ 12/32 بثبت مہر عدالت اور دستخط ہمارے جاری کیا گیا

(دستخط و مہر عدالت)

اڈیٹر - مولوی سید ممتاز علی - مسلم پریس لاہور میں لاکبری دروازہ میں باہتمام بابو اللہ داد پرنٹر چھپا - اور سید ممتاز علی مالک و منیجر نے دفتر پھول سے شائع کیا

پھول
دارالاشاعت پنجاب لاہور

غلام عبّاس صاحب کی کتابیں

الحمرا کے افسانے

الحمرا کی عمارت ہسپانیہ کے مسلمان بادشاہوں کے زمانۂ اقبال کی مشہور یادگار ہے۔ امریکہ کے مشہور مصنّف واشنگٹن اردنگ نے جب ہسپانیہ کی سیاحت کے دوران میں مسلمانوں کی عظمت کے ان مٹے ہوئے نقوش کو دیکھا۔ تو وہ بے حد متاثر ہوا۔ اور اس کے قلم سے یہ رنگین افسانے نکلے۔ جو رہتی دُنیا تک زندہ رہیں گے۔ مسٹر غلام عبّاس نے نہایت سلیقہ اور قابلیّت سے اردنگ کی اس مشہور زمانہ تصنیف کو اُردو کا جامہ پہنایا ہے۔ لیکن اندازِ بیان میں قدیم مشرقی قصہ نویسوں کا اسلوب ملحوظ رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے ترجمہ کی شگفتگی اور روانی اصل سے بڑھ گئی ہے۔ ان افسانوں کو پڑھتے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی ساحر نے جادو کے زور سے ہمیں خواب و خیال کی اس طلسمی دُنیا میں پہنچا دیا ہے۔ جو ہمیشہ کے لئے الحمرا کے کھنڈروں میں دفن ہو چکی ہے۔ غرناطہ کے بلند کوہستانوں اور سرسبز وادیوں۔ اشبیلیہ کے پُر بہار گلستانوں اور شاداب کنجوں اور طلیطلہ کی نشاط انگیز محفلوں اور عشرت گاہوں کا ذکر ایسے دلنشیں انداز میں کیا گیا ہے۔ کہ مسلمان سلاطین کے عہد کامرانی کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ یہ افسانے خاص اہتمام سے چھاپے گئے ہیں۔ سرورق چار رنگ کا ہے آٹھ رنگین تصویریں ہیں جن میں دو تین تین رنگوں کی ہیں۔ اور چھ دو دو رنگوں کی۔ غرض بجا طور پر دعوے کیا جا سکتا ہے۔ کہ آج تک اُردو زبان میں لڑکوں کے لئے کوئی کتاب اس شان اور اہتمام سے شائع نہیں ہوئی۔ خوشی کی تقریبوں پر دوست احباب کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے نہایت اچھا تحفہ ہے۔ قیمت عمر

ثرّیا کی گڑیا

بچوں کے لئے ایک ناٹک جو گھر پر یا مدرسے میں بڑی آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ ناٹک کی کہانی یہ ہے۔ کہ ثرّیا نے اپنی ہمجولی امیر سہیلی جمیلہ کو چائے پر بُلا رکھا ہے۔ اور سوچ رہی ہے۔ کہ وہ آئے گی۔ تو اسے دکھانے کو میرے پاس کوئی بھی اچھا کھلونا نہیں۔ ثریا کا بھائی شوکت اُسے یہ ترکیب بتاتا ہے۔ کہ تم مجھے گڑیا کے طور پر جمیلہ کے سامنے پیش کر دینا۔ ثرّیا اس کا بھیس بدل کر اُسے گُڈّا سا بنا دیتی ہے۔ شوکت میاں جمیلہ کے سامنے کیا کچھ تماشے کرتے ہیں۔ اُن کا پُر لطف حال کتاب پڑھ کر معلوم کرو۔ بہت آسان۔ دلچسپ اور ہنسانے والا کھیل جس میں ایکٹ کرنے کی بہت گنجائش رکھی گئی ہے۔ ۵ر

جادو کا لفظ یا گستاخ لڑکا

بچوں کے لئے بڑا دلچسپ۔ مزے دار اور سبق آموز ناٹک۔ ایک گستاخ لڑکے کی کہانی جس نے اپنی گستاخی سے ایک جادوگرنی کو ناراض کر دیا۔ اور بڑی مصیبت اُٹھائی۔ اُوپر رنگین اور اندر فوٹو کی تصویریں۔ مدرسوں میں کرنے کیلئے لاجواب تماشہ ۵ر

چاند کی بیٹی اور دوسری جاپانی کہانیاں

یہ کہانیاں ایسی دلفریب ہیں۔ کہ دُنیا کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ کتاب پر ایک خوشنما رنگین تصویر ہے۔ اندر چاند کی بیٹی۔ زبان کٹی بلبل۔ بھوتوں کی ضیافت۔ گیدڑ اور خرگوش۔ راشوموں کا دیو۔ اور سچی خوشی۔ چھ بہت ہی مزے دار کہانیاں ہیں جن میں سے کوئی شاعرانہ کہانی ہے۔ کوئی بہادری کا کارنامہ ہے۔ کوئی مذاقیہ کہانی ہے۔ تو کسی سے کوئی اخلاقی سبق ملتا ہے۔ ۶ر

ملنے کا پتہ:۔ دفتر اخبار پھول۔ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۷۱

پھول

یعنی

چھوٹے بچوں کا ہفتہ وار دل بہلاؤ

سال بھر کی قیمت محصول سمیت پانچ روپیہ پیشگی ہے

جلد ۲۵	لاہور۔ ہفتہ۔ ۱۸۔ فروری ۱۹۳۳ء	نمبر ۷

پھول

لاہور۔ ۲۲۔ شوال المکرم ۱۳۵۱ھ

فہرست مضامین

پچھلے ہفتے شاہ الفانسو جنہیں اسپین کے تخت سے اُتار دیا گیا ہے۔ بمبئی آئے اور وہاں تین دن تک ٹھہرنے کے بعد اپنے صاحبزادے سے ملنے کے لئے کولمبو چلے گئے۔

جرمنی میں گیس کا کارخانہ پھٹنے سے بہت سی جانوں کا نقصان ہوا۔ اب تک ۶۶ لاشیں نکالی جا چکی ہیں۔

خیال ہے۔ کہ ابھی پچاس لاشیں اَور دبی پڑی ہیں ٭

انگلستان کے مشہور سنگ تراش مسٹر جارج ایڈورڈ وَیڈ انتقال کر گئے٭ آپ کو ملکہ وکٹوریا۔ شاہ ایڈورڈ ہفتم۔ شاہ جارج پنجم اور ملکہ میری کے بُت بنانے میں خوب مہارت تھی ٭

اِن دنوں غازی مصطفٰے کمال پاشا ترکی کے بعض صوبوں کا دَورہ کر رہے ہیں ٭

انگلستان کے پوسٹ ماسٹر جنرل نے اعلان کیا ہے۔ کہ پچھلے سال سات ارب ٹکٹ فروخت ہوئے ٭

پچھلے دنوں پیرس میں سر آغا خان کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ اُس کا نام صدر الدین رکھا گیا ہے ٭ کہتے ہیں۔ کہ پیدائش کے وقت اس بچے کا وزن آٹھ پونڈ یعنی چار سیر کے قریب تھا ٭

مسٹر پٹیل امریکہ کا دَورہ کرنے کے بعد علاج کے لئے وی آنا جا رہے ہیں ٭

جنوری ۱۹۳۳ء سے عراق اور خلیج فارس کے درمیان ہوائی ڈاک کا سلسلہ قائم ہو گیا ہے ٭

مونٹ ایورسٹ پر چڑھنے والی جماعت بمبئی پہنچ گئی ٭

آب کے کانگرس کا سالانہ جلسہ کلکتہ میں ہو گا ٭

دہلی میں آل انڈیا سودیشی نمائش کے احاطے میں آگ لگ گئی۔ ایک لاکھ روپے کا نقصان ہوا ٭

پچھلے ہفتے اسلامیہ کالج پشاور کا ایک افغان طالب علم طلا محمد سائیکل کے ذریعے تمام ایشیا کے سفر پر روانہ ہو گیا ٭
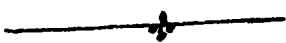
بڑے سے بڑا بادشاہ

ایک بادشاہ تھا۔ کسی نے اسے عرضی لکھی۔ کہ میرا چار آنے مہینے کا وظیفہ مقرر کر دیا جائے + بادشاہ کی نظر بہت کمزور تھی۔ جب یہ عرضی اس کے پاس پہنچی۔ تو اس وقت اتفاق سے اس کے پاس عینک موجود نہ تھی چنانچہ غلطی سے چار آنے کی بجائے اس کا آٹھ آنے مہینے کا وظیفہ لکھا گیا + وہ شخص بہت خوش ہوا۔ اور اخبار میں ایک مضمون دیا۔ "بادشاہ آرچی بالڈ (بادشاہ کا نام) دُنیا کا سب سے بڑا بادشاہ ہے" +

جوں ہی یہ اخبار بادشاہ کی نظر سے گزرا۔ وہ خوشی کے مارے پھُول کر کُپّا ہو گیا۔ اور سوچنے لگا۔ "میں واقعی بہت زبردست بادشاہ ہوں گا۔ تبھی تو یہ لکھا گیا ہے" + چنانچہ اس نے بہت بڑے بادشاہ کی طرح رہنے کا ارادہ کر لیا +

جب وہ محل میں گیا۔ تو اس کی ملکہ نے کہا۔ "آپ میرے واسطے تھوڑا سا کپڑا پسند کر کے لے آئیں" +

بادشاہ نے حیران ہو کر کہا۔ "میں؟ دُنیا کا سب سے بڑا بادشاہ ہو کر تمہارے واسطے کپڑا لاؤں"؟

ملکہ نے کہا۔ "لیکن تم پہلے بھی تو لایا کرتے تھے" +

بادشاہ نے کہا۔ "پہلے تو بے شک لاتا تھا۔ لیکن تم نے کسی سے اس کا ذکر تو نہیں کیا"؟

ملکہ حیران تھی۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ بولی۔ "آرچی یہ تمہیں . . . "

اتنا سُننا تھا۔کہ بادشاہ غصّے سے
چیخ کر بولا" یہ آرچی کس پاجی کا نام
ہے"؟
ملکہ نے کہا" تمہارا"۔

بادشاہ نے ڈانٹ کر کہا" کیا کہا؟
میرا نام آرچی؟ یہ آرچی کیا بلا ہے۔
ہونہہ۔ میرا نام ہے شہنشاہ آرچی بالڈ
دُنیا کا سب سے بڑا بادشاہ۔ لاحول

ولاقوۃ۔ بھلا آرچی بھی کوئی نام ہے"؟
اس دن سے بادشاہ نے دربار
جانا بھی چھوڑ دیا۔ نہ مچھلیوں کو چارہ
ڈالتا۔ جو اُسے بہت پیاری تھیں۔سارا
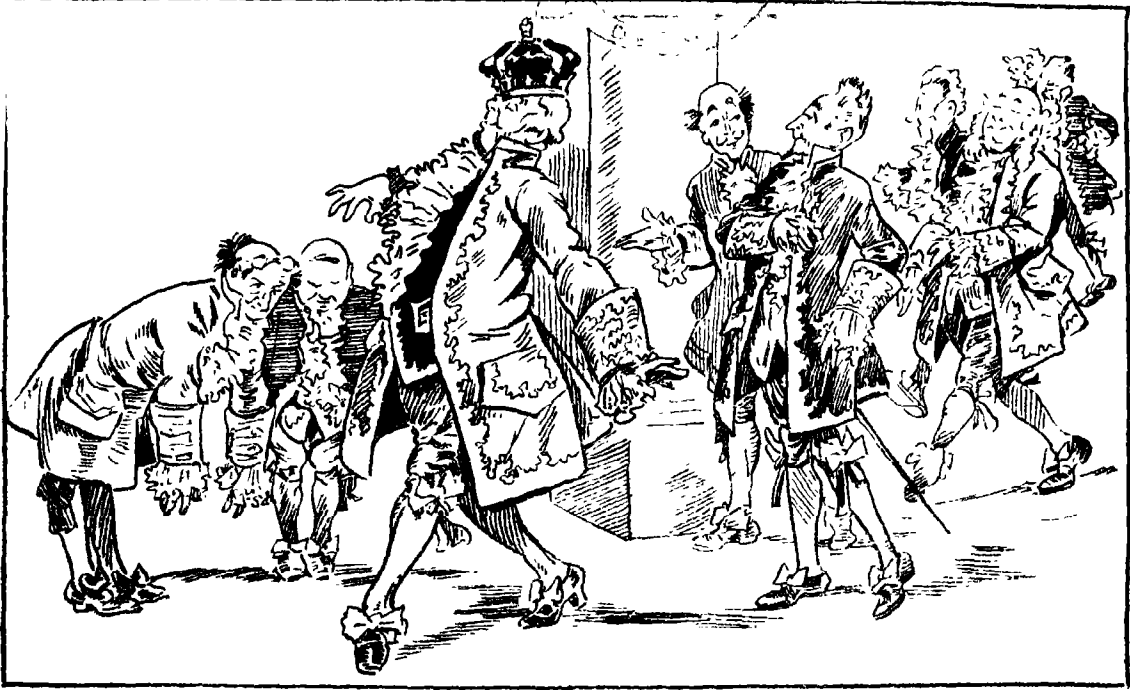
دن محل میں پھرتا رہتا۔ تمام درباری
دو دو کی قطار میں اس کے پیچھے پیچھے
چلتے+وہ اپنی ناک اتنی اُونچی اُٹھائے
رہتا۔کہ اُسے مجبوراً اپنا تاج ماتھے پر

رکھنا پڑتا تھا۔ تاکہ گر نہ جائے۔ لیکن
تاج اس کی آنکھوں پر آجاتا۔ اور
اسے کچھ دکھائی نہ دیتا۔
ملکہ یہ سب کچھ دیکھتی۔ اور دل
ہی دل میں کُڑھتی۔ آخر ایک دن
اس نے وزیر سے کہا "بادشاہ تمام
دن اپنے درباریوں کے ساتھ سَیر
کرتا رہتا ہے۔ اور ملک کا کچھ انتظام
نہیں کرتا۔ اگر کچھ دنوں اَور یہ حالت
رہی۔ تو ملک کی حالت بہت خراب
ہو جائے گی۔ کیا تم کسی طریقہ سے
اس کا مزاج دُرست نہیں کر سکتے؟"
وزیر نے کہا "یہاں ایک پری
آئی ہوئی ہے۔ شاید وہ ٹھیک کر دے
آپ اس کے پاس چلیں"۔
چنانچہ دونوں اِس پری کے پاس
پہنچے۔ اور سب حال سنایا۔ پری بولی۔
"تم پروا نہ کرو۔ کل ہی ٹھیک کر دوں گی"
صبح کو بادشاہ کھانا کھا رہا تھا۔ جوں
ہی ملکہ کی نظر اُس پر پڑی۔ اُس کے
مُنہ سے چیخ نکل گئی۔ وہ بولی "ہے
ہے بادشاہ کے سر کو کیا ہو گیا؟"
سب نے ادھر دیکھا۔ بادشاہ کا سر
پھُولا جا رہا تھا۔ بادشاہ خود بھی چیخ مار
کر آئینے کی طرف دوڑا۔ وہاں اپنی
شکل دیکھی۔ تو پَیروں تلے کی زمین
نکل گئی۔ چلّا کر کہا "ارے یہ کیا؟ میرا
سر تو غُبارے کی طرح پھُول رہا ہے"
ذرا سی دیر میں بادشاہ کا سر پہلے
سے دِگنا ہو گیا۔ بادشاہ نے کھڑکی سے
سر نکال کر چیخنا شروع کیا "دوڑو۔
آؤ۔ میری مدد کرو۔ میرا سر اَب پھٹنے
والا ہے"۔
لیکن اب تماشا یہ ہُوا۔ کہ بادشاہ

کا سر پھول کر اَور بڑا ہوگیا۔ اور کھڑکی میں سے اندر نہ جاسکا + بادشاہ نے پھر چیخ کر کہا۔ "مجھے کھینچو"۔ اب کیا تھا۔ تمام درباریوں نے بادشاہ کی ٹانگیں پکڑ کر کھینچنا شروع کیا۔ لیکن سر پھر بھی نہ نکلا +

بڑی دیر تک کھینچا تانی ہوتی رہی۔ جیسے تم اسکولوں میں رسّہ کھینچتے ہو۔ آخر بادشاہ بولا "ہائے ری میری اماں ..... ہائے میں مرا"+

ملکہ نے کہا "پروا نہ کرو۔ ابھی کھینچ لیتے ہیں"+

چنانچہ نئے سرے سے پھر زور آزمائی شروع ہوگئی۔ اتنے میں پری نمودار ہوئی اور بولی۔ "اگر آپ کہیں تو میں بادشاہ کو اچھا کردوں"+

ملکہ نے بے صبری سے کہا "ضرور اچھا کرو۔ ابھی ابھی"+

پری نے اپنی جادو کی چھڑی ہلائی

اور بادشاہ کا سر اپنی اصلی حالت پر آگیا۔ اب پری نے بادشاہ سے کہا۔ "بادشاہ سلامت۔ آپ نے سلطنت کا انتظام بالکل چھوڑ دیا تھا۔ جس کی آپ کو یہ سزا ملی ہے۔ اگر آپ نے پھر کبھی ایسی حرکت کی۔ تو پھر یہی سزا بھگتنی پڑے گی"۔

بادشاہ بولا۔ "نہیں آیندہ کبھی ایسا نہ ہوگا۔ مگر خدارا میرا سر نہ پھلائیے"۔

چنانچہ اس دن سے بادشاہ سلطنت کا انتظام اچھی طرح کرنے لگا۔ ملکہ کے واسطے کپڑا بھی لا دیتا۔ کوئی اس کو آرچی کہتا۔ تو بُرا بھی نہ مانتا تھا۔ اور ہمیشہ ناک نیچی کر کے چلتا تھا۔ کیونکہ وہ دوبارہ اپنے سر پر زور آزمائی نہیں کرانا چاہتا تھا۔

طاہر غلام ناصر خاں گورنمنٹ کالج لاہور

سیّاح کی تلاش

کچھ مُدّت ہوئی۔ ایک مشہور انگریز سیّاح کرنل فاسٹ برازیل کے سفر پر گیا تھا۔ مگر لوٹ کر نہ آیا۔ لوگوں کا خیال ہے۔ کہ وہاں کے وحشیوں نے اُسے قتل کر ڈالا ہے۔ مگر اُس کی بیوی مسز فاسٹ نہیں مانتی۔ وہ کہتی ہے۔ کہ فاسٹ ابھی تک زندہ ہے۔ اور کسی نہ کسی دن ضرور مجھ سے آملے گا۔

فاسٹ کا ایک دوست کپتان ماریس دو مرتبہ اس کی تلاش میں برازیل کے جنگلوں کی خاک چھان چکا ہے۔ اور اب مسز فاسٹ کے کہنے پر تیسری مرتبہ اسے تلاش کرنے جا رہا ہے۔ مسز فاسٹ کی طرح کپتان ماریس

کو بھی یقین ہے۔ کہ فاسٹ ابھی تک زندہ ہے ✤

کرنل فاسٹ ۱۹۲۲ء میں برازیل کے سفر پر روانہ ہوا تھا ✤ برازیل کے بعض علاقوں میں یہ بات مشہور ہے۔ کہ ماٹو گراسو کے جنگلوں کے اُس پار ایک نہایت خوب صورت شہر ہے۔ جس کے رہنے والے کسی زمانے میں بہت ترقی یافتہ تھے۔ کرنل فاسٹ نے یہ کہانی سُنی۔ تو ارادہ کر لیا۔ کہ میں ماٹو گراسو کے جنگلوں کو عبور کر کے رہوں گا ✤

لیکن اس سفر میں اسے کامیابی نہ ہوئی۔ وہ برازیل کے شمال مغربی حصے میں بہت دُور تک بڑھتا چلا گیا۔ اور جب اسے یقین ہو گیا۔ کہ جس شہر کا ذکر برازیل کے لوگ کرتے ہیں۔ وہ اس علاقے میں نہیں۔ تو اس نے شمال مشرق کی طرف رُخ کیا۔ اور وہاں دیر تک تحقیقات کرنے کے بعد ناکام واپس آ گیا ✤

۱۹۲۵ء میں اس نے پھر ماٹو گراسو کے جنگلوں میں سفر کرنے کی ٹھانی۔ اس کے ساتھ اس کا بیٹا جیک اور ایک شخص مسٹر ریل نام بھی تھا۔ جسے جغرافیہ میں بہت مہارت تھی ✤ فاسٹ کو کئی ایسے ثبوت مل گئے تھے۔ جن سے اُسے پورا یقین ہو گیا تھا۔ کہ ان جنگلوں کے پار ضرور ایک خوب صورت شہر آباد ہے۔ جہاں گوری رنگت کے لوگ رہتے ہیں ✤ امریکہ کے عالموں نے جب یہ بات سُنی۔ تو روپے پیسے سے اس کی مدد کی۔ اور اخباروں میں اُس کی تائید میں مضمون لکھے ✤

اس مرتبہ کرنل فاسٹ نے اس جنگل
کے شمال مشرقی حصے کا رُخ کیا۔ اس
کے ساتھ ایک ریڈ انڈین رہبر بھی تھا+
یہ جنگل بہت گھنا اور خطرناک ہے۔ اس
میں وحشی قبیلے بھی رہتے ہیں۔ جو
اجنبیوں کو دیکھ کر زہر میں بُجھے ہوئے
تیروں سے حملہ کر دیتے ہیں+ ایسی
کانٹے والی جھاڑیاں کثرت سے ہیں
جو سیاحوں کے کپڑوں کو تار تار کر دیتی
ہیں+ یہاں مچھروں کی کثرت ہے۔
جو سیاحوں کو بہت پریشان کرتے ہیں+
راستے میں جا بجا ہلکی ہلکی کشتیوں پر
دریاؤں کو عبور کرنا پڑتا ہے۔ جن میں
اکثر گھڑیال پائے جاتے ہیں+ اگر
کوئی شخص دریا میں گر پڑے۔ تو اس
کا گھڑیالوں سے بچنا مشکل ہے۔ اور
اگر بچ بھی گیا۔ تو چھوٹی چھوٹی مچھلیاں
جو اسی علاقے میں پائی جاتی ہیں۔ اسے
ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا جائیں گی+
کرنل فاسٹ اس علاقے میں پہنچ کر
غائب ہو گیا+

کپتان ماریس نے ۱۹۲۸ء میں
اسے تلاش کرنے کی کوشش کی۔ وہ کہتا
ہے۔ کہ فاسٹ ۱۹۲۸ء تک ضرور زندہ
تھا+ پہلی مرتبہ کپتان ماریس کو کھوج
لگانے کا موقع نہیں ملا۔ کیونکہ برازیل
کے ایک گروہ نے اس پر حملہ کر کے
اسے لُوٹ لیا تھا+ اس واقعہ سے کچھ
عرصہ بعد وہ پھر روانہ ہوا۔ اور دریائے
ہینول تک بڑھتا چلا گیا+ وہاں کے
وحشی باشندوں سے اسے معلوم ہوا۔
کہ گوری رنگت کے تین آدمی اس
علاقے میں سفر کرتے رہے ہیں اور
پتنا جوسی کے علاقے کی طرف چلے گئے

ہیں۔ لیکن دریائے مینول کے کنارے پہنچ کر اس کے ریڈ انڈین ساتھیوں نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ یہ لوگ دریائے مینول سے اُس طرف کے علاقے سے بہت ڈرتے ہیں۔ اس سفر میں کپتان ماریس کو کئی چیزیں ایسی ملیں۔ جن سے اسے یقین ہو گیا۔ کہ واقعی کرنل فاسٹ اس علاقے میں سفر کرتا رہا ہے۔

۱۹۳۱ء میں سوئٹزرلینڈ کے ایک شخص نے بیان کیا۔ کہ میں نے پتا جوسی کے علاقے میں گوری رنگت کے ایک آدمی کو دیکھا ہے۔ جسے وحشیوں نے قید کر رکھا ہے۔ مسز فاسٹ نے اس شخص کو بہت سا روپیہ دے کر اپنے شوہر کی تلاش میں بھیجا۔ مگر وہ بھی ان جنگلوں میں پہنچ کر غائب ہو گیا۔

اب کپتان ماریس کرنل فاسٹ کی تلاش میں روانہ ہو رہا ہے۔ اس کا خیال ہے۔ کہ فاسٹ ضرور کسی وحشی قبیلے کے پاس قید ہے۔ ماٹو گراسو کے وحشیوں کے ہاں اس سے پہلے کئی یورپین قید رہ چکے ہیں۔ اور فاسٹ کا ابھی تک زندہ ہونا کوئی عجیب بات معلوم نہیں ہوتی۔

اڈیٹر

محنت مُشقّت

کام کاج اور محنت مُشقّت بہت اچھی چیز ہے۔ کاہل آدمی اپنی عُمر یوں ہی ضائع کر دیتا ہے۔ اس کی زندگی نہ خود اس کے کام آتی ہے۔ نہ دوسروں کے۔ جو آدمی اپنی روزی کے لئے تھوڑی

سی محنت نہیں کرسکتا۔ وہ بھیک مانگنے اور چوری تک کرنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے +

مصر کے ایک پُرانے بادشاہ کا حکم تھا۔ کہ میری رعایا میں سے ہر شخص سال میں ایک دفعہ میرے پاس آئے۔ اور ثابت کرے۔ کہ وہ کون سا پیشہ جانتا ہے + جو آدمی یہ ثابت نہیں کرسکتا تھا۔ مار ڈالا جاتا تھا +

ہالینڈ میں کسی زمانے میں دستور تھا۔ کہ اگر کوئی ہٹاکٹا آدمی بھیک مانگتا ہؤا پایا جاتا۔ تو اُسے پکڑ کر ایک گہرے حوض میں ڈال دیتے تھے + اس حوض میں ایک کل لگی ہوئی تھی۔ جس سے اس میں پانی اپنے آپ بھر جاتا تھا + اس حوض میں ایک بڑا سا برتن رکھا رہتا تھا۔ جس شخص کو اس حوض میں ڈالا جاتا۔ وہ اس برتن میں پانی بھر بھر کر باہر پھینکتا رہتا۔ اگر ذرا سی دیر کے لئے بھی سُستی کرتا۔ تو حوض میں اتنا پانی بھر جاتا۔ کہ وہ ڈوب کر مر جاتا +

کاہل آدمیوں کو اس طرح پانی نکالتے دیکھ کر راہ چلتوں کو اچھّا خاصا تماشا ہاتھ آجاتا تھا۔ لیکن اس چند ہی گھنٹے کی سزا سے کاہلوں کا خوب علاج ہوجاتا تھا + جب وہ بالکل تھک جاتے۔ تو اس اقرار پر کہ آئندہ بےکار نہ بیٹھیں گے۔ انہیں چھوڑ دیا جاتا تھا +

کسی کام کا صرف جان لینا ہی کافی نہیں ہے۔ آدمی کو چاہئے۔ کہ اسے دل لگا کر کرے + محنت مُشقّت کے لئے سب سے اچھّی تدبیر یہ ہے۔ کہ

بہت سویرے اُٹھنے کی عادت ڈالی جائے۔ اور عادتوں کی طرح یہ بھی بچپن ہیں آسانی سے پیدا ہو جاتی ہے۔

ایک عالِم کہتا ہے۔ کہ جب میں جوان تھا۔ تو سونے کا بڑا شوق تھا۔ میرا نوکر میری بُری عادت چھُڑانے کی لاکھ تدبیریں کرتا۔ لیکن کچھ بنائے نہ بنتی تھی۔

ایک دن میں نے اس سے وعدہ کیا۔ کہ اگر تم مجھے چھ بجے صبح جگا دیا کرو۔ تو میں تم سے بہت خوش ہوں گا اور تمہیں انعام دوں گا۔ وہ دوسرے دن ٹھیک چھ بجے آیا۔ اور مجھے جگانے لگا۔ لیکن میں نہ جاگا۔ اور اس کو بُرا بھلا کہہ کر سو رہا۔ تیسرے دن وہ پھر آیا۔ اور اس دفعہ میں اس قدر ناراض ہُوا۔ کہ وہ ڈر کر چلا گیا۔

اس دن شام کو میں نے اس سے کہا۔ "چونکہ تم نے وعدے کے مطابق مجھے نہیں جگایا۔ اس لئے تم انعام کے حق دار نہیں ہو۔ بات یہ ہے۔ کہ تم اپنے فرض کو نہیں سمجھتے۔ تمہیں صرف میرے وعدے کا خیال چاہئے تھا۔ میرے غصّہ سے ڈرنا نہیں چاہئے تھا۔"

چوتھے دن وہ پھر آیا۔ پہلے تو میں نے منّت کی۔ اور پھر خفا ہوا۔ لیکن وہ نہ مانا۔ اور مجھے میری مرضی کے خلاف جگا دیا۔ جاگنے کے بعد میرا غصّہ ٹھنڈا ہو گیا۔ میں نے اس کا شُکریہ ادا کیا۔ اور اس کو بہت کچھ انعام دیا۔

وہ عالِم لکھتا ہے۔ کہ اس نوکر کی بدولت میں نے کچھ نہیں تو بارہ کتابیں لکھیں۔

آنسہ فاضلہ بیگم بسون گرُھی۔ بنگلور

بھائی جان کی چھپکلی

شام کی چائے پی کر ہم آگ کے پاس بیٹھ گئے + بادل چھائے ہوئے تھے۔ سردی کی وجہ سے آگ جلا رکھی تھی + ہم سب باتوں میں مشغول تھے + ایک طرف رشید اور گوہر آپس میں لڑ رہے تھے۔ رشید گوہر کو مار رہا تھا۔ میں دونوں میں سمجھوتہ کرا رہی تھی۔ کہ یکایک بھائی جان نے اُٹھ کر ناچنا شروع کر دیا + ہم سب لڑائی بھڑائی چھوڑ بھائی جان کا ڈانس دیکھنے لگے + بھائی جان نے قمیص کے اُوپر کا حصّہ پکڑ رکھا تھا۔ اور ہائے چھپکلی ہائے چھپکلی کی رٹ لگا کر ناچ رہے تھے +

امّی جان نے مجھ سے کہا "امینہ جلدی سے بھائی کی قمیص اُتار "+

میں بھائی جان کے پاس گئی۔ مگر بھائی جان نے ناچ میں اس زور سے میری کلائی پر ٹانگ ماری۔ کہ میں بسورنے لگی + رشید اور گوہر نے مضبوطی سے بھائی جان کو پکڑ لیا۔ اب مجھے چھپکلی کی وجہ سے پاس جاتے ہوئے ڈر لگتا تھا۔ امّی جان میری بُزدلی پر خفا ہوتی ہوئی اُٹھیں۔ اور بھائی جان کی قمیص اُتارنے گئیں + بھائی جان نے ناچتے ہوئے چلّا کر کہا "نہیں امّی میں سب کے سامنے قمیص نہیں اُتاروں گا"

امّی جان نے مجھ سے کہا "امینہ جلدی سے شاہد (نوکر) کو بُلا" + میں نے شاہد کو بُلایا۔ غرض شاہد بھائی جان کو ساتھ والے کمرے میں لے گیا۔ رشید اور گوہر کمرے میں گھس گئے۔ پانچ منٹ کے بعد کمرے سے قہقہوں

کی آواز آنے لگی + میں اور امّی ساتھ والے کمرے میں گئے۔ وہاں جاکر معلوم ہؤا۔ کہ بھائی جان کی نکٹائی کھسک کر قمیص کے اندر چلی گئی تھی۔ اور انہوں نے اسے چھپکلی سمجھ لیا تھا۔ اس پر ہم سب خوب ہنسے +

مس نجمہ امتیازی رحمت اللہ لاہور چھاؤنی

دل چسپ معلومات

چوہوں کی تعداد

جرمنی کے ایک عجائب خانے کے پروفیسر نے دُنیا کے بعض جانوروں کا شُمار کیا ہے۔ وہ اپنے حساب کے مطابق کہتا ہے۔ کہ دُنیا میں اتنے چوہے ہیں۔ کہ اگر دُنیا کے ہر ایک شخص کو وہ تقسیم کر دیئے جائیں۔ تو ہر ایک کے حصّے میں پانچ چوہے آئیں گے۔ گویا جتنی دُنیا کی آبادی ہے۔ چوہے اُس سے پانچ گُنا زیادہ ہیں +

دُنیا کا سب سے چھوٹا ہوا باز

بصرہ (عرب) میں ایک شخص پرچرڈ نامی رہتا ہے۔ جس کا ایک چھوٹا سا لڑکا ہے + اس لڑکے کی عمر صرف چار برس کی ہے۔ اس کو اسی عمر میں ہوائی جہاز پر بیٹھنے کا شوق ہؤا ہے +

یہ لڑکا پچھلے ہفتے اپنے باپ کے ساتھ ہوائی جہاز میں بیٹھ کر بصرہ سے لندن چند گھنٹوں میں پہنچ گیا + وہ ہوائی جہاز کے کئی پُرزوں سے بھی واقف ہے۔ اور اُس سے ہوائی جہاز کے متعلق جو کچھ پوچھا جائے۔ فوراً بتا دیتا ہے + وہ ہمیشہ اپنے باپ سے یہ ہی کہتا رہتا ہے۔ کہ میں ہوا باز

بنوں گا۔ اس کے باپ کا بھی ارادہ ہے کہ اُسے ہوائی جہاز کی تعلیم کے لئے ابھی سے بھیج دیا جائے۔ اگر اس لڑکے نے بچپن ہی میں ہوابازی کی پوری تعلیم حاصل کرلی۔ تو چند سال کے بعد وہ بہت ہی تجربہ کار مشہور اور دُنیا کا سب سے چھوٹا ہواباز کہلائے گا۔

مسعود محی الدین صوفی۔ جبل پور (سی پی)

کانچ کا مکان

پیرس (فرانس) میں کانچ کا ایک مکان تیار ہو رہا ہے۔ جس میں اینٹوں کی جگہ کانچ لگایا جا رہا ہے۔ اس میں خاص بات یہ ہے۔ کہ نظر اس کی کانچ کی دیواروں کے آرپار نہیں گزر سکتی۔ البتہ روشنی جاسکتی ہے۔

گانے والا درخت

امریکہ کے ایک جنگل میں ایک درخت کا پتہ لگا ہے۔ جب اُس کے پتّے ہلتے ہیں۔ تو ستار کی سی آواز پیدا ہوتی ہے۔ جب ہوا چلتی ہے۔ تو سارا جنگل ستار کی سُریلی آواز سے گُونج اُٹھتا ہے۔

پوپ کی کُرسی

اٹلی کے پوپ جس کرسی پر بیٹھتے ہیں۔ اس کی قیمت ستائیس لاکھ روپیہ بتائی جاتی ہے۔

سورج مل کٹانی (پورینہ)

لطیفے

۱۔ ماں۔ ننھے جب تمہارے ابّا تمہیں کوئی چیز دیتے ہیں۔ تو تم مجھے بھول جاتے ہو۔

بچّہ۔ آپ مجھے چیز دیجئے۔ میں ابّا کو

بھول جاؤں گا ﴿

۲ - دوست - تم صبح کس وقت بیدار ہوتے ہو؟

دوسرا دوست - جب میرے کمرے میں سورج کی پہلی کرن داخل ہوتی ہے ﴿

پہلا دوست - تو یہ کہو - تم بہت جلد بیدار ہو جاتے ہو ﴿

دوسرا دوست - ہاں لیکن میرے کمرے کا دروازہ مغرب کی جانب ہے ﴿

آنسہ فائزہ بیگم - بسون گڑھی بنگلور

۳ - چچا (بھتیجی سے) ننھی میں نے دہلی سے تمہیں جو گڑیا کا گھر بھیجا تھا تمہیں پسند بھی آیا؟

ننھی - واہ واہ - چچا جان بڑا لاجواب گھر ہے ﴿

چچا - لیکن وہ ہے کہاں - تمہارے کھلونوں میں تو کہیں نظر نہیں آتا؟

ننھی - میں نے اپنی سہیلی سلطانہ کو آٹھ آنہ مہینہ کرائے پر دے رکھا ہے ﴿ رضا احمد لاہور

مولوی سید ممتاز علی نے مسلم پریس بیرون اکبری دروازہ لاہور میں باہتمام بابو مرلا داد پرنٹر چھپا - اور سید ممتاز علی مالک و منیجر نے دفتر پھول ریلوے روڈ لاہور سے شائع کیا

بچوں کے لئے پچیس پچیس کتابوں کے سٹ

یہ لکھی ہوئی کتابیں بچوں اور بچیوں کے لئے بہت محنت اور کوشش سے تیار کی گئی ہیں۔ ساری کہانیاں بیحد دلچسپ اور مفید ہیں۔ حرف موٹے موٹے سطریں کھلی کھلی اور عبارت بہت آسان۔ بچوں کی دلچسپی کے لئے کتابوں میں خوشنما تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ۔ دوسرا سٹ آٹھ سے گیارہ سال تک کے بچوں کے لئے قیمت للعہ۔ تیسرا گیارہ سال سے چودہ سال تک کے بچوں کے لئے چہر

دوسرا درجہ

نمبر	کتاب	قیمت
۱	[illegible] کا انصاف	۳ر
۲	خزانہ کا مالک	۳ر
۳	چچا مدو	۳ر
۴	دو بہنیں	۳ر
۵	[illegible] بانس والا	۳ر
۶	عقل مند [illegible]	۳ر
۷	[illegible]س کا شہنشاہ	۳ر
۸	سفید کبوتر	۳ر
۹	لال بی بی	۳ر
۱۰	بہن کی محبت	۳ر
۱۱	گل بانو	۳ر
۱۲	مینڈک شہزادہ	۳ر
۱۳	عجیب [illegible]	۳ر
۱۴	احسان کا بدلہ	۳ر
۱۵	[illegible] شہزادی	۳ر
۱۶	[illegible] بونا	۳ر
۱۷	فیاض بیگم	۳ر
۱۸	بدمزاج شہزادی	۳ر
۱۹	پتھر کا شیر	۳ر
۲۰	مغرور شہزادی	۳ر
۲۱	نیکی کا پھل	۳ر
۲۲	بدی کا بدلہ	۳ر
۲۳	[illegible] جوتا	۳ر
۲۴	نقلی شہزادہ	۳ر
۲۵	ابراہیم ثانی	۳ر

تیسرا درجہ

نمبر	کتاب	قیمت
۱	تارہ کی گڑیا	۲ر
۲	شہزادہ عزیز	۴ر
۳	پہاڑی ماں کی کہانی	۳ر
۴	دکھ کے بعد سکھ	۳ر
۵	تقدیر اور تدبیر	۳
۶	پادری کا دلچسپ قصہ	۳ر
۷	چالاک چور	۳
۸	سمندر کی [illegible]	۳
۹	چالاک بلی	۳ر
۱۰	صابر شہزادی	۳
۱۱	بقراط اور جالینوس	۳ر
۱۲	ایک سست لڑکا	۴ر
۱۳	[illegible] کی کہانی	۳ر
۱۴	بھول بھلیاں	۴ر
۱۵	جورو مار راجہ	۳ر
۱۶	لوہے [illegible] کا تماشا	۳ر
۱۷	اپاہج فقیر	۳ر
۱۸	چالاک بھانجا	۳ر
۱۹	سعد اور سعید	۳ر
۲۰	دو بھائی	۲ر
۲۱	شہزادہ جمشید	۳ر
۲۲	جادو کا [illegible]	۳ر
۲۳	[illegible] موت کا جھوٹ	۲ر
۲۴	عجیب [illegible]	۳ر
۲۵	کچھو اور مانو	۲ر

ملنے کا پتہ:۔ **دفتر اخبار پھول لاہور۔**

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۷

پھول

یعنی

چھوٹے بچّوں کا ہفتہ وار دل بہلاؤ

سال بھر کی قیمت محصول سمیت پانچ روپیہ پیشگی ہے

نمبر ۸	لاہور ہفتہ ۔ ۲۵ ۔ فروری ۱۹۳۳ء	جلد ۲۵

پھول

لاہور ۔ ۲۹ ۔ شوال المکرم ۱۳۵۱ھ

فہرست مضامین

٭ پچھلے دنوں قسطنطنیہ میں گونگوں کی ایک بے حد پر لطف کانفرنس ہوئی + بے چارے گونگوں کے زبان تو تھی نہیں ۔ کہ تقریریں کرتے ۔ اس لئے وہ اپنا مطلب سر اور ہاتھوں کے اشاروں سے ادا کرتے رہے + آخری جلسے میں جناب صدر نے جو خود بھی گونگے تھے ۔ تقریر انہی اشاروں میں کہا۔

کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ ہم گونگے حکومت کی کچھ خدمت نہیں کر سکتے لیکن یہ غلط ہے + گو ہم کچھ کہہ سُن نہیں سکتے۔ لیکن ہمارا دماغ دُوسرے انسانوں کی طرح برابر کام کرتا ہے۔ اگر حکومت تُرکی کو ہماری اِمداد کی ضرورت ہو۔ تو ہم ہر طرح خدمت کرنے کو تیار ہیں ✤

سُنا ہے۔ کہ جاپان عنقریب لیگ آف نیشنز (مجلسِ اقوام) کی ممبری سے علیحدہ ہو جائے گا ✤

پچھلے ہفتے امریکہ کے پریزیڈنٹ مسٹر روزویلٹ پر ایک شخص نے بندوق سے پانچ فیر کر دئے۔ مگر آپ بال بال بچ گئے + حملہ آور کو چار الزاموں کے ماتحت بیس بیس سال قید کی سزا دی گئی ہے ✤

آن دنوں رومانیہ میں بہت سے جھگڑے اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ افواہ ہے۔ کہ غالباً شاہ کیرول رومانیہ کے تخت سے علیحدہ ہو جائیں گے ✤

ولایت کے مشہور اخبار نویس سر رابرٹ ڈانلڈ اِنتقال کر گئے ✤

شاہ الفانسو جنہیں ہسپانیہ کے تخت سے اُتار دیا گیا ہے۔ مدراس میں تین دن ٹھہریں گے۔ اور پھر میسور روانہ ہو جائیں گے ✤

معلوم ہُوا ہے۔ کہ لارڈ ولنگڈن وائسرائے ہند بھوپال تشریف لے گئے ہیں ✤

مدراس میں ایک بچّہ پیدا ہُوا۔ جس کے مُنہ پر ناک کے بجائے سُونڈ تھی + بچّہ چند منٹ تک زندہ رہا۔ پھر مر گیا ✤

دہلی کے مشہور شاعر سیّد ناصر نذیر فراق مرضِ فالج سے اِنتقال کر گئے ✤

فریڈرک اور کیتھرائن

کسی گاؤں میں ایک شخص فریڈرک نامی رہتا تھا۔ اس کی بیوی کا نام کیتھرائن تھا۔ اور اُن کی شادی ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہؤا تھا۔ ایک دن فریڈرک کھیت پر کام کرنے چلا۔ تو اپنی بیوی سے رات کے کھانے کے لئے کوئی عمدہ چیز تیار کرنے کو کہہ گیا۔ اس کے جانے کے بعد کیتھرائن نے گوشت کا ایک بڑا ٹکڑا لے کر بھوننا شروع کیا۔ جب بھن کر اُس کی رنگت بادامی سی ہوگئی۔ تو وہ بالٹی لے کر احاطہ میں گئی۔ جہاں گائے بندھی ہوئی تھی۔ اور دودھ دوہنے لگی۔ دودھ دوہتے دوہتے یکایک اسے خیال آیا۔ کہ کتا کھلا ہوا ہے۔ اور گوشت چولھے پر ہے۔ وہ بالٹی کو اسی طرح چھوڑ کر دوڑی۔ تو کیا دیکھتی ہے۔ کہ کتا سچ مچ منہ میں گوشت دبائے بھاگا جا رہا ہے۔ یہ اُس کے پیچھے دَوڑی۔ مگر وہ ہاتھ نہ آیا۔

اس عرصے میں گائے نے لات مار کر دودھ کی بالٹی گرادی۔ جب وہ واپس آئی۔ تو دیکھا۔ کہ سارا دودھ زمین پر گرا پڑا ہے۔ وہ سوچنے لگی۔ اسے کس طرح چھپاؤں۔ کہ فریڈرک نہ دیکھ سکے۔ آخر وہ آٹے کا بورا اُٹھا لائی۔ جو پچھلی فصل میں فریڈرک نے خریدا تھا۔ اور سارا آٹا گرے ہوئے دودھ پر ڈال دیا۔ جس سے احاطے کی زمین سفید نظر آنے لگی کیتھرائن یہ دیکھ کر اپنی عقل مندی پر بہت خوش ہوئی۔

جب فریڈرک آیا۔ تو اس نے کھانا مانگا۔ کیتھرائن نے سارا حال بیان کیا۔ اور کہا۔ ”دیکھو زمین سفید ہونے سے اب احاطہ کیسا خوش نُما معلوم ہوتا ہے“۔

فریڈرک۔ کیتھرائن! تم نے یہ کیا کیا؟ ایک تو گوشت یوں کُھلا چھوڑ دیا۔ دوسرے سارا دودھ بہا دیا۔ اور پھر آٹا بھی ضائع کر دیا۔

کیتھرائن۔ تو ہُوا کیا۔ اگر یہ ایسی ہی بُری بات تھی۔ تو آپ کو پہلے کہہ دینا چاہیئے تھا۔

فریڈرک کے پاس کافی دولت تھی۔ اس نے سوچا۔ بیوی کے طور طریقے یہی رہے۔ تو اس دولت سے بھی ہاتھ اُٹھانا پڑے گا۔ چنانچہ اُس نے کیتھرائن سے کہا۔

”مَیں کچھ خوب صورت پیلے بٹنوں کو بکس میں بند کر کے باغ میں گاڑے دیتا ہوں۔ خبردار نہ تو انہیں کھولیو۔ اور نہ ان کے قریب جائیو“۔

کیتھرائن۔ یونہی سہی۔ میں کبھی ان کے پاس نہیں پھٹکوں گی۔

فریڈرک باہر چلا گیا۔ تو کچھ پھیری والے مٹّی کے برتن بیچتے ہوئے اُدھر سے گزرے۔ اور کیتھرائن سے پوچھا۔ کہ ”آپ کچھ خریدیں گی“؟

کیتھرائن۔ میں خریدنا چاہتی تو ہوں۔ مگر میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں۔ ہاں اگر پیلے بٹن تمہارے کسی کام آسکیں۔ تو انہیں برتنوں کے عوض لے جاؤ۔

برتن والے۔ پیلے بٹن ہمیں دکھاؤ کیسے ہیں؟

کیتھرائن۔ باغ میں جو جگہ میں بتاؤں وہاں سے کھود کر نکال لو۔ میں خود نہیں جا سکتی ✦

یہ کہہ کر اُس نے دُور سے وہ جگہ بتا دی۔ جہاں فریڈرک نے اُنہیں دفن کیا تھا✦ پھیری والوں نے کھود کر دیکھا۔ تو اُن کی آنکھیں کھُل گئیں۔ وہ پیلے بٹن کیا تھے۔ اشرفیوں کا ایک ڈھیر تھا✦ وہ جلد جلد اس ڈھیر کو سمیٹ کر چلتے ہوئے۔ اور کیتھرائن کے پاس بہت سے مٹّی کے باسن چھوڑ گئے✦ کیتھرائن برتنوں کو قرینے سے سجا رہی تھی۔ کہ اُس کا شوہر گھر میں داخل ہؤا ✦

فریڈرک۔ تم کیا کر رہی ہو؟

کیتھرائن (خوش ہو کر) دیکھئے یہ تمام چیزیں میں نے پیلے بٹنوں کے عوض خریدی ہیں۔ لیکن میں نے انہیں چھوا تک نہیں۔ پھیری والے خود ہی کھود کر لے گئے ✦

فریڈرک۔ (ہکّا بکّا ہو کر) آہ تم نے کیسی حماقت کی۔ ہائے وہ تو ساری زندگی کی جمع جتھّا تھی۔ افسوس تم نے مجھے برباد کر دیا ✦

کیتھرائن۔ (گھبرا کر) مجھے کیا معلوم تھا۔ آپ کو مجھ سے پہلے ہی کہنا چاہئے تھا ✦

کیتھرائن کچھ دیر کھڑی سوچتی رہی پھر کہنے لگی" ان لوگوں کا پیچھا کرنا چاہئے۔ یقیناً سونا واپس مل جائے گا"✦

فریڈرک۔ اچھّا کچھ مکھن اور پنیر ناشتے کے واسطے ساتھ رکھ لو ✦

وہ جلد جلد سفر کا سامان درست کر کے چوروں کی تلاش میں گھر سے

نکلے۔ فریڈرک تیز چل رہا تھا۔ اس لئے وہ کیتھرائن سے چند قدم آگے تھا۔ کیتھرائن نے دل میں کہا "کوئی ہرج نہیں۔ جب ہم گھر لوٹیں گے۔ تو میں جتنی اب پیچھے ہوں۔ اُتنی ہی گھر سے نزدیک ہوں گی۔ اور فریڈرک اُتنا ہی دور"۔

کچھ دُور چل کر ایک خالی بیل گاڑی نظر آئی۔ اُنھوں نے غنیمت جان کر اسے کرایہ پر لے لیا۔ اور سوار ہو کر چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد بیل گاڑی پہاڑی کے ایک تنگ راستے سے گزرنے لگی۔ اور دونوں طرف کی جھاڑیاں اُس کے پہیوں تلے آکر کُچلی گئیں کیتھرائن کو ان پر بہت ترس آیا۔ اور درختوں کو موٹا کرنے کے لئے مکھن لُڑھکانے لگی۔ اتنے میں پنیر کا ایک ٹُکڑا ٹوکری میں سے گر کر پہاڑی کے نیچے لُڑھکتا چلا گیا۔ اس نے دوسرا ٹکڑا بھی اسی کے پیچھے لُڑھکا دیا۔ وہ دل میں سمجھتی تھی۔ کہ دوسرا ٹُکڑا پہلے ٹکڑے کو ساتھ لِوا لائے گا۔

تھوڑی دیر کے بعد فریڈرک نے ناشتہ مانگا۔ اس نے رُوکھی روٹی دے دی۔ فریڈرک نے پوچھا۔ مکھن اور پنیر کیا ہُوا؟ تو اس نے مکھن اور پنیر کے گر جانے کا حال بیان کیا۔ اور کہا۔ کہ "پنیر کے دونوں ٹکڑے آتے ہی ہوں گے"۔

فریڈرک۔ (غصّے سے) تم حد درجے کی احمق ہو۔ تمہاری جو بات ہے۔ بے وقوفی سے خالی نہیں۔

کیتھرائن۔ (بگڑ کر) اس میں بے وقوفی کی کون سی بات ہے۔ آپ نے یہ

تو نہیں کہا تھا۔ کہ مکھن اور پنیر یوں نہ پھینکو۔ اب غصہ کیسا۔

مجبوراً دونوں روکھی روٹی کھانے لگے۔ آخر فریڈرک بولا "تم نے آتے وقت مکان کی حفاظت کا انتظام تو کر دیا تھا؟"

کیتھرائن۔ نہیں تو آپ نے مجھ سے کب کہا تھا؟

فریڈرک۔ تو ابھی جاکر انتظام کر آؤ۔ میں یہاں تمہارا انتظار کروں گا۔ اپنے ساتھ کچھ کھانے کو بھی لیتی آنا۔

کیتھرائن نے اپنے شوہر کے حکم کی تعمیل کی۔ اور گھر لوٹ گئی۔ راستے میں اس نے سوچا۔ فریڈرک سرکہ اور کھوپرا شوق سے کھاتے ہیں میں یہی دونوں چیزیں اُن کے لئے لے چلوں گی۔ گھر پہنچ کر اس نے پچھلے دروازے کی کُنڈی لگا دی۔ اور سامنے کے کواڑوں کو اس خیال سے اُکھاڑ لیا کہ یہاں ان کی حفاظت اچھی طرح نہیں ہو سکے گی۔ اُنہیں پیٹھ پر لادا۔ پھر ایک تھیلی میں کھوپرا لیا۔ سرکے کی ایک بوتل اُٹھائی۔ اور چل پڑی۔ جب فریڈرک کے پاس پہنچی۔ اُسے دیکھتے ہی بولی "میں کواڑ اُکھاڑ لائی ہوں یہاں یہ حفاظت سے رہیں گے"۔

فریڈرک۔ تم بھی کس قدر احمق ہو۔ میں نے تمہیں کواڑ بند کرنے کو بھیجا تھا۔ تم انہیں اکھیڑ کر ہی لے آئیں۔ اب جس کا جی چاہے گھر میں گھس جائے۔ خیر اب لائی ہو۔ تو تمہیں انہیں پیٹھ پر اُٹھائے اُٹھائے پھرو۔

کیتھرائن۔ میں کواڑ کو تو لے چلوں گی۔ مگر کھوپرے اور سرکے کا بوجھ

مجھ سے نہیں اُٹھ سکتا۔ اسے آپ اُٹھا لیجئے۔

غرض وہ دونوں چوروں کی تلاش میں آگے بڑھے۔ رات ہو گئی۔ لیکن اُن کا کہیں پتہ نہ چلا۔ وہ رات بسر کرنے کے لئے ایک بڑے درخت پر چڑھ گئے۔ تھوڑی دیر میں چور بھی آ گئے۔ اسی درخت کے نیچے بیٹھ کر آگ جلائی۔ اور آرام کرنے لگے۔ فریڈرک نے اُنہیں دیکھا۔ تو آہستہ آہستہ پیڑ سے اُترا۔ اور بہت سے چھوٹے چھوٹے پتھر لے کر پھر چڑھ گیا۔ اور انہیں ایک ایک کر کے پھینکنے لگا۔ چور سمجھے۔ کہ پیڑوں سے پکے پکے پھل ٹوٹ کر گر رہے ہیں۔ کہنے لگے۔ "صبح ہونے والی ہے۔ کیونکہ ہوا سے پھل گر رہے ہیں"۔

کیتھرائن بیٹھ پر دروازہ لادے بالکل تھک گئی تھی۔ لیکن اُسے خیال تھا۔ کہ یہ اصل میں کھوپرے کا بوجھ ہے۔ چنانچہ اس نے فریڈرک سے کہا۔ "مَیں کھوپرے کو پھینک دوں"؟

فریڈرک ہرگز نہیں۔

مگر کیتھرائن نے نہ مانا۔ اور اُسے پھینک ہی دیا۔ چوروں میں سے ایک نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے۔ کہ اولے پڑ رہے ہیں"۔

کھوپرا پھینکنے کے بعد بھی کواڑ کے بوجھ سے کمر دوہری ہوتی جا رہی تھی۔ لیکن کیتھرائن نے سمجھا۔ کہ یہ سر کے کے بوجھ کا اثر ہے۔ چنانچہ اس نے فریڈرک کے منع کرنے پر بھی سر کے کو نیچے پھینک دیا۔ ایک چور بولا۔ "اوس پڑ رہی ہے"۔

ان دونوں چیزوں کے گرا دینے

کے بعد کینتھرائن کو معلوم ہوا۔ کہ اصل میں کواڑ کے بوجھ نے اُسے اتنا پریشان کر رکھا ہے، چنانچہ فریڈرک سے پوچھا کہ کواڑ پھینک دوں؟ اُس نے بہتیرا منع کیا۔ لیکن کینتھرائن نے ایک نہ مانی۔ اور کواڑ پھینک دیئے، وہ چوروں کے سروں پر بڑے زور سے گرے۔ اور وہ سب ایک ساتھ چلا اُٹھے۔ "ہائے مار ڈالا" پھر کچھ سوچے سمجھے بغیر وہاں سے بے تحاشا بھاگے۔ اور سارا مال گھبراہٹ میں وہیں چھوڑ گئے۔

یہ دیکھ کر فریڈرک بہت خوش ہوا اور اپنی بیوی کی عقل مندی پر پھولا نہ سمایا، اس کے بعد دونوں پیڑ سے اُترے۔ اور اپنی کھوئی ہوئی دولت لے کر گھر آ گئے۔ (ترجمہ) ہمشیرہ ایم۔ ایس احمد

دادا بھائی ناروجی

ہندوستان میں آج تک جتنے لیڈر گزرے ہیں۔ اُن میں دادا بھائی ناروجی بہت مشہور ہیں، وہ ۴ ستمبر ۱۸۲۵ء کو بمبئی میں پیدا ہوئے، ان کی عُمر ابھی چار ہی سال کی تھی۔ کہ اُن کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اس لئے ان کی پرورش کا انتظام ان کی والدہ کو کرنا پڑا، ان کی والدہ نہایت عقل مند تھیں۔ اُنہوں نے انہیں بہت اچھی تعلیم دلوائی، دادا بھائی ناروجی اکثر کہا کرتے تھے "جو مرتبہ اور شُہرت میں نے پائی ہے۔ وہ سب میری والدہ کی وجہ سے ہے"۔

ان کی والدہ چونکہ غریب تھیں۔ اس وجہ سے وہ ایسے اسکول میں

داخل ہو گئے۔ جہاں تعلیم مُفت دی جاتی تھی۔ جب وہ اسکول کی پڑھائی ختم کر چکے۔ تو الفنسٹن کالج میں داخل ہو گئے۔ یہاں پر بہت سے وظیفے اور انعام حاصل کئے۔ جب بیس برس کے ہوئے۔ تو تمام بمبئی میں اُن کی دُھوم مچ گئی۔ چنانچہ بمبئی کے چیف جسٹس نے آدھا خرچ خود اُٹھا کر اور آدھا خرچ ایک سیٹھ سے لے کر انہیں انگلستان بھیجنے کی تجویز کی۔ لیکن یہ تجویز پُوری نہ ہو سکی۔ کیونکہ ہندوستان کو اس وقت دادا بھائی کی بہت ضرورت تھی۔

اس کے بعد دادا بھائی نے ایک اسکول میں نوکری کر لی۔ ایک دفعہ جب اسکول میں انعام تقسیم کئے جا رہے تھے۔ تو پرنسپل نے انہیں حساب میں قابل ہونے کی وجہ سے ایک سونے کا تمغہ دیا۔ اسی زمانے میں سائنس کے انگریز پروفیسر کا اِنتقال ہو گیا۔ اور دادا بھائی سائنس بھی پڑھانے لگے۔ اس کے بعد وہ انگلستان بھی ہو آئے۔ اور بمبئی میں پہلا لڑکیوں کا اسکول اُنہوں نے ہی کھُلوایا۔ گو شروع شروع میں اکثر لوگوں نے اس کی بڑی مخالفت کی۔ لیکن پھر خاموش ہو گئے۔

۱۸۵۱ء میں اُنہوں نے گجراتی زبان میں ایک ہفتہ وار اخبار "راست گفتار" جاری کرایا۔ اور دو سال تک نہایت کامیابی سے چلایا۔ اب انہیں روپے پیسے کی طرف سے بھی کوئی تنگی نہ رہی تھی۔ اس زمانے میں وہ کاما اینڈ کمپنی کے نمائندے ہو کر پھر انگلستان گئے۔

وہاں جاکر وہ یونی ورسٹی کالج لندن میں گجراتی کے پروفیسر ہو گئے۔ اور سینیٹ کے ممبر بھی بن گئے۔ چنانچہ انہوں نے ہندوستانیوں کی مشکلوں اور ضرورتوں کو نہایت اچھّی طرح بیان کیا۔ لیکن وہ جس قوم کے نمائندے ہو کر گئے تھے۔ اس کا دیوالہ نکل گیا۔ اور تین لاکھ کا نقصان ہو گیا۔ چند سال بعد وہ بمبئی واپس آئے۔ جہاں اُن کا بڑی دھوم دھام سے استقبال کیا گیا۔ اور لوگوں نے چندہ جمع کر کے ان کا بُت بنوایا۔

۱۸۷۴ء میں ملہار راؤ والی بڑودہ نے انہیں اپنا دیوان مقرر کر دیا۔ اس زمانہ میں بڑودہ کی حالت نہایت ہی خراب تھی۔ لیکن دادا بھائی کی کوششوں سے ملک میں پھر امن قائم ہو گیا۔ جب وہ تیسری مرتبہ انگلستان گئے۔ تو ہاؤس آف کامنز کے ممبر بھی ہو گئے۔ لیکن صرف تین سال تک ممبر رہ سکے کیونکہ پھر دوسری پارٹی زور پکڑ گئی۔ جب دادا بھائی واپس آئے۔ تو لوگوں نے ان کی گاڑی کو خود گھسیٹا۔ اس کے بعد تین مرتبہ اَور ولایت گئے۔

اپنی عُمر کے آخری حصّے میں یہ ایک گاؤں میں جاکر رہنے لگے۔ لیکن چونکہ آپ کی صحت خراب ہو گئی تھی۔ اس لئے ۱۹۱۷ء میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ ہندوستان کے ہر حصّے میں آپ کا ماتم کیا گیا۔ اور لوگوں نے بہت ہی افسوس کیا۔ دادا بھائی نارو جی خود تو مر گئے۔ لیکن ان کا نام کبھی نہیں مر سکتا۔ اور جب تک دُنیا قائم ہے۔ ان کا نام نہایت عزّت سے لیا جائے گا۔

طاہر غلام ناصر خاں (لاہور)

آنکھ مچولی

(۱)

ایک دن میاؤں میاؤں اور خُرخُر دو ننھّی ننھّی بلیاں لائبریری کے کمرے میں گئیں۔ دیکھتی کیا ہیں۔ کہ دری پر ایک بہت بڑی کتاب (ڈکشنری) پڑی ہے۔ میاؤں میاؤں خُرخُر سے کہنے لگی "آؤ۔ آنکھ مچولی کھیلیں۔ تم کتاب کے ایک طرف چھُپ جاؤ۔ میں دوسری طرف چھُپ جاتی ہوں۔ پھر دیکھتے ہیں۔ ہم دونوں میں سے پہلے کون دُوسری کو پکڑتا ہے"۔

خُرخُر نے جواب دیا۔ "بہت خوب"۔

(۲)

خُرخُر دل میں کہنے لگی "۔او ہو۔ خوب ترکیب سُوجھی۔ میں تو

میاؤں میاؤں کو کتاب کے اُوپر سے کُود کر پکڑ لوں گی"۔ اِدھر میاؤں میاؤں کو بھی یہی خیال آیا۔ وہ دل میں کہنے لگی۔"کیوں نہ میں خُرخُر کو

کی دونوں دل میں سمجھ رہی تھیں۔ یہ ترکیب میرے سوا اَور کسی کو نہیں سُوجھ سکتی۔ اور وہ اپنی اپنی عقلمندی پر پھُولی نہ سماتی تھیں۔ میاؤں میاؤں

اُوپر سے کُود کر پکڑ لوں۔ بہ شرط تھوڑا ہی ہے۔ کہ اُوپر سے کُود کر نہ پکڑا جائے"۔

(۳)

میاؤں میاؤں اور خُرخُر دونوں
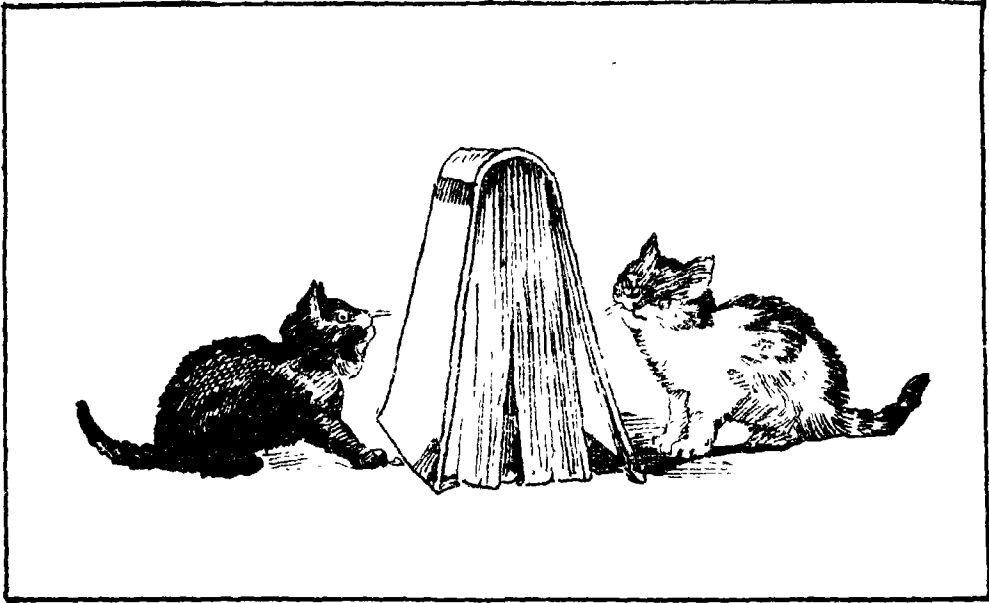
کا خیال تھا۔ کہ جب اس طرح میں خُرخُر سے بازی لے جاؤں گی۔ تو وہ حیران رہ جائے گی۔ اُدھر خُرخُر بھی یہی اُمید لئے بیٹھی تھی۔ دونوں ایک ہی وقت کُودیں۔ کتاب کے

اُوپر دونوں کی ٹکر ہوئی + آنکھوں تلے

(۴)
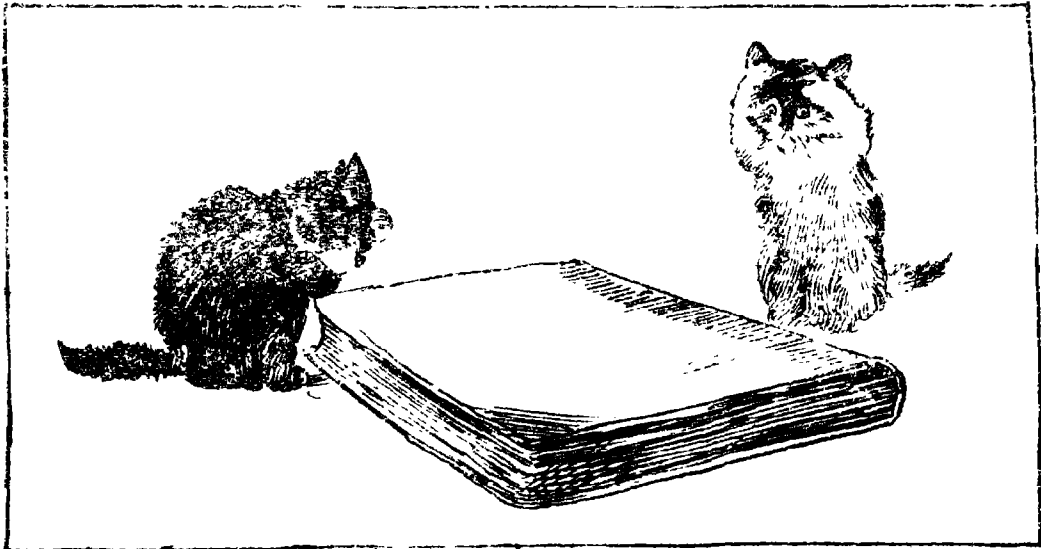
اندھیرا ہی تو آگیا +

کتاب زمین پر گر پڑی ۔ میاؤں میاؤں

ور خر خر سر تھام کر بیٹھ گئیں۔ چوٹ
خوب آئی تھی۔ مگر پھر بھی دونوں
س خیال سے خوش تھیں۔ کہ ہم
دونوں میں سے کوئی ہاری تو نہیں۔

سرور ی عبد الکریم

دلچسپ معلومات

ا۔ جاپان کے سائنس دانوں نے
ایک آلہ ایجاد کیا ہے۔ جو گدھ کی
شکل کا ہے۔ اس آلے میں یہ خوبی
ہے۔ کہ جہاں سانپ جا رہا ہو۔ اس
پر گدھ کی طرح ٹوٹ پڑتا ہے۔ اور
پھر لطف یہ۔ کہ اس آلے کا چلانے
والا چاہے کتنی ہی دور کیوں نہ ہو
مگر جب چاہے اسے ٹھہرا لیتا ہے۔

محمد نذر اللہ شریف بسون گڑھی ننگلور

۲۔ جرمنی میں پولیس والوں کے
لئے ایک آلہ تیار کیا گیا ہے۔ جسے
وہ اپنی کلائی پر گھڑی کی طرح باندھتے
ہیں۔ اس آلے میں یہ خوبی ہے۔
کہ جب کوئی بدمعاش یا چور اُن پر
حملہ کرتا ہے۔ تو اسے بجلی کا سخت
جھٹکا لگتا ہے۔ اور وہ تھوڑی دیر
کے لئے بے سُدھ ہو کر گر پڑتا ہے۔

۳۔ مسٹر ڈین جن کی عمر چالیس سال
کے لگ بھگ ہے۔ دُنیا میں سب سے
بڑا دماغ رکھتے ہیں۔ آپ نے اپنا
سر ایک امریکن سائنس دان کے
ہاتھ پچاس ہزار فرینک میں بیچ دیا
ہے۔ مسٹر ڈین کے مرنے کے بعد وہ
سائنس دان اُن کا دماغ نکال کر امریکہ
لے جائے گا۔ اور اُس پر تجربے کرے گا۔

نرمل فتح آبادی۔ ضلع حصار

تصانیف محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ

امتیاز پہیلی
ننھے بچوں کے لئے کہانیوں کی نہایت سادہ اور آسان کتاب۔ جو قاعدہ پڑھنے کے بعد پڑھی جا سکتی ہے۔ باتصویر ۳ر ۱۱ پائی

تاج گیت
اس کتاب میں ننھے بچوں کے لئے بہت آسان گیت لکھے ہیں۔ جو دو تین دفعہ پڑھنے سے خود بخود یاد ہو جاتے ہیں۔ ۱ر ۔ پائی

تاج پھول
ایسی فائدہ مند باتیں ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے بچے سب کی آنکھ کا تارا بن جاتے۔ قیمت ۲ر ۹ پائی

ریاض پھول
محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ کی وہ بہت دلچسپ کہانیاں جو پھول میں چھپ کر بہت پسند کی گئی تھیں۔ ۳ر ۹ پائی

دلچسپ کہانیاں
ننھے بچوں کے لئے ۲۲ دلچسپ اور پُرلطف کہانیوں کی بہت عمدہ کتاب۔ باتصویر۔ قیمت ۳ر ۱۱ پائی

دل پسند کہانیاں
وہ کہانیاں جو دہلی میں مائیں بچوں کو سناتی ہیں۔ اُن ہی کی ٹھیٹھ بولی میں۔ باتصویر۔ قیمت ۵ر

تین بہنوں کی کہانی
تین بہن بھائیوں میں سے کس طرح بہن بولتی چڑیا گانے والا درخت اور سنہری فوارہ پہاڑ پر سے لے آئی۔ ۳ر ۔

علی بابا چالیس چور
جنھوں نے لوٹ مار کا مال ایک جادو کے غار میں جمع کر رکھا تھا۔ کس طرح ایک ہوشیار لڑکی کے ہاتھ سے تمام ہوئے۔ ۲ر ۹ پائی

آج کل
آج کا کام کل پر ٹالنے سے ایک کھاتے پیتے گھر کی عورت کی زندگی کیونکر برباد ہو گئی۔ بہت پُر اثر قصہ۔ جن بہنوں کو آج کا کام کل پر ٹالنے کی عادت ہو۔ وہ اس قصے کو ضرور پڑھیں۔ قیمت ۳ر ۲ پائی

شریف بیٹی
ایک غریب اور سگھڑ لڑکی کی دلچسپ کہانی۔ جو اپنی ہمت اور استقلال سے ترقی کرتے کرتے امیر کبیر بن گئی۔ ۲ر ۔ پائی

چندن ہار
ناچ تماشے کی چیزیں استعمال کرنے سے کیا کیا دُکھ اُٹھانے پڑتے ہیں۔ اس مضمون پر بے حد موثر قصہ۔ ۱ر ۱۱ پائی

انگریزی گریمر
ایک بہت چھوٹی سی گریمر جس میں انگریزی سیکھنے کی تمام ضروری باتیں لکھی گئی ہیں۔ قیمت ۲ر

چوہے بلی نامہ
ایک دفعہ چوہوں اور بلیوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ اس لڑائی کا حال بہت مزے کی نظم میں۔ باتصویر۔ قیمت ۱ر

ملنے کا پتہ:۔ دفتر اخبار پھول۔ لاہور

Title & Picture Printed at the Victoria Press, Ry. Road, Lahore.

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷

پھول

یعنی

چھوٹے بچوں کا ہفتہ وار دل بہلاؤ

سال بھر کی قیمت محصول سمیت پانچ روپیہ پیشگی ہے

جلد ۲۵ | لاہور ہفتہ ۔۴۔ مارچ ۱۹۳۳ء | نمبر ۹

پھول

لاہور۔۶۔ ذیقعد ۱۳۵۱ھ

فہرست مضامین

ٹوکیو سے خبر آئی ہے۔ کہ صوبہ جیہول میں چینی اور جاپانی فوجوں میں زبردست جنگ شروع ہوگئی ہے، جاپانیوں نے ایک مقام نان لنگ پر قبضہ کرلیا ہے۔ اور اب پوئی پیاؤ کی طرف بڑھ رہے ہیں، انہوں نے چینی فوج کے کمان دار کو الٹی میٹم دیا ہے۔ کہ ۲۴ گھنٹوں کے اندر جیہول خالی کردے ٭

مصر کے وزیر اعظم صدقی پاشا پر فالج گرا۔ جس سے آپ کا ہاتھ بالکل بے کار ہو گیا*

پچھلے ہفتے واشنگٹن (امریکہ) کے ڈاک خانہ میں ایک بم پھٹ گیا* معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ بم ایک پارسل میں بند کر کے امریکہ کے نئے پریزیڈنٹ مسٹر روزولٹ کے نام بھیجا گیا تھا*

ان ہی دنوں انگلستان کے سر مالکم کیمبل نے اپنی موٹر کار "بلیو برڈ" پر ایک گھنٹے میں ۲۷۲ میل کا سفر طے کیا* کہتے ہیں۔ کہ اس سے پہلے کوئی شخص اتنی تیزی سے موٹر نہیں چلا سکا*

بنگال میں پہلی مرتبہ ۱۷ عورتوں کو آنریری مجسٹریٹ مقرر کیا گیا ہے* ان میں دس بنگالی - چار یورپین دو مسلمان اور ایک پارسی بی بی ہیں*

ترچنا پلی میں ایک دونی کے لئے دو بھائیوں میں جھگڑا ہو گیا۔ ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو قتل کر ڈالا* اُسے سرکار نے کالے پانی کی سزا دی*

پچھلے ہفتے علی گڑھ میں پنجاب یونیورسٹی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی فٹ بال کی ٹیموں کا مقابلہ ہوا* پنجاب یونیورسٹی نے پانچ گول کئے۔ لیکن مسلم یونیورسٹی ایک گول بھی نہ کر سکی*

علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال انگلستان سے واپس آ گئے*

ہاپوڑ کے ایک سیٹھ جگت رام کے گھر کو آگ لگ گئی* دو لاکھ روپے کے نوٹ جل کر راکھ ہو گئے*

مسٹر سوباش چندر بوس علاج کے لئے یورپ روانہ ہو گئے*

تین شہزادیاں

گوہر تاج - قمر تاج اور عالم تاج تینوں شہزادیاں نہایت ہی خوب صورت عقل مند اور رحم دل تھیں - یہی وجہ تھی - بادشاہ نے اب تک کوئی فیصلہ نہ کیا تھا - کہ اپنا جانشین کسے بناؤں +

جب وزیروں نے بادشاہ کو بہت تنگ کیا - تو اُس نے ملکہ سے مدد چاہی - ملکہ بھی اِسی شش و پنج میں تھی - آخر بڑے غور کے بعد اُسے ایک بات سُوجھی - کہنے لگی "تینوں شہزادیوں سے کہو - کہ وہ ایک ایک تحفہ لائیں - جس شہزادی کا تحفہ سب سے عمدہ ہو - وہی تخت کی وارث بنے" +

بادشاہ کو یہ بات پسند آئی - اور دوسرے روز تینوں شہزادیاں تحفہ لانے کے لئے محل سے روانہ ہوگئیں +

تینوں شہزادیوں کے روانہ ہونے کا ڈھنگ جُدا تھا - شہزادی گوہر تاج نے چھ گھوڑوں کی گاڑی تیار کروائی اور بڑی آن بان سے نکلی + شہزادی قمر تاج چار بہادر افسروں کو ساتھ لے - اپنے خوب صورت عربی گھوڑے پر سوار ہوئی + مگر شہزادی عالم تاج نے صرف اپنی چھتری سنبھالی - اور بادشاہ اور ملکہ کو سلام کر کے پیدل ہی چل دی +

ایک ہفتے کے بعد شہزادی گوہر تاج واپس آگئی - وہ ایک بیش بہا موتیوں کی مالا لائی + یہ تحفہ اُسے کسی اندھے بادشاہ نے دیا تھا - جس کا دل شہزادی نے اپنے میٹھے راگ سُنا کر خوش کیا تھا + اس مالا میں یہ خوبی تھی - کہ اپنے پہننے

والے کو سدا خوب صورت اور جوان رکھتی تھی۔ بہت سے وزیروں کو یہ تحفہ پسند آیا۔

ایک مہینے کے بعد شہزادی قمر تاج لَوٹی۔ وہ جو تحفہ لائی۔ وہ ایک تلوار تھی۔ جو لڑائی میں اپنے مالک کو دشمن پر فتح دلا سکتی تھی۔ یہ تحفہ شہزادی کو کسی شہزادے کی جان بچانے کے صلے میں دیا گیا تھا۔

اب دونوں شہزادیاں تو آ گئی تھیں۔ صرف شہزادی عالم تاج کے آنے کی کسر تھی۔ موسم بہار گزر گیا۔ لیکن عالم تاج کا کہیں پتہ نہ تھا۔ وہ اپنے محل سے تیس کوس دُور ایک ندی کے کنارے سر جھکائے بیٹھی تھی۔ اور سوچ رہی تھی۔ کہ گھر کیسے پہنچوں۔ اُس کے پاس کوئی تحفہ نہ تھا۔ اور واپس جانے میں صرف ایک دن رہ گیا تھا۔ کل فیصلہ سُنا دیا جائے گا۔ لیکن اسے پروا نہ تھی۔ وہ سوچ رہی تھی۔ کہ میں اپنی عُمر جنگلوں ہی میں بسر کر دوں گی۔ اور جہاں تک ہو سکے گا۔ غریبوں کی مدد کروں گی . . . .

یکایک کسی نے اُونچی آواز میں اُس کا نام لیا۔ وہ چونک پڑی۔ سر اُٹھا کر دیکھا۔ تو ایک ننّھا مُنّا بونا کھڑا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "شہزادی تم نے اپنا وقت یوں ہی ضائع کر دیا۔ تمہارے پاس ابھی تک کوئی تحفہ نہیں۔ بتاؤ تم نے اتنے دنوں میں کیا کُچھ کیا ہے؟"

شہزادی کی نرگسی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اُس نے جواب دیا۔ "مَیں نے کئی بچّوں کے ساتھ کھیل کر

ان کو خوش کیا ہے۔ کئی ماؤں کے کاموں میں اُن کا ہاتھ بٹایا ہے۔ کئی اندھوں کو راستے پر لگایا ہے۔ لنگڑے لولوں کی مدد اور بیماروں کی دوادارو کی ہے۔ مگر یہ جو کچھ کیا۔ کسی لالچ کی وجہ سے نہیں کیا۔ دوسرے اُن کے پاس تھا ہی کیا۔ جو مجھے دیتے۔ سچ پوچھو۔ تو مجھے تحفے کا خیال ہی نہ رہا تھا۔ اب اگر مجھے تحفہ نہ ملا۔ تو میں اپنا یہ ہی کام جاری رکھوں گی کیونکہ مجھے اس میں بہت خوشی حاصل ہوتی ہے"۔

بونے نے ناچتے ہوئے کہا "ہاہا تم نے اپنا وقت بالکل ضائع کر دیا۔ تمہیں تو کسی بادشاہ کی مدد کرنی چاہئے تھی"۔

شہزادی نے غصے سے کہا "بس چپ رہو۔ میں نے جو کچھ کیا۔ اپنی مرضی سے کیا۔ تم دخل دینے والے کون ہو؟"

بونا بولا "شہزادی خفا نہ ہو۔ لے میں تجھے ایک تحفہ دیتا ہوں"۔

یہ کہہ کر بونے نے اپنی ٹوپی سے ایک پر نکالا۔ اور شہزادی کو دے کر کہا "اس میں یہ خوبی ہے۔ کہ یہ جس کے پاس ہوتا ہے۔ اُسے غریبوں کی مدد کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے"۔

اتنا کہہ کر بونا غائب ہو گیا۔

محل میں بڑی دھوم دھام تھی دربار سجا ہوا تھا۔ رعایا میں سے بڑے بڑے لوگ جمع تھے۔ مگر بادشاہ اور ملکہ بہت غمگین تھے۔ کیونکہ عالم تاج کا اب تک کچھ پتہ نہ تھا۔ یکایک ایک طرف سے شور اُٹھا۔ بادشاہ نے اُٹھ

کر دیکھا۔ تو شہزادی عالم تاج چلی آرہی تھی۔ اُس نے آتے ہی بادشاہ اور ملکہ کو آداب کہا۔ بادشاہ نے پوچھا۔ "بیٹی تمہارا تحفہ کہاں ہے؟"

شہزادی نے پَر کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ "یہ رہا"۔

بادشاہ۔ ملکہ۔ شہزادیاں اور سب لوگ حیرانی سے شہزادی عالم تاج کا مُنہ تکنے لگے۔ آخر پنچوں نے کہا۔ کہ ترازو منگائی جائے۔ جس شہزادی کی چیز وزن میں زیادہ ہوگی۔ وہی جانشین بنائی جائے گی۔ جب ترازو آگئی۔ تو پہلے شہزادی گوہر تاج کی موتیوں کی مالا ایک پلڑے میں رکھی گئی۔ اور دوسرے میں شہزادی عالم تاج کا پر۔ موتیوں کی مالا والا پلڑا اُوپر اُٹھ گیا۔ اور پَر کا پلڑا نیچے آرہا۔ سب تعجب سے یہ دیکھ رہے تھے۔ پھر شہزادی قمر تاج کی تلوار اور پَر کا تول ہوا۔ اب بھی پَر وزن میں زیادہ نکلا۔ سب حیران کھڑے تھے۔ کہ اتنے میں وہی بونا جس نے شہزادی کو تحفہ دیا تھا۔ آکھڑا ہوا۔ اس نے لوگوں کو بتایا۔ کہ ان دنوں شہزادی عالم تاج نے کیا کیا نیک کام کئے۔ اور یہ پَر بھی اسی لئے دیا گیا ہے۔ کہ اُس کے کاموں میں آسانی ہو۔ آخر میں اُس نے کہا۔ "بادشاہ اُسے بنانا چاہئے۔ جو غریبوں کی بہتری کا خیال رکھے"۔

بونا یہ کہہ کر غائب ہوگیا۔ یکایک سب لوگ چلّا اُٹھے۔ "شہزادی عالم تاج زندہ باد"۔

دولت خانم بنت حاجی عبداللہ ہارون
کراچی

میٹر ہارن کی مہم

پُرانے زمانے کے لوگ الپس کے اُونچے اُونچے پہاڑوں کو خوف کی نظروں سے دیکھا کرتے تھے۔ اُن کا خیال تھا۔ کہ ان پہاڑوں کی چوٹیوں پر دیوتا رہتے ہیں۔ اُن دنوں انسان ان پہاڑوں سے اس لئے ڈرتا تھا۔ کہ وہ ان سے اچھی طرح واقف نہیں تھا۔ مدتوں کے بعد جب اُسے پہاڑوں کے متعلق پورا پورا علم حاصل ہوا۔ اور وہ ان کی بناوٹ کو سمجھنے لگا۔ تو یہ ڈر بھی جاتا رہا۔ اور آج تو یہ حال ہے۔ کہ الپس کے کوہستان کو یورپ کے کھیل کا میدان سمجھا جاتا ہے۔

ہر سال جاڑے میں ہزاروں آدمی سوئٹزرلینڈ جاتے۔ اور کھیل تماشوں میں حصہ لیتے ہیں۔ گرمیوں کی رُت آتی ہے۔ تو وہ اس کی چوٹیوں پر چڑھ کر لُطف اُٹھاتے ہیں۔ ان پہاڑوں پر چڑھنا آسان ہے۔ اب الپس کی کوئی چوٹی ایسی نہیں ہے۔ جس پر انسان نے اپنی فتح مندی کا جھنڈا نہ گاڑ دیا ہو۔

انسان الپس کی سب سے اُونچی چوٹی کو جو سولہ ہزار فُٹ بلند ہے۔ فتح کر چکا ہے۔ اور اب مونٹ ایورسٹ اور ہمالیہ کی دوسری چوٹیوں پر چڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جو الپس سے دُگنی اُونچی ہیں۔

الپس کی چوٹیوں میں سے میٹر ہارن کی چڑھائی بہت بڑی کامیابی تھی۔ یہ چوٹی ۱۴۷۰۵ فُٹ اُونچی ہے۔ اس کی ڈھلوانیں ایک طرف تو اٹلی کے

سامنے ہیں۔ اور دوسری طرف فرانس کے سامنے۔ اس کو فتح کرنے کا سہرا ایک انگریز مسٹر ایڈورڈ وہمپر کے سر ہے۔ مسٹر وہمپر نے اس چوٹی پر چڑھنے کا ارادہ ۱۸۶۱ء میں کیا۔ اور اس ڈھلوان کی طرف سے چڑھنا شروع کیا۔ جس کا رُخ اٹلی کی طرف ہے۔ اس زمانے کے لوگوں کا خیال تھا۔ کہ میٹر ہارن پر کوئی نہیں چڑھ سکتا۔ صرف ایک شخص کارل نام ایسا تھا۔ جو اس بات کو ممکن سمجھتا تھا۔ یہ شخص پہاڑوں پر چڑھنے والوں کی رہنمائی کیا کرتا تھا۔

ایڈورڈ وہمپر نے رہنماؤں کو ساتھ لے کر کئی بار میٹر ہارن پر چڑھنے کی کوشش کی۔ اور ایک مرتبہ وہ بالکل اکیلا تھا۔ اس دفعہ وہ پہلے کی نسبت بہت زیادہ بلندی پر جا پہنچا۔ لیکن نیچے اُترنے لگا۔ تو گر پڑا۔ اور چٹانوں اور برف پر سے لُڑھکتا ہوا نیچے جا پہنچا۔ اس کے سر پر پانچ چھ چوٹیں آئیں۔ اور وہ پچاس ساٹھ فُٹ تک لٹُو کی طرح گھومتا اور گیند کی طرح اُچھلتا چلا گیا۔ لیکن خدا کی قُدرت سے ایک چٹان کی لگر کے پاس پہنچ کر رُک گیا۔ اگر وہ اس سے دس فُٹ اَور نیچے چلا جاتا۔ تو جان کی خیر نہ تھی۔ کیونکہ اس چٹان سے آٹھ سَو فُٹ نیچے ایک بہت بڑا گلیشیر تھا۔

اس واقعہ سے اس کی ہمت میں کوئی فرق نہ آیا۔ وہ جوں توں کر کے ایک محفوظ مقام پر پہنچ گیا۔ اور دوسرے سال پھر میٹر ہارن کو فتح کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس دفعہ بھی کامیابی

نہ ہوئی۔

اُس نے سمجھ لیا۔ کہ اس طرف سے میٹرہارن پر چڑھنا ناممکن ہے۔ اب اس نے سوئٹزرلینڈ کی طرف سے چڑھنے کا ارادہ کیا۔ وہ زرآمٹ نام ایک مقام پر پہنچا۔ تو وہاں اسے کچھ اَور لوگ مل گئے۔ جو اسی ارادے سے آئے ہوئے تھے۔ ان میں ایک شخص مسٹر ہڈسن تھا۔ اس کے ساتھ ایک اَور نوجوان مسٹر ہیڈو نام تھا۔ ان لوگوں نے اسی رہنما سے معاملہ طے کر لیا تھا۔ جسے وہمپر اپنے ساتھ لایا تھا۔ یہاں لارڈ فرانس ڈگلس بھی وہمپر سے آملے۔ ان کے ہمراہ ایک رہنما ٹاگ والڈر اور اس کے دو بیٹے بھی تھے۔ یہاں انہیں خیال آیا۔ کہ ہم سب کو مل کر میٹرہارن کو سر کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

چنانچہ ۱۳ جولائی ۱۸۶۵ء کو صبح کے پانچ بجے وہ اس مُہم پر روانہ ہوئے۔ اس وقت آسمان بالکل صاف تھا۔ کہیں بادل کا نشان نظر نہ آتا تھا۔ وہ سب آٹھ آدمی تھے۔ کروز اور ٹاگ والڈر دو رہنما تھے۔ اور دو ٹاگ والڈر کے بیٹے جو سامان اُٹھائے ہوئے تھے۔ باقی لارڈ فرانس ڈگلس۔ مسٹر وہمپر مسٹر ہڈسن اور مسٹر ہیڈو۔

پہلے دن تو وہ آہستہ آہستہ چلے۔ اور گیارہ ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچ گئے۔ یہاں انہوں نے خیمے گاڑ دیئے۔ کروز اور ٹاگ والڈر کے ایک بیٹے پیٹر کو یہ دیکھنے کے لئے بھیجا گیا۔ کہ اس سے اُوپر کیا ہے۔ اُنہوں نے آکر بتایا۔ کہ اس سے آگے راستہ مشکل

نہیں ۔

دوسرے دن صبح ہوتے ہی یہ سب چل دیئے۔ پیٹر تو رہنما کے طور پر اُن کے ساتھ تھا۔ لیکن اس کے بھائی کو زرامٹ بھیج دیا گیا۔ جہاں سے مہم روانہ ہوئی تھی۔ اُنہوں نے اچھا خاصا سفر طے کر لیا۔ کبھی وہمپر رہنمائی کرتا تھا۔ اور کبھی ہڈسن۔ وہ راستے میں ایک دو مقاموں پر ٹھہرے۔ چودہ ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچ کر آگے چلنا مشکل ہو گیا۔ اب چڑھائی زیادہ کٹھن ہو گئی تھی۔ اور جا بجا برف پر یخ کی تہہ جمی ہوئی تھی۔ پھر بھی اُن لوگوں نے ہمت نہ ہاری۔ اور برابر چڑھتے چلے گئے۔ آخر وہ ایک ایسے مقام پر جا پہنچے۔ جس سے آگے صرف دو سو فٹ چڑھنا باقی رہ گیا تھا۔

اب اَور سُنئیے۔ وہمپر کی جماعت کے چلنے سے دو دن پہلے اٹلی کے سیاحوں کی ایک جماعت کارل نام رہنما کو ساتھ لے کر اٹلی والی ڈھلوان کی طرف سے میٹر ہارن پر چڑھنے روانہ ہو چکی تھی۔ وہمپر اور اُس کے ساتھیوں کو اندیشہ لگا ہوا تھا۔ کہ کہیں یہ لوگ ہم سے پہلے میٹر ہارن کو سر نہ کر لیں۔

مسٹر وہمپر کا بیان ہے۔ کہ راستہ بھر ہم انہیں لوگوں کا ذکر کرتے رہے اور کئی مرتبہ ہمیں شُبہ ہُوا۔ کہ وہ ہم سے پہلے چوٹی پر پہنچ چکے ہیں۔ جوں جوں آگے بڑھتے جاتے تھے۔ یہ کھٹکا بڑھتا جاتا تھا۔

جب کٹھن چڑھائی ختم ہولی۔ تو میں اور کروز اپنے ساتھیوں سے الگ

ہو کر بڑی تیزی سے بھاگے۔ اور چوٹی پر جا پہنچے۔ ایک بج کر چالیس منٹ پر مسٹر ہارن سر ہوئی۔ اب ساری دُنیا ہمارے قدموں تلے تھی۔

(باقی پھر)

اڈیٹر

خوب سزا دی

نسیم بہت ہی شریر لڑکا تھا۔ دوسرے لڑکوں اور بچّوں کو ستانے کی گویا اس نے قسم کھا رکھی تھی۔ مثلاً اگر کوئی چھوٹا سا بچّہ اسے سڑک پر جاتا ہوا مل جاتا۔ تو وہ جان بُوجھ کر اس کے پاس سے گزرتا۔ چلتے چلتے اسے زور سے کُہنی مارتا۔ اور جب وہ مُنہ کے بل گر پڑتا۔ اور رونے لگتا۔ تو یہ کھل کھلا کر ہنستا ہوا بھاگ جاتا۔

اب دوسری مثال سنو۔ ایک دن اپنے دوست احمد سے کہنے لگا "مَیں تمہاری ہتیلی میں سے سُوئی پار کر دوں گا۔ اگر تمہیں ذرا سی بھی تکلیف ہو۔ تو میرا ذِمہ"۔ وہ بے چارہ اس کے داؤں میں آگیا۔ اور ہتیلی آگے کو بڑھا دی۔ نسیم نے زور سے سُوئی چبھو دی۔ خون نکل آیا۔ اور وہ یہ کہتا ہوا وہاں سے چل دیا۔ کہ "بے وقوف کبھی سُوئی بھی ہتیلی کے پار ہوئی ہے"۔

اس کے دو تین دن بعد ننھا محمود خوش خوش پھر رہا تھا۔ نسیم کہنے لگا۔ "آج تو تمہارا چہرہ بہت ہشاش بشاش نظر آرہا ہے۔ کیوں کیا کوئی خاص وجہ ہے؟"

محمود نے اپنی کلائی پر سے کوٹ کی آستین پیچھے سرکائی۔ اور کلائی آگے بڑھا کر کہنے لگا "لو۔ دیکھو۔ میں خوش کیوں نہ ہوں۔ ابّا جان اور امّی جان نے آج مجھے کلائی پر باندھنے کی ایک گھڑی لے دی ہے۔ اور مجھے گھڑی لینے کا بہت شوق تھا"۔

نسیم فوراً بول اُٹھا "مجھے ایک منتر آتا ہے۔ جس سے میں ایک چیز کی دو بنا لیتا ہوں۔ لاؤ۔ اپنی گھڑی مجھے دو۔ اور میں ابھی اِس کی دو کرکے دکھا دیتا ہوں"۔

محمود دل میں کہنے لگا "آج جب مجھے یہ گھڑی ملی تھی۔ تو میری چھوٹی بہن فرحت کیسی للچائی للچائی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اُس نے کہا تھا۔ کاش میرے پاس بھی ایسی ہی گھڑی ہوتی! وہ ابھی بہت چھوٹی ہے۔ اس لئے ابّا جان تو اُسے گھڑی لے کر دینے کے نہیں۔ کیوں نہ میں ہی اس کے لئے دوسری گھڑی کا انتظام کر دوں۔ جادو کے زور سے تو سب کچھ ہو جاتا ہے۔ ابھی پرسوں ہی کی بات ہے۔ کہ ایک مداری نے جادو کی کرامات سے ایک روپیہ کے کتنے ہی روپے بنا لئے تھے"۔

اِتنے میں نسیم بول اُٹھا "کیوں۔ تم تو سوچ میں پڑ گئے۔ بولو۔ کیا صلاح ہے۔ نہیں تو میں گھر جا رہا ہوں"۔

محمود نے گھڑی اُتار کر نسیم کو دے دی۔ اور بھولے پن سے کہنے لگا "دیکھنا دوسری بھی بالکل ایسی ہی ہو"۔

نسیم نے ہاتھ آگے کو بڑھایا۔ گھڑی لے لی۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ

تھی۔معلوم ہوتا تھا۔وہ کوئی نئی شرارت سوچ رہا ہے۔اُس نے گھڑی کا پچھلا ڈھکنا کھولا۔پھر دونو ہاتھوں سے خوب زور لگایا۔گھڑی کا پچھلا حصہ الگ ہو گیا۔پھر ہنستے ہوئے محمود سے کہنے لگا"لو۔تمہاری گھڑی کی دو بن گئیں"۔

محمود کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔اور وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگا"یہ تم نے کیا کر دیا۔تم نے تو کہا تھا۔کہ دو گھڑیاں بن جائیں گی؟"

نسیم کہنے لگا"میں نے یہ کب کہا تھا۔کہ دو گھڑیاں بن جائیں گی۔میں نے تو یہ کہا تھا۔کہ دو کر دوں گا۔سو دو گھڑیاں نہ سہی دو ٹکڑے تو ہو ہی گئے ہیں"۔

محمود کو گھڑی کے ٹوٹنے کا بہت رنج ہوا۔اس نے گھر جا کر اپنے بڑے بھائی مسعود کو ساری بات سُنائی۔وہ کہنے لگا"اچھا۔میں نسیم کو کسی دن اس کا مزا چکھاؤں گا"۔

دوسرے دن مسعود نسیم کے پاس گیا۔اور بڑے دوستانہ طریقے سے کہنے لگا"نسیم۔آؤ۔ہم تم دوڑ کا مقابلہ کرتے ہیں۔پھر دیکھتے ہیں۔کہ پہلے کون اُس بڑ کے درخت کو ہاتھ لگاتا ہے،جو کوئی جیتے وہ دوسرے کے لئے سزا تجویز کرے۔وہ جو سزا بھی سوچے دوسرے کو ماننی پڑیں گی"۔

پہلی دفعہ تو مسعود جان بوجھ کر ہار گیا۔نسیم نے اُسے یہ سزا دی کہ تین بار کتّے کی طرح بھونکو۔اور ساتھ ہی یہ بھی کہو۔کہ"میں کُتّا ہوں"مسعود

نے یہ سزا پوری کر دی۔
دُوسری دفعہ نسیم ہار گیا۔ مسعود کہنے لگا۔" تمہاری سزا یہ ہے۔ کہ تمہیں میرے ایک دوست کو چُومنا ہو گا"۔
نسیم کہنے لگا۔" واہ۔ یہ کون سی بڑی بات ہے"۔
مسعود کہنے لگا۔" لیکن ایک شرط اَوْر بھی ہے۔ کہ چونکہ میرا دوست بہت شرمیلا ہے۔ اس لئے پہلے مَیں تمہاری آنکھوں پر پٹّی باندھ دوں گا"۔
نسیم نے پہلے تو پٹّی بندھوانے کے متعلق حیلے حوالے کئے لیکن مسعود نے سزا پوری کی تھی۔ اس لئے آخر کار اسے بھی ماننا پڑا۔
مسعود نسیم کو اپنے گھر لے گیا۔ اندر جاکر اپنے پالتو طوطے کو ایک میز پر بٹھا دیا۔ اس کے پاؤں میں بندھی ہوئی زنجیر میز کے پائے سے باندھ دی۔ پھر باہر آیا۔ اور نسیم کی آنکھوں پر پٹّی باندھی۔ اور اسے اندر لے گیا۔ جب میز کے پاس پہنچا۔ تو مسعود کہنے لگا۔" لو۔ اب میرے دوست کو چُوم لو"۔
نسیم نے جوں ہی ہونٹ چومنے کے لئے آگے کو بڑھائے۔ طوطے نے زور سے کاٹ لیا۔ نسیم درد سے بلبلا اُٹھا۔
مسعود کہنے لگا۔" بس۔ ابھی سے گھبرا گئے۔ کیوں۔ دو دفعہ اَوْر چومو گے۔ یا وعدہ کرتے ہو۔ کہ پھر کبھی کسی کو نقصان نہ پہنچاؤں گا"؟
نسیم نے وعدہ کیا۔ کہ میں پھر کبھی کسی کو تنگ نہ کروں گا۔ اور اس کے

دوست یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے کہ نسیم اپنے وعدے کا پورا نکلا۔

سروری عبدالکریم

رسہ کشی

ایک دن موتی اور جوتی کو احاطے میں الگنی پڑی ہوئی مل گئی۔ جس پر اُن کی امّی کپڑے سکھانے کو لٹکایا کرتی تھیں۔ پھر کیا تھا۔ رسہ کشی کی ٹھن گئی۔

امّاں بلّی نے جو یہ ماجرا دیکھا۔ ایک کر اُن کے پاس گئیں۔ چاہتی تھیں۔ ایک ایک دو ہتڑ دونوں کے رسید کریں۔ کہ یکایک کسی خیال سے وہ مسکرا دیں۔ اور بولیں "بس یوں ہی مضبوطی سے رسّی کو تھامے رکھو" موتی اور جوتی حیران تھے۔ کہ دیکھیں اب امّاں کیا کرتی ہیں۔

امّاں بلّی جلدی سے تمام دھوئے ہوئے کپڑے اُٹھا لائیں۔ اور ایک

ایک کرکے انہیں الگنی پر لٹکانے لگیں۔ پھر وہ ہنس کر بولیں "اب پڑے رسہ کشی کرو۔ مگر جب تک

کپڑے سوکھ نہ جائیں اپنی جگہ سے ہلنا مت“۔

موتی اور جوتی۔ (چلّا کر) مگر امّی اس میں تو بہت دیر لگے گی؟

ماں۔ ہاں جبھی تو میں نے تمہارے لئے یہ سزا سوچی ہے۔ اور پھر اتنی دیر تک تم شرافت سے بھی باز رہو گے۔

”ع“

لطیفہ

اُستاد۔ (ایک شاگرد سے ناراض ہو کر) محمود۔ تم شرارتوں سے باز نہیں آتے۔ دیکھو ایک دن مجھے تمہارے باپ کو یہاں بُلانا پڑے گا۔

محمود۔ (جس کا باپ ڈاکٹر تھا) ماسٹر صاحب کہیں ایسا نہ کر بیٹھئے گا۔ میرے باپ کی فیس سولہ روپیہ ہے۔

عبدالحمید خاں خلف کنور عبدالجلیل خاں رئیس دھرم پور

بز مولوی سید ممتاز علی مسلم پریس بیرون اکبری دروازہ لاہور میں باہتمام بابو مولا داد پرنٹر چھپا۔ اور سید ممتاز علی مالک و منیجر نے دفتر پھول ۴ ریکوڈ روڈ لاہور

علمی خدمت بھی اور مالی فائدہ بھی

بے روزگاروں کے فکر معاش کا خاتمہ

دفتر اخبار پھول سے پرائمری جماعتوں کے لئے اُردو کی پہلی دوسری اور تیسری کتاب کا سلسلہ (منظور شدہ بموجب سرکلر نمبر ۹۹۹ بی) شائع ہو کر تمام صوبہ میں بے حد مقبول ہو چکا ہے۔ صوبہ کی موجودہ کمزور مالی حالت کو دیکھ کر ان کتابوں کا جو جدید اڈیشن شائع کیا گیا ہے۔ وہ قیمت کے لحاظ سے اس قدر ارزاں ہے۔ کہ تمام مروجہ سلسلوں سے اس کا بخوبی مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ اور پھر لطف یہ۔ کہ اس کے ظاہری اوصاف میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ یعنی اس وقت یہ سلسلہ تمام مروجہ سلسلوں سے ایک طرف تو زیادہ خوشنما اور مفید اور دوسری طرف ارزاں بھی ہے۔ چنانچہ جن لوگوں کے دل میں تعلیم کی ضرورت کے ساتھ صوبے کی موجودہ کمزور مالی حالت کا بھی احساس ہے۔ ان کی توجہ کے قابل بازار میں یہی ایک سلسلہ ہے۔ اس سلسلہ کا یہ جدید اڈیشن بھی بحکم ڈائرکٹر صاحب بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب منظور ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ پنجاب کے تمام ایسے مشہور اور نامور حضرات نے جنہیں صوبے کی تعلیمی حالت سے خاص دلچسپی ہے۔ اسے بہت پسند فرمایا ہے۔

جسٹس شیخ سر عبد القادر۔ راجہ نریندر ناتھ دیوان بہادر۔ مسٹر عبداللہ یوسف علی پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور۔ آنریبل سردار جگندر سنگھ وزیر زراعت۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال۔ مرزا محمد سعید ایم۔ اے پرنسپل گورنمنٹ کالج رہتک۔ پنڈت شو نرائن شمیم ایم۔ اے پروفیسر اے۔ ایس۔ بخاری گورنمنٹ کالج لاہور۔ مسٹر کے۔ ایل۔ رلیا رام ہیڈ ماسٹر مشن اسکول لاہور۔ خان بہادر مولوی خورشید احمد ریٹائرڈ انسپکٹر مدارس۔ پنڈت برجموہن کیفی دتاتریہ دہلوی۔ خان صاحب مولوی محمد دین مرحوم ہیڈ ماسٹر اسلامیہ سکول لاہور۔ اور دوسرے کئی حضرات اِن ریڈروں پر تعریفی ریویو لکھ کر انہیں کئی لحاظ سے دوسری مروجہ ریڈروں سے بہتر قرار دے چکے ہیں۔

اخبار بندے ماترم۔ انقلاب۔ پارس۔ زمیندار اور سیاست اور رسالہ نیرنگ خیال۔ مخزن۔ اردو وغیرہ نے تعلیمی افسروں سے پُر زور سفارش کی ہے۔ کہ بچوں کو اُردو زبان صحیح طور پر پڑھانے کے لئے اسی سلسلے کو مدارس میں رائج کیا جائے۔

اس سلسلہ کا پہلا اڈیشن پنجاب کے اکثر پرائمری مدارس میں رائج ہے۔ اور جہاں کہیں رائج ہے۔ وہاں کے افسران محکمہ تعلیم اسے بے حد پسندیدگی کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ اور اس کے متعلق حوصلہ افزا رائیں لکھ لکھ کر اپنے خیالات کا اظہار فرما رہے ہیں۔

اس سلسلے کو ظاہری طور پر اور مضامین کے لحاظ سے تمام پہلے سلسلوں سے بہتر بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ سرورق اعلیٰ اور مضبوط ہے۔ تصویریں خوشنما اور بچوں کی پسند کی ہیں۔ تصویروں کے بلاک لندن اور جرمنی سے بنوائے گئے ہیں۔ لکھائی چھپائی۔ کاغذ عمدہ اور پائدار ہے۔

اس سلسلے کے مضامین آج کل کی نئی ضرورتوں کے مطابق ہیں۔ پرانے طور طریقے چھوڑ دئے گئے ہیں۔ کوشش کی گئی ہے۔ کہ خیالات اور طرز بیان کے لحاظ سے جہاں تک ہو سکے انہیں ننھے بچوں کے بالکل مناسب حال بنایا جائے۔

سبق ایسی چیزوں پر لکھے گئے ہیں۔ جن سے بچوں کو اپنی عمر کے لحاظ سے خاص طور پر دلچسپی ہو۔ اور وہ انہیں شوق سے پڑھیں۔ مفید چیزیں زبردستی نہیں بتائی اور سکھائی گئیں۔ بلکہ عمر اور مذاق کا خیال رکھ کر نہایت احتیاط سے وہی چیزیں رفتہ رفتہ بچوں کے سامنے پیش کی گئی ہیں۔ جن میں زیادہ دلچسپی لینے میں پا سکتے ہیں۔ اور ان چیزوں کے وہ پہلو نمایاں کرنے میں خاص کوشش کی گئی ہے۔ جن کے معلوم کرنے کا بچے شوق رکھتے ہیں۔

پھر ہر سبق بولنے کی زبان میں لکھے گئے ہیں۔ ان کی عبارت پر تحریر کی ثقالت نہیں بے تکلفی اور چٹخارہ ہے۔ جس سے بچے معمولی زبان آتی ہے

سلاست اور سادگی کو مدنظر رکھ کر الفاظ اور خیالات میں بے معلوم طور پر رفتہ رفتہ ترقی کی گئی ہے۔ تاکہ طالب علم پہلی کتاب ختم کرکے دوسری اور دوسری ختم کرکے بآسانی تیسری پڑھنے کے قابل ہو جاتے۔

ان تمام باتوں کا خیال رکھتے ہوئے یہ کوشش کی گئی ہے۔ کہ پرائمری کی تعلیم ختم کرنے کے بعد طالب علموں میں معقول لیاقت پیدا ہو جائے۔ حفظ صحت۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔ نیچر اسٹڈی اور دوسرے ضروری مضامین کے متعلق انہیں کچھ نہ کچھ واقفیت ہو جائے۔ اور اگر وہ کسی وجہ سے مدرسہ کی تعلیم جاری نہ رکھ سکیں۔ تو اپنے طور پر اپنی پسند کی چیزوں کا مطالعہ جاری رکھ سکیں۔

ہر سبق کے متعلق سوال دئے گئے ہیں۔ کہ ان کے جواب کے لئے بچوں کو اپنی قوت فکر سے کام لینے کی مشق اور لکھنے اور بولنے کی عادت پڑ جائے۔

ان کتابوں کی تمام خوبیاں اگر پورے طور پر معلوم کرنی ہوں تو دارالاشاعت پنجاب سے کتاب "بچے کیا پڑھیں" مفت منگوائیے۔ جس میں بہت مفصل طور پر بتایا گیا ہے۔ کہ یہ کتابیں کن باتوں میں بے نظیر ہیں۔ اور مدرسوں کو یہ کتابیں کیونکر پڑھانی چاہئیں۔ ساتھ ہی تینوں کتابوں کا ایک ایک صفحہ۔ اور سادہ اور رنگین تصویروں کا ایک ایک نمونہ ہے۔ نیز ان پر نامور ماہرین تعلیم اور اخبارات وغیرہ کی پوری رائیں چھپی ہوئی ہیں۔

جو شائقین تعلیم اس سلسلے کو رائج کرانے میں دفتر اخبار پھول کی امداد کر سکتے ہیں جن کے دل میں اس بات کا درد اور شوق ہے۔ کہ ہمارے ننھے بچے ماں باپ کا کم سے کم روپیہ خرچ کرکے بہترین کتابیں پڑھیں۔ اور ان کے دل عمدہ ترین معلومات سے مالامال ہوں۔ جن کو مدرسوں میں جانے کی فرصت ہے۔ جو ماسٹروں سے مل کر انہیں ان مفید کتابوں کی طرف توجہ دلا سکتے ہیں۔ جو اپنے دلی شوق اور اپنی فصاحت کو اس مفید کام میں صرف کر سکتے ہیں۔ دفتر اخبار پھول انہیں اس علمی خدمت کے لئے بہت معقول معاوضہ اور سفر کے اخراجات دینے کو بھی تیار ہے۔ بشرطیکہ وہ بواپسی ڈاک لکھیں۔ کہ وہ کس علاقے میں ان کتب کو رائج کرنے کی کوشش کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی کوشش میں کامیابی کے کیا ظاہری اسباب ہیں۔ کامیابی کے بعد کتنی کتنی ہر سہ کتب وہ لگوا سکتے ہیں۔ اور اس کے معاوضے میں ان کے اخراجات سفر کا کیا خرچ ہوگا۔ اور حق الخدمت کیا ہوگا۔ یہاں اس بات کو ظاہر کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔ کہ چونکہ ایک ایک ضلع اور تحصیل سے کئی کئی درخواستوں کی امید ہے۔ اس لئے منتخب انہی کو کیا جاسکے گا جن کے اخراجات اور حق الخدمت مقابلہ میں کم ہوگا۔ اس لئے جس کم سے کم معاوضے پر آپ کام کرسکیں۔ وہی لکھئے گا۔

یہ علمی کام بھی ہے۔ اور اس سے مالی فائدہ بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ آج کے بچے کل کو باپ بنیں گے۔ ان ہی ننھے بچوں سے آیندہ نسل بنتی ہے۔ ان کی تعلیم و تربیت میں ابھی سے کوشش کیجئے۔ اس کوشش کا آپ کو بہت معقول معاوضہ بھی مل سکتا ہے۔ اتنا معقول کہ آپ مطمئن ہو جائیں۔

آپ کو کام صرف اس قدر کرنا ہے۔ کہ دفتر اخبار پھول سے کتاب "بچے کیا پڑھیں" منگا کر اس کا مضمون سمجھ لیں اور جن جن لوگوں کی مدد سے آپ دفتر پھول کی ریڈریں مدرسوں میں لگوا سکتے ہیں۔ انہیں سنائیں اور دکھائیں۔ مگر اس میں آپ کو کامیابی کی پختہ امید اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔ کہ آپ مدرس رہ چکے ہوں یا ان لوگوں سے تعلقات ہوں یا اسی دلچسپی کی وجہ سے بہت سے مدارس میں آنا جانا ہوتا رہتا ہو۔ اور ہر طرح آپ کو یقین ہو۔ کہ اپنی تحصیل یا ضلع میں چھوٹے مدارس کے ہیڈ ماسٹر صاحبان پر آپ کی تعلیمی نصیحت مفید و کارگر ثابت ہوگی۔

جو صاحب بھی اس کام پر آمادہ ہوں۔ انہیں یقین رکھنا چاہئے کہ وہ ایک اعلیٰ چیز اور اچھے مقصد کے لئے کوشش کریں گے۔ اور ماہرین تعلیم اور نامور اخبارات و رسائل کی رائے کو دہرائیں گے۔ خلوص اور شوق ان کی کوششوں کو ضرور بارآور کرے گا۔

مینیجر دارالاشاعت پنجاب لاہور

Title & Picture Printed at the Victoria Press, Ry. Road, Lahore.

غلام عباس صاحب کی کتابیں

الحمرا کے افسانے

الحمرا کی عمارت ہسپانیہ کے مسلمان بادشاہوں کے زمانۂ اقبال کی مشہور یادگار ہے۔ امریکہ کے مشہور مصنف واشنگٹن ارونگ نے جب ہسپانیہ کی سیاحت کے دوران میں مسلمانوں کی عظمت کے ان مٹتے ہوئے نقوش کو دیکھا۔ تو وہ بے حد متاثر ہوا۔ اور اس کے قلم سے یہ رنگین افسانے نکلے۔ جو رہتی دُنیا تک زندہ رہیں گے۔ مسٹر غلام عباس نے نہایت سلیقہ اور قابلیت سے ارونگ کی اس مشہور زمانہ تصنیف کو اُردو کا جامہ پہنایا ہے۔ لیکن انداز بیان میں قدیم مشرقی قصہ نویسوں کا اسلوب ملحوظ رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے ترجمہ کی شگفتگی اور روانی اصل سے بڑھ گئی ہے۔ ان افسانوں کو پڑھتے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی ساحر نے جادو کے زور سے ہمیں خواب و خیال کی اس طلسمی دُنیا میں پہنچا دیا ہے۔ جو ہمیشہ کے لئے الحمرا کے کھنڈروں میں دفن ہو چکی ہے۔ غرناطہ کے بلند کوہستانوں اور سرسبز وادیوں۔ اشبیلیہ کے پُربہار گلستانوں اور شاداب کنجوں اور طلیطلہ کی نشاط انگیز محفلوں اور عشرت گاہوں کا ذکر ایسے دلنشیں انداز میں کیا گیا ہے۔ کہ مسلمان سلاطین کے عہد کامرانی کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ یہ افسانے خاص اہتمام سے چھاپے گئے ہیں۔ سرورق چار رنگ کا ہے۔ آٹھ رنگین تصویریں ہیں۔ جن میں دو تین تین رنگوں کی ہیں۔ اور چھ دو دو رنگوں کی۔ غرض بجا طور پر دعوے کیا جا سکتا ہے۔ کہ آج تک اُردو زبان میں لڑکوں کے لئے کوئی کتاب اس شان اور اہتمام سے شائع نہیں ہوئی۔ خوشی کی تقریبوں پر دوست احباب کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے نہایت اچھا تحفہ ہے۔ قیمت عہ/

ثریا کی گڑیا

بچوں کے لئے ایک ناٹک جو گھر پر یا مدرسے میں بڑی آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ ناٹک کی کہانی یہ ہے۔ کہ ثریا نے اپنی ہمجد امیر سہیلی جمیلہ کو چائے پر بُلا رکھا ہے۔ اور سوچ رہی ہے۔ کہ وہ آئے گی۔ تو اسے دکھانے کو میرے پاس کوئی بھی اچھا کھلونا نہیں۔ ثریا کا بھائی شوکت اُسے یہ ترکیب بتاتا ہے۔ کہ تم مجھے گڑیا کے طور پر جمیلہ کے سامنے پیش کر دینا۔ ثریا اس کا بھیس بدل کر اُسے گڈا سا بنا دیتی ہے۔ شوکت میاں جمیلہ کے سامنے کیا کچھ تماشے کرتے ہیں۔ اُن کا پُرلطف حال کتاب پڑھ کر معلوم کرو۔ بہت آسان۔ دلچسپ اور ہنسانے والا کھیل جس میں ایکٹ کرنے کی بہت گنجائش رکھی گئی ہے۔ ۵/

جادو کا لفظ یا گستاخ لڑکا

بچوں کے لئے بڑا دلچسپ۔ مزے دار اور سبق آموز ناٹک۔ ایک گستاخ لڑکے کی کہانی جس نے اپنی گستاخی سے ایک جادوگرنی کو ناراض کر دیا۔ اور بڑی مصیبت اُٹھائی۔ اُوپر رنگین اور اندر فوٹو کی تصویریں۔ مدرسوں میں کرنے کیلئے لاجواب تماشہ ۵/

چاند کی بیٹی اور دوسری جاپانی کہانیاں

یہ کہانیاں ایسی دلفریب ہیں۔ کہ دُنیا کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ کتاب پر ایک خوشنما رنگین تصویر ہے۔ اندر چاند کی بیٹی۔ زبان کٹی بُلبل۔ بھوتوں کی ضیافت۔ گیدڑ اور خرگوش۔ راشومون کا دیو۔ اور سچی خوشی۔ چھ بہت ہی مزے دار کہانیاں ہیں جن میں سے کوئی شاعرانہ کہانی ہے۔ کوئی بہادری کا کارنامہ ہے۔ کوئی مذاقیہ کہانی ہے۔ تو کسی سے کوئی اخلاقی سبق ملتا ہے ۶/

ملنے کا پتہ:۔ دفتر اخبار پھول۔ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷

پھُول

یعنی

چھوٹے بچّوں کا ہفتہ وار دل بہلاوٴ

سال بھر کی قیمت محصول سمیت پانچ روپیہ پیشگی ہے

جلد ۲۵ | لاہور ہفتہ - ۱۸ - مارچ سنہ ۱۹۳۳ء | نمبر ۱۱

پھُول

لاہور - ۲۱ - ذیقعد سنہ ۱۳۵۱ھ

فہرست مضامین

پچھلے دنوں چینیوں اور جاپانیوں کی لڑائی میں چینی جرنیل ٹنگ یو سلین شہر جیہول کو جاپانیوں کے قبضے میں چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ حکومت چین نے اُس کی گرفتاری کا حُکم جاری کیا ہے۔ سُنا ہے۔ کہ اگر وہ گرفتار ہو گیا۔ تو اُسے سزائے موت دے دی جائے گی۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ مسٹر روزویلٹ کے

صدر مقرر ہونے کے موقع پر انقلاب پسندوں نے امریکہ میں بہت شور مچایا *

معلوم ہوا ہے۔ کہ شام اور مصر کے درمیان عنقریب ٹیلی فون کا سلسلہ قائم ہو جائے گا *

چین اور جاپان کے جھگڑے کے سلسلے میں مجلس اقوام نے جو کمیٹی بنائی ہے۔ اس میں رُوس کو بھی شامل ہونے کو کہا گیا تھا۔ مگر اُس نے شامل ہونے سے انکار کر دیا *

سُنا ہے۔ کہ جاپان نے لیگ آف نیشنز (مجلس اقوام) سے علیحدہ ہو جانے کا فیصلہ کر لیا ہے *

معلوم ہوا ہے۔ کہ مسٹر ریمزے میکڈانلڈ اور سر جان سائمن جنیوا روانہ ہو گئے ہیں *

معلوم ہوا ہے۔ کہ ۱۸ مارچ کی صبح کو ایک سرکاری اعلان شائع کیا جائے گا۔ جس میں بادشاہ سلامت جارج پنجم کی طرف سے بتایا جائے گا۔ کہ ہندوستان کو کیا کیا اصلاحات دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس اعلان کا نام وائٹ پیپر (سفید کاغذ) رکھا گیا ہے *

ہمالیہ کی چوٹی ایورسٹ پر چڑھنے والی جماعت کراچی پہنچ گئی ہے *

خیال کیا جاتا ہے۔ کہ سر ابراہیم رحمت اللہ کی جگہ مسٹر شان مکھم چیٹی کو اسمبلی کا صدر بنایا جائے گا *

پچھلے ہفتے حضور وائسرائے اور اُن کی بیگم صاحبہ لاہور تشریف لائے۔ اور دو دن قیام کرنے کے بعد چلے گئے *

معلوم ہوا ہے۔ کہ پنجاب کے نئے گورنر مسٹر ایمرسن کو سر کا خطاب دیا گیا ہے *

خوب صورت دلھن

ایک بادشاہ تھا۔ اُس کے تین بیٹے تھے۔ جب بادشاہ بوڑھا ہو گیا۔ تو اس نے ارادہ کیا۔ کہ اپنی زندگی ہی میں کسی لڑکے کو بادشاہ بنا دے۔ چنانچہ ایک دن اس نے تینوں شہزادوں کو بُلا کر کہا۔ "میرے بیٹو! میں بُڈھا ہو گیا ہوں۔ نہ جانے کب مر جاؤں۔ چاہتا ہوں۔ کہ اپنے جیتے جی تم میں سے کسی کو بادشاہ بنا دوں۔ تم میں سے جو بھی سال بھر کے اندر سب سے چھوٹا گھوڑا لائے گا۔ وہ بادشاہ بنایا جائے گا۔"

تینوں شہزادے روانہ ہو گئے۔ سب سے چھوٹے شہزادے کا نام ولیم تھا۔ وہ ایک جنگل میں جا کر بیٹھ گیا۔ اور سوچنے لگا۔ کہ سب سے چھوٹا گھوڑا کہاں سے مل سکتا ہے؟ اتنے میں ایک کالے رنگ کی بلّی اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ ولیم جانوروں سے بہت محبت کرتا تھا۔ اس نے بلّی کو بہت پیار کیا۔ آخر بلّی بولی۔ "شہزادے! تم کیوں رنجیدہ ہو؟"

ولیم نے اُسے سارا حال سُنایا۔ اور کہا۔ "میں حیران ہوں۔ کہ سب سے چھوٹا گھوڑا کہاں سے حاصل کروں۔"

بلّی نے کہا۔ "یہ تو بہت آسان ہے۔ تم یہیں رہو۔ گھوڑا تمہیں مل جائے گا۔"

چنانچہ ولیم وہیں رہنے لگا۔ اس نے تمام جانوروں کی بولیاں سیکھ لیں۔ اس لئے کوئی جانور اس سے نہ ڈرتا تھا۔ جب سال گزر گیا۔ تو بلّی نے شہزادے

کو ایک اخروٹ لاکر دیا۔ اور کہا۔ کہ یہ
بادشاہ کے تخت کے سامنے جاکر توڑنا
لیکن راستے میں تمہیں ایک گھوڑا ملے گا

کے بھائی ملے۔ وہ اس کے گھوڑے
کو دیکھ کر بہت ہنسے۔ جب یہ بادشاہ
کے سامنے گئے۔ تو دونوں بڑے

وہ ساتھ لے جانا۔ تاکہ تمہارے بھائی
سمجھیں۔ کہ تم یہ گھوڑا لائے ہو۔"
جب ولیم اپنے شہر پہنچا۔ تو اس

شہزادوں نے اپنے گھوڑے دکھائے۔
وہ بہت خوب صورت تھے۔ جب
ولیم کی باری آئی۔ تو اس نے اخروٹ

نکالا۔ یہ دیکھ کر سب ہنس پڑے۔ لیکن جب ولیم نے اسے توڑا۔ تو اس میں سے ایک بہت چھوٹا سا گھوڑا نکلا۔ اب بادشاہ گھبرایا۔ وہ یہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ ولیم بادشاہ بنے۔ اُس نے کہا۔ "یہ گھوڑا سواری کے لائق نہیں۔ اب کے جو سب سے چھوٹی کتاب لائے گا وہ بادشاہ بنے گا۔"

تینوں پھر چل دیئے۔ ولیم اُسی جنگل میں پہنچا۔ اور بلّی کو تمام قصّہ سُنایا۔ بلّی نے اُسے تسلّی دی۔ اور کہا۔ کہ تم فکر نہ کرو۔ چنانچہ سال بھر تک ولیم پھر جنگل میں رہا۔ جب جانے کا وقت ہوا۔ تو بلّی نے پھر ایک اخروٹ دیا۔ اور کہا۔ "اسے بادشاہ کے تخت کے سامنے جا کر توڑنا۔" ولیم نے اخروٹ جیب میں ڈال لیا۔ اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ بادشاہ نے تینوں بیٹوں کو بُلایا۔ اور کہا اپنی کتابیں دکھاؤ۔

دونوں بڑے شہزادوں نے اپنی کتابیں دکھائیں۔ جو نہایت ہی خوب صورت تھیں۔ جب ولیم کی باری آئی تو اُس نے اخروٹ نکال کر کہا۔ "میری کتاب اس میں ہے۔" یہ سُن کر سب ہنسنے لگے۔ ولیم نے اخروٹ توڑا۔ تو اس میں سے ایک گٹھلی نکلی۔ پھر تو لوگوں کی ہنسی کا ٹھکانا نہ تھا۔ اب ولیم نے گٹھلی توڑی تو اس میں سے گیہوں کا دانہ نکلا۔ اس پر پھر ایک قہقہہ بلند ہوا۔

اب ولیم نے گیہوں توڑا۔ اس میں سے ایک نہایت ہی خوب صورت کتاب نکلی۔ جس کی جلد سونے کی تھی۔ اب بھی بادشاہ اپنے وعدے سے پھر گیا۔ اور کہا۔ "بے شک یہ بہت چھوٹی کتاب

ہے۔ مگر بادشاہ کی ملکہ بھی بہت خوب صورت ہونی چاہیئے۔ سال بھر کے اندر جو سب سے خوب صورت شہزادی لائے گا۔ وہ بادشاہ بنے گا"۔

تینوں شہزادے چل دئے۔ ولیم پھر اُسی جنگل میں پہنچا۔ اس دفعہ اسے یقین تھا۔ کہ بلّی کچھ نہ کر سکے گی۔ لیکن بلّی نے کہا "شہزادہ تم فکر نہ کرو۔ میں تمہارے واسطے شہزادی ڈھونڈوں گی"۔

ولیم ہنس پڑا۔ اور بولا "تم میرے واسطے شہزادی تلاش نہیں کر سکتیں۔ کاش کہ تم شہزادی ہوتیں۔ تو میں تمہارے ساتھ شادی کرتا"۔

بلّی نے کہا "کیا آپ واقعی مجھے بہت اچھا سمجھتے ہیں؟"

ولیم نے جواب دیا "بہت زیادہ اگر تم پر کوئی مصیبت پڑے۔ تو مجھے بہت افسوس ہوگا"۔

جب جانے کا وقت آیا۔ تو بلّی ولیم کو ایک تالاب پر لے گئی۔ اور کہا "تم مجھے اس بوری میں بند کر کے پانی میں ڈال دو"۔

ولیم نے بہت انکار کیا۔ لیکن بلّی نے ایک نہ سُنی۔ آخر ولیم نے اسے تھیلے میں بند کر کے تالاب میں ڈال دیا۔ یکایک تھیلا پانی میں غائب ہو گیا۔ اور اس کے بجائے ایک نہایت خوب صورت شہزادی پانی کے اُوپر آگئی۔ وہ بولی "ولیم میں وہی بلّی ہوں مجھ پر ایک جادو گر نے جادو کر دیا تھا اور کہا تھا۔ کہ جب کوئی شہزادہ تجھ سے محبت کرے گا۔ تو تُو اپنی اصلی صورت پر آجائے گی"۔

ولیم بہت خوش ہُوا۔ اور شہزادی

کو لے کر اپنے گھر آیا۔ اس کی شہزادی باقی دونوں شہزادیوں سے اچھی تھی۔ چنانچہ بادشاہ نے ولیم کی شادی اس سے کر دی۔ اور سلطنت بھی اُسے مل گئی۔ اور وہ ہنسی خوشی رہنے لگے۔

طاہر غلام ناصر خاں۔ لاہور

تم نے کبھی شیر دیکھا ہے؟

لکھنؤ کے عجائب خانے میں افریقہ کا ایک شیر ہے۔ دُبلا پتلا۔ فاقوں کا مارا ہڈیوں کی مالا۔ بالکل ایسا۔ جیسا گلی گلی پھرنے والا بھکاری۔ اُس کی آواز ایسی نہیں ہے۔ کہ سُننے والوں کے کلیجے کو دہلا دے۔ بلکہ وہ بالکل ایک ٹوٹے ہوئے ہارمونیم کی طرح الاپتا ہے اور ایک زخمی گدھے کی طرح ڈھیچوں ڈھیچوں کرتا ہے۔ اُس کی آنکھیں رات کے وقت بجلی کے قمقمے کی طرح نہیں چمکتیں۔ بلکہ اُن کی چمک بالکل اسی طرح کی ہے۔ جیسی یکّہ اور تانگے والوں کی ٹوٹی ہوئی اور پُرانی لالٹین کی مدھم رَوشنی۔

اگر تم نے ایسا شیر دیکھا ہے۔ تو یقین کر لو۔ کہ وہ شیر نہیں ہے۔ بلکہ ایک بِلّی یا ایک پالتو کُتّا ہے۔ شیر کو دیکھنے کے لئے دل چاہیئے لوہے کا۔ تم تو ابھی بچّے ہو۔ تمہارے بڑے بڑے بہادر شکاری جنہوں نے اپنی عُمریں اس کے شکار میں صرف کر دی ہیں۔ وہ بھی جنگل کے بادشاہ کو دیکھ کر اس طرح تھرّا اُٹھتے ہیں جس طرح چراغ کی لَو ہوا کے جھونکوں کے سامنے کانپنے لگتی ہے۔

میرے ایک دوست نے ایک شیر مارا تھا۔ نیپال کی ترائی میں۔ یہ وہی مُقام ہے۔ جہاں کے گورکھا سپاہی ہوتے ہیں + گورکھوں کو تم نے ضرور دیکھا ہوگا۔ زرد چہرہ۔ چپٹی ناک۔ چھوٹی چھوٹی آنکھیں۔ چوڑا سینہ۔ پھُولی ہوئی پنڈلیاں اور ٹھِنگنا قد۔ اُنہیں کے مُلک میں وہ شیر مارا گیا تھا + میں جب جوتا اُتار کر سیدھا کھڑا ہو جاتا ہوں۔ تو میرا قد پانچ فُٹ ساڑھے آٹھ انچ ہوتا ہے۔ وہ شیر جب اپنے چاروں ہاتھ پَیروں پر کھڑا ہوتا ہوگا۔ تو اُس کا قد تین فٹ نو انچ ہوگا + اُس کا سر اِس سے بھی اُونچا تھا + میں جب میز پر لکھنے کے لئے بیٹھتا ہوں۔ وہ زمین سے دو فُٹ تین انچ اُونچی ہے۔ اگر وہ شیر میرے کمرے کے دروازے میں کھڑا ہو جائے۔ تو اُس کا سر دروازے سے تھوڑا ہی نیچا رہے + اب تم خود خیال کر سکتے ہو۔ کہ تین فُٹ نو انچ کے کیا معنی ہیں +

اس کے علاوہ اُس کی لمبائی گیارہ فُٹ تھی۔ یعنی ہم اپنا ناپنے کا فیتہ اگر اُس کی ناک پر رکھیں۔ اس کے بعد سر اور پیٹھ پر سے ہوتے ہوئے اس کی دُم کے اخیری حصّے تک لے جائیں تو یہ اُس کی لمبائی ہوئی۔ یعنی یوں سمجھ لو۔ کہ اگر میں اپنا سر اُس کی ناک پر رکھوں۔ اور اُس کی پیٹھ پر سیدھا لیٹ جاؤں۔ تو میرے پَیر اُس کی کمر تک پہنچیں گے +

جب حملہ کرتے وقت وہ اپنے دونو پَیروں پر سیدھا کھڑا ہوتا ہوگا۔ تو زمین سے اُس کی اُونچائی آٹھ فُٹ ہوتی

ہو گی۔ اس کا وزن تین سَو سیر تھا۔ یعنی کچھ کم آٹھ من۔ آٹھ من سمجھتے ہو کیا چیز ہے۔ تمہارے ابّا جان اگر زیادہ موٹے نہیں ہیں۔ تو اُن کا وزن ایک مَن بیس سیر ہو گا۔ اگر ہم ایک ترازو لیں۔ اُس کے ایک پلڑے میں اُس شیر کو رکھیں۔ تو کیا تم بتا سکتے ہو۔ کہ شیر کے وزن کو برابر کرنے کے لئے ہمیں دُوسرے پلڑے میں کَے آدمیوں کی ضرورت ہو گی ؟

زرد کھال۔ چھریرا بدن۔ پتلی کمر۔ بھرے بھرے ہاتھ پیر۔ بھری ہوئی گردن۔ بڑا سا سر۔ اس پر بالوں کے گھنے گھنے لچھے۔ لوہے اور فولاد کی طرح جبڑے۔ برچھیوں کی طرح دانت اور تلوار کی طرح پنجے۔ یہ ایسی چیزیں ہیں۔ کہ لوگ اُسے جنگل کا بادشاہ کہتے ہیں۔

اکڑتا ہؤا بل کھاتا ہؤا آہستہ آہستہ چلتا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی سجیلا بہادر سپاہی چلا آرہا ہے۔ رات کے اندھیرے میں گھنے جنگل کے اندر جب وہ جھاڑیوں کے بیچ میں سے جھانکتا ہے۔ تو اُس کا چہرہ اور جسم تو نظر نہیں آتا۔ البتہ یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ دو انگارے دہک رہے ہیں۔ جن سے کڑکتی ہوئی بجلی کی طرح روشنی نکل رہی ہے۔ اب ذرا تم خیال کرو۔ کہ کوئی جنگل میں اکیلا چلا جا رہا ہے۔ اور اپنے سامنے وہ یکایک ان بجلی کے قمقموں کو چمکتا ہؤا دیکھتا ہے — تم بتا سکتے ہو اُس کی کیا حالت ہو گی ؟

جب وہ غصّے میں آکر دہاڑتا ہے۔ تو سُننے والوں کا کلیجہ دھک دھک

کرنے لگتا ہے۔ وہ سائنس بھی جانتا ہے دہاڑتے وقت وہ اپنا منہ زمین پر رکھ دیتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اس کی آواز زمین کے کلیجے کو چیرتی ہوئی میلوں تک پہنچ جاتی ہے۔ ہوا تھرّانے لگتی ہے۔ زمین کے ذرّے کانپنے لگتے ہیں۔ درختوں کی پتّیاں ہلنے لگتی ہیں۔ شاخوں پر بیٹھے ہوئے بندر اور دُوسرے جانور پکے ہوئے پھلوں کی طرح ٹپ ٹپ گرنا شروع ہو جاتے ہیں — اور زمین پر بیٹھے ہوئے جان دار اندھے اور بہرے ہو کر پاگلوں کی طرح چاروں طرف بھاگنے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ بدحواسی میں بہت سے اُسی کے سامنے آکر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اُس کی آواز پانچ میل کے فاصلے سے بھی سُنائی دیتی ہے۔ یہ تو ایک شیر کی آواز کا حال ہے۔ لیکن اکثر ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ سات آٹھ شیر مل کر بھی دہاڑتے ہیں۔ بس اس وقت کا حال جانوروں اور جنگل کے انسانوں کے دلوں سے پوچھو۔ تمہارا کلیجہ تو بادل کی گرج سُن کر کانپنے لگتا ہے۔ اگر ایسی دہاڑ سنو۔ تو کیا حال ہو گا۔ کانوں کے پردے پھٹ جائیں گے۔ اور دل کے اندر کا خون جم جائے گا۔

سید ابوطاہر داؤد۔ بی۔ ایس سی (الک) نیرل ڈسٹرکٹ (کلابہ)

چچا کی شرارت

نیلوفر اور صنوبر دو بہنیں تھیں۔ اُنہیں تیتریاں پکڑنے کا بہت شوق

تھا۔ ایک دن بہار کے موسم میں صبح
کے وقت وہ اپنے باغ میں تیتریاں
پکڑنے گئیں۔ وہاں رنگا رنگ کے
پھول کھلے ہوئے تھے۔ نیلوفر نے
ایک بڑی اچھی تیتری پکڑ لی۔ دونوں
بہت خوش ہوئیں۔ صنوبر جو عمر میں
چھوٹی تھی۔ خوشی سے ناچنے لگی۔ اور
بولی۔ "ہم اسے اپنے گڑیوں کے گھر
میں رکھیں گے"۔

جب یہ دونوں لڑکیاں خوش خوش
تیتری کے شوخ رنگوں کی تعریف
کرتی ہوئی گھر کی طرف جا رہی تھیں
تو تیتری اُن سے کہنے لگی۔ کہ چھوٹی
خانم تم مجھ کو چھوڑ دو۔ کیونکہ میں تیتریوں
کی ملکہ ہوں۔ اگر میں مر گئی۔ تو میری
سب تیتریاں برباد ہو جائیں گی۔ اگر
تم مجھے چھوڑ دو۔ تو میں تمہیں ایک
بڑی اچھی بات بتاؤں گی"۔

اُن دونوں کو بہت رحم آیا۔ اور
اُنہوں نے اُسے چھوڑ دیا۔ تیتری نے
ان کا شکریہ ادا کر کے کہا۔ کہ رات
کو جب چاند نکل آئے۔ تو تم اسی باغ
میں آنا۔ یہاں رات کو پریاں ناچتی
ہیں۔ اور یقیناً تم اُن کا ناچ دیکھ کر
بہت بہت خوش ہو گی"۔ یہ کہہ کر وہ
اُڑ گئی۔

جب رات ہوئی۔ تو دونوں لڑکیاں
باغ میں نکل گئیں۔ اُنہوں نے دیکھا
کہ ایک درخت کے نیچے خوب روشنی
ہو رہی ہے۔ اور سچ مچ خوب صورت
پریاں ناچ رہی ہیں۔ اُنہوں نے
روپہلی اور سنہری کپڑے پہن رکھے
ہیں۔ دونوں لڑکیاں ایک درخت
کے پیچھے چھپ کر کھڑی ہو گئیں۔

لیکن جب چاند اُن کے سامنے آیا تو اُن پر خوب روشنی پڑنے لگی - اور پریوں کی ملکہ نے جو ہیرے جواہرات کا تاج پہنے کھڑی تھی - انہیں دیکھ لیا + اب تو دونوں بہت ڈریں - خاص کر صنوبر تو چیخنے لگی - اور اپنی بہن سے چمٹ گئی + ملکہ نے ان کے سر پر اپنا خوب صورت ہاتھ پھیرا - اور پوچھا - "تُم کون ہو - اور رات کے وقت یہاں کیوں کھڑی ہو؟"

نیلوفر نے اسے بتایا - کہ یہ پاس ہی جو بنگلہ ہے - ہم اس میں رہتے ہیں ہم چاندنی کی سَیر کرنے باغ میں آئے تھے - کہ ہمیں پریاں ناچتی ہوئی دکھائی دیں - اور ہم ان کا ناچ دیکھنے ٹھہر گئے"

چونکہ پریاں بچّوں سے بہت پیار کرتی ہیں - اس لئے ملکہ اُن سے بہت خوش ہوئی + اب پریاں ناچ چھوڑ کر ان کے گرد جمع ہوگئیں - کوئی ان کے بالوں کو ہاتھ لگا کر دیکھتی تھی - کوئی ان کے لباس کو حیرانی سے دیکھتی تھی - یکایک سب نے خوش ہو کر ان کے گرد ناچنا شروع کر دیا - ملکہ نے ان سے کہا - کہ "تم ہر روز یہاں آجایا کرو ہم تم سے کھیلا کریں گے" دونوں لڑکیاں بہت خوش ہوئیں +

اب یہ چُپکے سے رات کو باہر باغ میں آجایا کرتیں - اور رات بھر پریوں میں کھیلتی رہتیں - جب تھک جاتیں تو ملکہ اِن کو پھولوں کی اور جُگنوؤں کی کہانیاں سُنایا کرتی +

ایک دن کیا ہوا - کہ جب یہ دونو لڑکیاں رات کو باغ میں گئیں - تو اُن کے چچا نے جو تھوڑے دن کے

لئے ان کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اور جو بڑے شریر تھے۔ ان کو یوں چُپ چُپاتے جاتے دیکھ لیا۔ اُنہوں نے کیا کیا۔ کہ چُپکے چُپکے ان دونوں کے پیچھے باغ میں نکل گئے۔ کہ دیکھیں یہ کہاں جاتی ہیں۔ وہ ایک درخت پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ روز کی طرح آج بھی جب پریوں نے ناچنا گانا شروع کیا۔ اور یہ دونوں بھی اُن کے ساتھ مل کر ناچنے لگیں۔ تو اُن کے شریر چچا کو شرارت سوجھی۔ اُنہوں نے کیا کیا۔ کہ ایک چیخ مار کر درخت پر سے کُود پڑے۔ سب پریاں بے چاری ڈر گئیں۔ اور اُن کی ملکہ جو بہت نازک دل کی تھی۔ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ پریوں نے اُسے جلدی جلدی اُٹھایا اور اُس کے چہرے پر شبنم کے چھینٹے دیئے۔ تب کہیں اُسے ہوش آیا۔ اس کے بعد سب پریاں بھاگ گئیں۔

لڑکیاں اپنے چچا سے بہت ناراض ہوئیں۔ اور مایوس ہو کر اپنے گھر چلی گئیں۔ اور اس دن سے پریاں اُن کے باغ میں پھر کبھی نہ آئیں۔ سُنا ہے کہ اُن کی ملکہ ابھی تک بیمار ہے۔

نیلوفر اور صنوبر کو اس کا بہت رنج ہے۔ اور وہ اب بھی کبھی کبھی چاندنی راتوں میں اس اُمید میں اپنے باغ کی کھڑکیوں میں سے جھانک کر دیکھتی ہیں۔ کہ شاید وہ پھر آجائیں۔ مگر ہمیشہ انہیں مایوس ہونا پڑتا ہے۔ ہاں وہ اکثر رات کو پریوں کے خواب دیکھ کر آپ ہی آپ خوب ہنستی ہیں۔ اور وہ ابھی تک اپنے چچا سے خفا ہیں۔ (ترجمہ) تہمینہ ملک

ماندھاتا

کھنڈوہ (صوبہ متوسط) سے تینتیس میل کے فاصلے پر دریائے نربدا کے کنارے ایک ٹاپو ہے۔ جس پر ایک چھوٹا سا گاؤں آباد ہے۔ اس کی کُل آبادی نو سَو ہے۔ مگر اس کے پُرانے کھنڈروں اور محلوں کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے۔ کہ کسی زمانے میں یہاں کوئی بڑا عالی شان شہر ہوگا۔

دریا کے کنارے گھروں کی قطار۔ مندر اور دُکانیں اس ترتیب سے بنی ہوئی ہیں۔ کہ اگر اُونچائی پر سے یا ہَوائی جہاز میں بیٹھ کر دیکھیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ گویا کئی چھوٹی چھوٹی ریلیں ایک قطار میں کھڑی ہیں۔ بہت عُمدہ نظارہ ہے۔

اِن کے علاوہ یہاں پر کسی بھیل راجہ کا ایک بہت بڑا محل بھی ہے۔ جو آج کل بالکل ویران پڑا ہے۔

جزیرہ ماندھاتا کے ایک طرف دریائے نربدا اور دُوسری طرف کاویری نام کی ایک چھوٹی ندی بہتی ہے۔ اسی جزیرے میں ایک چھوٹی سی پہاڑی پر ایک انوکھا چشمہ ہے۔ جس کا پانی دریا اور ندی دونوں میں گرتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس چشمے میں ناریل پھینک کر یہ کہہ دے۔ کہ کاویری میں گرے۔ تو وہ سیدھا اُسی میں جا گرتا ہے۔ اور اگر یہ کہے۔ کہ نربدا میں گرے۔ تو وہ اُس کی اُلٹی جانب کو بہہ کر دریائے نربدا میں گر جاتا ہے۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر ایک اَور چشمہ ہے۔ جو ایک بڑی بھاری پتھر کی گائے کے مُنہ سے

نکلتا ہے۔ اس چشمے کا پانی ہر وقت
گرم رہتا ہے ؀

یہاں بندھیاچل کے پہاڑوں میں
سے نربدا سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا
جاتا ہے۔ گاؤں سے تھوڑی دُور پر
نربدا بہت گہرا ہوگیا ہے۔ یہاں اس
میں ہزاروں قسم کی بڑی بڑی مچھلیاں
رہتی ہیں۔ جب اُنہیں چنے پھینکتے
ہیں۔ تو وہ پانی کی سطح سے اُوپر اُچھلتی
ہیں۔ اور دیکھنے میں یوں نظر آتی ہیں
گویا چاندی کی مچھلیاں ہیں۔ یہاں دریا
کے دونوں طرف نیلی چٹانیں ہیں ؀

ماندھاتا میں اَور بھی کئی مندر ہیں
مگر اُن میں سے ایک مندر بہت عجیب
ہے۔ اس کے اندر ہر روز صرف بائیس
پجاری جایا کرتے ہیں۔ وہ پجاری جب
مندر میں داخل ہوتے ہیں۔ تو اُن
میں سے ہر ایک اپنے ہاتھ میں لکڑی
کا ایک چھوٹا سا تختہ تھام لیتا ہے۔
جس میں تیرہ سَو چھوٹے چھوٹے سوراخ
ہوتے ہیں۔ ان کی پُوجا کا ڈھنگ
بھی عام پُجاریوں سے جُدا ہے ؀

یہاں ہر سال بڑا بھاری میلہ لگتا
ہے۔ دُور دُور کے شہروں اور قصبوں
کے لوگ آکر اسے دیکھتے ہیں۔ اور کچھ
نہیں تو تیس ہزار کے لگ بھگ انسان
جمع ہو جاتے ہیں۔ اس میلے میں بھیل
جو وہاں کے باشندے ہیں۔ چار روز
تک بالکل آزادی سے جُوا کھیلتے ہیں
میلے سے کئی دن پہلے وہ لوگ اپنے
ناخُن بالکل نہیں کٹواتے۔ اور اس چار
دن کی آزادی میں اپنے اپنے ناخُنوں
پر شرط باندھتے ہیں۔ جس کے ناخُن سب
سے بڑے ہوتے ہیں۔ اُسے انعام دیا

جاتا ہے۔ میلے میں پولیس کا باقاعدہ انتظام رہتا ہے۔ تاکہ کہیں دنگہ فساد نہ ہو جائے ٭

مسعود محی الدین صوفی جبل پور

لطیفے

ا۔ ایک سیاح ایک بڑے سرد ملک کے سفر سے واپس آیا۔ وہ اپنے دوستوں کو وہاں کے حالات سُنا رہا تھا۔ ایک شخص نے پوچھا "کیوں صاحب وہاں سردی تو بہت پڑتی ہو گی"؟

سیاح فوراً بول اُٹھا "بس اس سے اندازہ کر لو۔ کہ ایک رات میری موم بتی کی لَو جم گئی۔ میں بہتیرا پھونکیں مار کیا مگر وہ نہ بجھی۔ ناچار مجھے چاقو سے لَو کو کاٹ دینا پڑا" ٭ فیروز الدین احمد۔ لاہور

۲۔ ایک صاحب جن کی ایک آنکھ نہیں تھی۔ اپنے دوستوں کو لندن شہر کا حال سُنا رہے تھے۔ کہنے لگے "لندن اتنا بڑا شہر ہے۔ کہ میں ایک مہینے میں بھی پورا نہیں دیکھ سکا"

ایک بے تکلّف دوست فوراً بول اُٹھا "تمہاری ایک آنکھ تھی۔ جب ہی مہینہ لگا۔ ہم تو پندرہ ہی دن میں پورا شہر دیکھ لیتے" ٭

آنسہ فاضلہ بیگم بسون گڑھی

۳۔ اُستاد۔ (شاگرد سے) بتاؤ افریقہ دُور ہے۔ یا چاند؟

شاگرد۔ افریقہ ٭

اُستاد۔ وہ کیسے؟

شاگرد۔ چاند تو نظر بھی آتا ہے۔ مگر افریقہ نظر نہیں آتا ٭

حامد حسن قادری

پبلشر و دلوی سید ممتاز علی مسلم پریس بیرون اکبری دروازہ لاہور میں باہتمام بابو مرلا داد پرنٹر چھپا۔ اور سید ممتاز علی مالک و منیجر نے دفتر پھول، ریلوے روڈ لاہور سے شائع

علمی خدمت بھی اور مالی فائدہ بھی

بے روزگاروں کے فکر معاش کا خاتمہ

دفتر اخبار پھول سے پرائمری جماعتوں کے لئے اُردو کی پہلی - دوسری اور تیسری کتاب کا سلسلہ (منظور شدہ بموجب سرکلر نمبر ۹۹۹ ا بی) شائع ہو کر تمام صوبہ میں بے حد مقبول ہو چکا ہے - صوبہ کی موجودہ کمزور مالی حالت کو دیکھ کر ان کتابوں کا جو جدید اڈیشن شائع کیا گیا ہے - وہ قیمت کے لحاظ سے اس قدر ارزاں ہے - کہ تمام مروجہ سلسلوں سے اس کا بخوبی مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور پھر لطف یہ - کہ اس کے ظاہری اوصاف میں کوئی فرق نہیں پڑا ۔ یعنی اس وقت یہ سلسلہ تمام مروجہ سلسلوں سے ایک طرف تو زیادہ خوشنما اور مفید اور دوسری طرف ارزاں بھی ہے - چنانچہ جن لوگوں کے دل میں تعلیم کی ضرورت کے ساتھ صوبے کی موجودہ کمزور مالی حالت کا بھی احساس ہے - ان کی توجہ نے تا بہ بازار میں یہی ایک سلسلہ ہے - اس سلسلہ کا یہ جدید اڈیشن بھی بحکم ڈائرکٹر صاحب بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب منظور ہو چکا ہے - اس کے علاوہ پنجاب کے تمام ایسے مشہور اور نامور حضرات نے جنہیں صوبے کی تعلیمی حالت سے خاص دلچسپی ہے - اسے بہت پسند فرمایا ہے ۔

جسٹس شیخ سر عبد القادر - راجہ نرندر ناتھ دیوان بہادر مسٹر عبد اللہ یوسف علی پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور - آنریبل سردار جگندر سنگھ وزیر زراعت - ڈاکٹر سر محمد اقبال - مرزا محمد سعید ایم - اے پرنسپل گورنمنٹ کالج رہتک - پنڈت شو نرائن شمیم ایم - اے پروفیسر اے - ایس خان گورنمنٹ کالج لاہور مسٹر کے - ایل رلیا رام ہیڈ ماسٹر مشن اسکول لاہور خان بہادر مولوی خورشید احمد ریٹائرڈ انسپکٹر مدارس - پنڈت برجموہن کیفی دتاتریہ دہلوی - خان صاحب مولوی محمد دین مرحوم ہیڈ ماسٹر اسلامیہ سکول لاہور - اور دوسرے کئی حضرات ان ریڈروں پر تعریفی ریویو لکھ کر انہیں کئی لحاظ سے دوسری مروجہ ریڈروں سے بہتر قرار دے چکے ہیں ۔

اخبار بندے ماترم - انقلاب - پارس - زمیندار اور سیاست اور رسالہ نیرنگ خیال - مخزن - اردو وغیرہ نے تعلیمی افسروں سے پُرزور سفارش کی ہے - کہ بچوں کو اُردو زبان صحیح طور پر پڑھانے کے لئے اسی سلسلے کو مدارس میں رائج کیا جائے ۔

اس سلسلہ کا پہلا اڈیشن پنجاب کے اکثر پرائمری مدارس میں رائج ہے - اور جہاں کہیں رائج ہے - وہاں کے افسران محکمہ تعلیم اسے بے حد پسندیدگی کی نظر سے دیکھ رہے ہیں - اور اس کے متعلق حوصلہ افزا رائیں لکھ لکھ کر اپنے خیالات کا اظہار فرما رہے ہیں ۔

اس سلسلے کو ظاہری طور پر اور مضامین کے لحاظ سے تمام پہلے سلسلوں سے بہتر بنانے کی کوشش کی گئی ہے - سرورق اعلیٰ اور مضبوط ہے تصویریں خوشنما اور بچوں کے پسند کی ہیں - تصویروں کے بلاک لندن اور جرمنی سے بنوائے گئے ہیں - لکھائی - چھپائی - کاغذ عمدہ اور پائدار ہے ۔

اس سلسلے کے مضامین آج کل کی نئی ضرورتوں کے مطابق ہیں - پُرانے طور طریقے چھوڑ دئے گئے ہیں - کوشش کی گئی ہے - کہ خیالات اور طرز بیان کے لحاظ سے جہاں تک ہو سکے انہیں ننھے بچوں کے بالکل مناسب حال بنایا جائے ۔

سبق ایسی چیزوں پر لکھے گئے ہیں - جن میں بچوں کو اپنی عمر کے لحاظ سے خاص طور پر دلچسپی ہو - اور وہ انہیں شوق سے پڑھیں - مفید چیزیں زبردستی نہیں بتائی اور سکھائی گئیں - بلکہ عمر اور مذاق کا خیال رکھ کر نہایت احتیاط سے وہی چیزیں رفتہ رفتہ بچوں کے سامنے پیش کی گئی ہیں - جن میں وہ دلچسپی لینے پر مائل ہو سکتے ہیں - اور ان چیزوں کے وہ پہلو نمایاں کرنے میں خاص کوشش کی گئی ہے - جن کے معلوم کرنے کا بچے شوق رکھتے ہیں ۔

پھر یہ سبق بولنے کی زبان میں لکھے گئے ہیں۔ ان کی عبارت میں تحریری ثقالت نہیں بے تکلفی اور چٹخارہ ہے جس سے صحیح معنوں میں زبان آ جاتی ہے۔

سلاست اور سادگی کو مد نظر رکھ کر الفاظ اور خیالات میں بے معلوم طور پر رفتہ رفتہ ترقی کی گئی ہے۔ تاکہ طالب علم پہلی کتاب ختم کرکے دوسری اور دوسری ختم کرکے بآسانی تیسری پڑھنے کے قابل ہو جائے۔

ان تمام باتوں کا خیال رکھتے ہوئے یہ کوشش کی گئی ہے۔ کہ پرائمری کی تعلیم ختم کرنے کے بعد طالب علموں میں معقول لیاقت پیدا ہو جائے۔ حفظ صحت۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔ نیچرا سٹڈی اور دوسرے ضروری مضامین کے متعلق انہیں کچھ نہ کچھ واقفیت ہو جائے اور اگر وہ کسی وجہ سے مدرسہ کی تعلیم جاری نہ رکھ سکیں۔ تو اپنے طور پر اپنی پسند کی چیزوں کا مطالعہ جاری رکھ سکیں۔

ہر سبق کے متعلق سوال دئیے گئے ہیں۔ کہ ان کے جواب کے لئے بچوں کو اپنی قوت فکر سے کام لینے کی مشق اور لکھنے اور بولنے کی عادت پڑ جائے۔

ان کتابوں کی تمام خوبیاں اگر پورے طور پر معلوم کرنی ہوں تو دارالاشاعت پنجاب سے کتاب "بچے کیا پڑھیں" مفت منگوائیے جس میں بہت مفصل طور پر بتایا گیا ہے۔ کہ یہ کتابیں کن باتوں میں بے نظیر ہیں۔ اور مدرسوں کو یہ کتابیں کیوں کر پڑھانی چاہئیں۔ ساتھ ہی تینوں کتابوں کا ایک ایک صفحہ۔ اور سادہ اور رنگین تصویروں کا۔ ایک ایک نمونہ ہے۔ نیز ان پر نامور ماہرین تعلیم اور اخبارات وغیرہ کی پوری رائیں چھپی ہوئی ہیں۔

جو شائقین تعلیم اس سلسلے کو رائج کرانے میں دفتر اخبار پھول کی امداد کر سکتے ہیں جن کے دل میں اس بات کا درد اور شوق ہے۔ کہ ہمارے ننھے بچے ماں باپ کا کم سے کم روپیہ خرچ کرکے بہترین کتابیں پڑھیں۔ اور ان کے دل عمدہ ترین معلومات سے مالا مال ہوں۔ جن کو مدرسوں میں جانے کی فرصت ہے۔ جو ماسٹروں سے مل کر انہیں ان مفید کتابوں کی طرف توجہ دلا سکتے ہیں۔ جو اپنے دلی شوق اور اپنی فصاحت کو اس مفید کام میں صرف کر سکتے ہیں۔ دفتر اخبار پھول انہیں اس علمی خدمت کے لئے بہت معقول معاوضہ اور سفر کے اخراجات دینے کو بھی تیار ہے۔ بشرطیکہ وہ بواپسی ڈاک لکھیں۔ کہ وہ کس علاقے میں ان کتب کو رائج کرنے کی کوشش کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی کوشش میں کامیابی کے کیا ظاہری اسباب ہیں۔ کامیابی کے بعد کتنی کتنی ہر سہ کتب وہ لگوا سکتے ہیں۔ اور اس کے معاوضے میں ان کے اخراجات سفر کا کیا خرچ ہوگا۔ اور حق الخدمت کیا ہوگا۔ یہاں اس بات کو ظاہر کر دینا نامناسب ہوگا۔ کہ چونکہ ایک ایک ضلع اور تحصیل سے کئی کئی درخواستوں کی اُمید ہے۔ اس لئے منتخب اُنہی کو کیا جاسکے گا۔ جن کے اخراجات اور حق الخدمت مقابلہ میں کم ہوگا۔ اس لئے جس کم سے کم معاوضے پر آپ کام کر سکیں۔ وہی لکھئے گا۔

یہ علمی کام بھی ہے۔ اور اس سے مالی فائدہ بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ آج کے بچے کل کو باپ بنیں گے۔ ان ہی ننھے بچوں سے آیندہ نسل بنتی ہے۔ ان کی تعلیم و تربیت میں ابھی سے کوشش کیجئے۔ اس کوشش کا آپ کو بہت معقول معاوضہ بھی مل سکتا ہے۔ اتنا معقول کہ آپ مطمئن ہو جائیں۔

آپ کو کام صرف اس قدر کرنا ہے۔ کہ دفتر اخبار پھول سے کتاب "بچے کیا پڑھیں" منگا کر اس کا مضمون سمجھ لیں۔ اور جن جن لوگوں کی مدد سے آپ دفتر پھول کی ریڈریں مدرسوں میں لگوا سکتے ہیں۔ انہیں سنائیں اور دکھائیں۔ مگر اس میں آپ کو کامیابی کی پختہ اُمید اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔ کہ آپ مدرس رہ چکے ہوں یا ان لوگوں سے تعلقات ہوں یا آپ کی دلچسپی کی وجہ سے بہت سے مدارس میں آنا جانا ہوتا رہتا ہو۔ اور ہر طرح آپ کو یقین ہو۔ کہ اپنی تحصیل یا ضلع میں چھوٹے مدارس کے ماسٹر صاحبان پر آپ کی تعلیمی نصیحت مفید و کارگر ثابت ہوگی۔

جو صاحب بھی اس کام پر آمادہ ہوں۔ انہیں یقین رکھنا چاہئیے کہ وہ ایک اعلیٰ چیز اور اچھے مقصد کے لئے کوشش کریں گے اور ماہرین تعلیم اور نامور اخبارات و رسائل کی رائے کو دہرائیں گے خلوص اور شوق ان کی کوششوں کو ضرور بارآور کرے گا۔

مینیجر دارالاشاعت پنجاب لاہور

بچوں کے لئے پچیس پچیس کتابوں کے سٹ

نیچے لکھی ہوئی کتابیں بچوں اور بچیوں کے لئے بہت محنت اور کوشش سے تیار کی گئی ہیں۔ ساری کہانیاں بیحد دلچسپ اور مفید ہیں۔ حرف بڑے موٹے سطریں کھلی کھلی اور عبارت بہت آسان۔ بچوں کی دلچسپی کے لئے کتابوں میں خوشنما تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ کاغذ۔ لکھائی۔ چھپائی عمدہ دوسرا سٹ آٹھ سے گیارہ سال تک کے بچوں کے لئے قیمت للعہ۔ تیسرا گیارہ سال سے چودہ سال تک کے بچوں کے لئے ۲عہ

دوسرا درجہ

نام	قیمت
۱۔ بچوں کا انصاف	۳ر
۲۔ خزانہ کا مالک	۳ر
۳۔ سچا وعدہ	۳ر
۴۔ دو بہنیں	۳ر
۵۔ امیر اور بانس والا	۳ر
۶۔ عقلمند انگشتانہ	۳ر
۷۔ روس کا شہنشاہ	۳ر
۸۔ سفید کبوتر	۳ر
۹۔ لال بی بی	۳ر
۱۰۔ بہن کی محبت	۳ر
۱۱۔ گل بانو	۳ر
۱۲۔ مینڈک شہزادہ	۳ر
۱۳۔ عجیب ہنس	۳ر
۱۴۔ احسان کا بدلہ	۳ر
۱۵۔ چپ شہزادی	۳ر
۱۶۔ کپڑا بُننا	۳ر
۱۷۔ فیاض بیگم	۳ر
۱۸۔ بدمزاج شہزادی	۳ر
۱۹۔ پتھر کا شیر	۳ر
۲۰۔ مغرور شہزادی	۳ر
۲۱۔ نیکی کا پھل	۳ر
۲۲۔ بدی کا بدلہ	۳ر
۲۳۔ بلوری جوتا	۳ر
۲۴۔ نقلی شہزادہ	۳ر
۲۵۔ ابراہیم نائی	۳ر

تیسرا درجہ

نام	قیمت
۱۔ ستارہ کی گڑیا	۲ر
۲۔ شہزادہ عزیز	۳ر
۳۔ پہاڑی ماں کی کہانی	۳ر
۴۔ دُکھ کے بعد سُکھ	۳ر
۵۔ تقدیر اور تدبیر	۳ر
۶۔ پادری کا دلچسپ قصہ	۳ر
۷۔ چالاک چور	۳ر
۸۔ سمندر کی سنہری پری	۳ر
۹۔ چالاک بلی	۳ر
۱۰۔ صابر شہزادی	۳ر
۱۱۔ بقراط اور جالینوس	۳ر
۱۲۔ ایک سُست لڑکا	۴ر
۱۳۔ فتنہ کی کہانی	۳ر
۱۴۔ بھول بھلیاں	۴ر
۱۵۔ جورو مار راجہ	۳ر
۱۶۔ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے	۳ر
۱۷۔ اپاہج فقیر	۳ر
۱۸۔ چالاک بھانجا	۳ر
۱۹۔ سعد اور سعید	۳ر
۲۰۔ دو بھائی	۶ر
۲۱۔ شہزادہ جمشید	۳ر
۲۲۔ جادو کا برج	۳ر
۲۳۔ بھوت موت کا جھوٹ	۲ر
۲۴۔ عجیب عینک	۳ر
۲۵۔ کچھو اور مانو	۶ر

ملنے کا پتہ:۔ **دفتر اخبار پھول لاہور**

پھول
چھوٹے بچوں کا رسالہ
دارالاشاعت پنجاب لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷

پھول

یعنی

چھوٹے بچّوں کا ہفتہ وار دل بہلاؤ

سال بھر کی قیمت محصول سمیت پانچ روپیہ پیشگی ہے

نمبر ۱۲	لاہور ہفتہ ۔ ۲۵ ۔ مارچ ۱۹۳۳ء	جلد ۲۵

پھول

لاہور ۔ ۲۷ ۔ ذیقعد ۱۳۵۱ھ

فہرست مضامین

پچھلے ہفتے لاس انجیلز (کیلیفورنیا) میں زبردست بھونچال آیا۔ جس سے شہر کا بہت سا حصّہ تباہ ہو گیا۔ لاس انجیلز کے ہسپتالوں میں چھ ہزار زخمی پہنچائے گئے۔ ایک سو بیس جانوں کا نقصان ہوا۔ سُنا ہے۔ کہ لاس انجیلز کے آس پاس کے علاقوں کو بھی سخت نقصان پہنچا ہے۔

قیصر جرمنی نے حکومت سے درخواست کی ہے۔ کہ مجھے جرمنی واپس آنے کی اجازت دی جائے ÷ سُنا ہے۔ کہ جرمنی کی حکومت میں بہت بڑی تبدیلی ہونے والی ہے ÷

امریکہ کے بینک جو پچھلے دنوں بند ہوگئے تھے۔ پھر کُھل گئے ہیں ÷

ماسکو سے اطلاع آئی ہے۔ کہ وہاں ۳۵ شخصوں کو گولی سے اُڑا دیا گیا ہے ÷ اُن پر باغیانہ کاموں میں حصّہ لینے کا الزام تھا ÷ کئی اَور لوگوں کو بھی گرفتار کیا گیا ہے۔ سُنا ہے۔ کہ وہ ماسکو کا بجلی گھر اُڑا دینے کی سازش کر رہے تھے ÷

سُنا ہے۔ کہ جدّہ اور مکّہ کے درمیان ریلوے لائن تیار کی جائے گی ÷ یہ کام اب سے آٹھ مہینے بعد شروع ہوگا۔ اور دو برس میں ختم ہو جائے گا ÷

پچھلے دنوں افغانستان کی سرحد پر "لیونے فقیر" نامی ایک شخص نے چھوٹا سا لشکر جمع کر کے حکومت افغانستان کے خلاف سر اُٹھایا تھا۔ مگر شاہ نادر خاں کی فوجوں نے باغیوں کو سخت شکست دی ÷ سُنا ہے۔ کہ "لیونے فقیر" زخمی ہو کر کہیں بھاگ گیا ہے ÷

شاہ الفانسو جنہیں ہسپانیہ کے تخت سے اُتار دیا گیا ہے۔ ہندوستان میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد واپس یورپ روانہ ہوگئے ÷

پچھلے ہفتے لاہور کے شالامار باغ میں سر جافرے ڈی مونٹ مورنسی گورنر پنجاب کو جو پنجاب سے رخصت ہو رہے ہیں۔ ایک شاندار دعوت دی گئی ÷

تتلی

سُمترا اور اُس کا بھائی چھوٹی چھوٹی کُھرپیاں لئے اپنے باغ کی ایک کیاری سے گوبھی کے پھُول کاٹ رہے تھے۔ سمترا نے گوبھی کے ایک پتّے پر پیلی پیلی سی ایک چیز دیکھ کر پوچھا۔ "جانکی یہ کیا ہے"؟

جانکی مالی پاس کھڑا تھا۔ کہنے لگا۔ "یہ تتلیوں کے انڈے ہیں۔ اگر تم ان کو تھوڑے دن رکھ چھوڑو۔ تو اِن میں سے ننھے ننھے کِرم پیدا ہوں گے"۔

بھلا بچّوں کے لئے اس سے بڑھ کر اَور کیا تماشا ہوگا! سمترا کے بھائی نے وہ پتّا توڑ کر ایک صندوقچی میں رکھ لیا۔ اور صندوقچی باغ کے ایک سایہ دار کونے میں رکھوا دی۔ بچّے ہر روز انہیں دیکھنے جاتے۔ ایک دن کیا دیکھتے ہیں۔ کہ بہت سے چھوٹے چھوٹے کیڑے صندوقچی کے چاروں طرف رینگ رہے ہیں۔ وہ صندوقچی کو اسی طرح اُٹھا کر مالی کے پاس لے آئے۔

جانکی مالی نے کہا "تم نے دیکھا۔ انہیں انڈوں سے یہ کیڑے نکلے ہیں۔ کھانے کی فکر میں رینگ رہے ہیں۔ اب انہیں ہر روز گوبھی کے پتّے کھلایا کرنا۔ لیکن یہ خیال رکھنا۔ کہ تازہ ہوں"۔

بچّوں نے ایسا ہی کیا۔ انہوں نے اس کے کہنے کے مطابق شیشے کے ایک ٹکڑے سے صندوقچی کو ڈھانک دیا۔ اور ہر روز گوبھی کے پتّے کا ایک ٹکڑا اس میں ڈال دیتے۔ دونوں

بہن بھائی اسی طرح کئی ہفتے تک
ان کیڑوں کو گوبھی کے پتے کھلاتے
رہے۔ وہ بھی انہیں کھا کھا کر خوب
موٹے ہو گئے۔ تھوڑے دنوں بعد
اُنھوں نے شیشے کا ٹکڑا اُٹھا لیا۔ اور
اس کی جگہ ململ کا ایک ٹکڑا صندوقچی
کے مُنہ پر باندھ دیا۔ جس سے انہیں
ہوا اور روشنی ملنے لگی۔

وہ بعض دفعہ ایک کیڑے کو نکال
کر دیکھنے لگتے۔ انہیں اس بات کے
جاننے کا بہت شوق تھا۔ کہ وہ اپنے
ننھے ننھے جبڑوں سے گوبھی کا پتا
کس طرح کھاتا ہے۔ اُنھوں نے ایک
کیڑے کی ٹانگیں گنیں۔ تو معلوم ہوا
کہ اس کے آگے کی طرف چھ پتلی ٹانگیں
اور پیچھے کی طرف دس موٹی ٹانگیں
ہیں۔

ننھی سمترا اور اس کے بھائی کو ان
کیڑوں کے تتلیاں بن جانے کا بڑا
انتظار تھا۔ ایک دن انھوں نے دیکھا
کہ ایک کیڑے نے کھانا چھوڑ دیا۔ معلوم
ہوتا تھا۔ بیمار ہے۔ لیکن زیادہ دن نہ
گزرے تھے۔ کہ ایک عجیب تماشہ دیکھنے
میں آیا۔ اس کی پُرانی کھال اُتر گئی۔
اور ایک نئی کھال نکل آئی۔ اور اب
اس نے پھر کھانا شروع کر دیا۔ اسی
طرح سب کیڑوں کی حالت ہوئی۔

ایک دن اُنھوں نے اپنے لاڈلے
کیڑوں میں سے تین کو صندوقچی کے
اُوپر پایا۔ انھوں نے پھر کھانا چھوڑ دیا
تھا۔ لیکن اس مرتبہ اُن کی اَور ہی
صورت ہو گئی تھی۔ وہ اپنی دُم کی طرف
سمٹ گئے تھے۔ اور ایک باریک
ریشم کے فیتے سے بندھے ہوئے

معلوم ہوتے تھے۔ دوسرے دن کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ان میں سے ایک نے پہلے کی طرح پھر چولا بدلا۔ اب کے وہ ایک گول مول جانور معلوم ہونے لگا۔ اب اس کی ٹانگیں غائب ہو چکی تھیں۔ نہ مُنہ دکھائی دیتا تھا۔ نہ آنکھیں ہی نظر آتی تھیں۔ جانکی ماں نے کہا۔ کہ سب کیڑوں کی یہی صورت ہو جاتی ہے۔ اور ایسا ہی ہُوا۔ چھ سات دن میں سب کیڑے اسی شکل کے ہو گئے۔ ان کی صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ اب اَور کایا پلٹ نہ ہو گی۔ اب ان کے لئے کھانا اور چلنا کٹھن تھا۔ وہ صرف اپنی دُم ہلا سکتے تھے۔

ایک دن جب سمترا اور اس کا بھائی صندوقچی دیکھنے لگے۔ تو ایک کیڑے کی کھال پھٹ گئی۔ اور اس میں سے ایک عجیب غریب جانور نکل آیا۔ وہ سمترا کی اُنگلی پر چڑھ گیا۔ سمترا بڑی خوشی سے اُسے اپنے باپ کے پاس لے گئی۔ باپ نے کہا۔ "بیٹی یہی تتلی ہے" بھائی بہن کو تعجب تھا۔ کہ یہ تتلی کیسے ہو سکتی ہے۔ تتلی کے تو بڑے بڑے پَر ہوتے ہیں۔

باپ نے کہا۔ "ذرا صبر کرو۔ پھر دیکھنا"۔

سمترا نے اپنے باپ کے کہنے پر اس کیڑے کو ایک پیڑ کی ٹہنی پر بیٹھا دیا۔ وہ اپنے چھوٹے بازو لٹکا کے بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد اس نے بازو سمیٹ لئے۔ اور اس کی صورت اَور بھی بگڑ گئی۔ اب بچّوں نے دیکھا کہ اس کے بازو روز بروز بڑے ہوتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ تتلی کے

برابر ہو گئے۔ بھائی بہن اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور سمترا نے اس کے پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ مگر بھائی نے اُسے روک دیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ کیڑے کی مرضی کے خلاف کوئی اُسے ہاتھ لگائے۔

ایک دن ایک تتلی اپنے آپ اس کے ہاتھ پر آکر بیٹھ گئی۔ اس دن اُنہوں نے اس کی ہری ہری آنکھیں۔ رس چوسنے والی لمبی نلی اور چھ ٹانگیں دیکھیں اب انہیں یہ دیکھ کر تعجب ہُوا۔ کہ جب تک تتلی کیڑے کی شکل میں رہی اس کی سولہ ٹانگیں تھیں۔ مگر اب تتلی بن جانے پر چھ ہی رہ گئیں۔

ان کے باپ نے سمجھایا۔ کہ کیڑے کے بھی چھ ہی ٹانگیں ہوتی ہیں جن سولہ ٹانگوں کا تم ذکر کرتے ہو۔ وہ نقلی ٹانگیں تھیں۔

باپ اور بچوں میں ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں۔ کہ ایکا ایکی تتلی اُڑ گئی۔

آنسہ فائزہ بیگم۔ بسون گڑھی بنگلور

سفری اسکول

کناڈا کی آبادی بہت چھدری ہے۔ ایسے دیہات بہت کم ہیں۔ جن کی آبادی گنجان ہو۔ اکثر دیہات کی یہ حالت ہے۔ کہ ایک مکان یہاں ہے۔ تو دُوسرا ایک میل کے فاصلے پر۔ اور ایسے ایسے مقام بھی ہیں۔ جہاں دو تین گھر ایک جگہ واقع ہیں۔ اور اُن کے آس پاس کئی کئی میل تک آبادی نظر نہیں آتی۔ اس لئے وہاں بچوں

کی تعلیم کے بارے میں بہت سی مشکلیں پیش آتی ہیں۔

اکثر مقاموں پر یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ کہ ماں باپ گھر پر ہی بچّوں کو لکھنا اور پڑھنا سکھاتے ہیں۔ جب وہ اپنی اِبتدائی تعلیم مکمل کر لیتے ہیں۔ تو انہیں خط و کتابت کے ذریعے تعلیم دی جاتی ہے۔ ڈاک کے ذریعے اُستاد اُنہیں ہدایتیں بھیج دیتے ہیں اور وہ اُن پر عمل کر کے اپنا علم بڑھاتے ہیں۔ کہیں کہیں ریڈیو کے ذریعے بھی تعلیم کا اِنتظام کیا گیا ہے۔ لیکن "سفری اِسکول" کا طریقہ ان سب سے اچھا اور مُفید ثابت ہوا ہے۔

ایک بہت بڑی گاڑی پر ڈسک بلیک بورڈ اور اسکول کا سارا سامان اس طرح لگا دیا جاتا ہے۔ کہ گاڑی اسکول کا کمرہ معلوم ہوتی ہے۔ گاڑی میں کئی اُستاد ہوتے ہیں۔ جو ایک ایک مُقام پر تقریباً دو دو ہفتے رہ کر بچّوں کو تعلیم دیتے ہیں۔

اڈیٹر

پھولوں کی سیر

کچھ روز ہوئے۔ رات کے وقت میں اور آپا جان (حامدہ افروز) منجھلی آپا (عتیقہ بیگم) اور نسیم آپا۔ (نسیمہ الماس) اپنے اپنے بچھونے پر سو رہے تھے۔ کوئی نو ساڑھے نو کا عمل ہوگا۔ کہ اتنے میں ہماری خالہ زاد بہن راضیہ بیگم نے آ کر جگایا۔ اور کہا۔ کہ "جلد اُٹھ کر تیار ہو جاؤ۔ دُولھا بھائی موٹر بھیجتے ہیں آج لال باغ میں پھولوں کی نُمائش ہے"

"لال باغ شو" دیکھنے کی خوشی میں ہماری نیند اُڑ گئی۔ اور ہم جلد اُٹھ بیٹھے، آدھے گھنٹے میں موٹر آگئی۔ اور ہم چاروں بہنیں اور امّی جان۔ خالہ جان۔ اور ممانی جان موٹر میں سوار ہوگئے، جب موٹر چل رہی تھی۔ تو ٹھنڈ کے سبب ہم سے بات تک نہ ہو سکتی تھی، ہمارے مکانوں سے لال باغ ایک میل کے فاصلے پر ہے۔ اس لئے بہت جلد موٹر لال باغ کے پھاٹک سے گزر کر عینک محل (البرٹ وکٹر ہال) کے سامنے کھڑی ہوگئی ٭

عینک محل میں بجلی کی روشنی سے دن کا سماں ہو رہا تھا۔ بہت سی عورتیں اور بچے بڑی دل چسپی سے نئی نئی قسم کے پھول دیکھ رہے تھے، نمائش دوپہر سے شروع تھی۔ اور ٹکٹ بھی تھا۔ مگر رات کو کسی نے ہم سے ٹکٹ نہیں مانگا ٭

خیر جب موٹر کار رُکی۔ تو ہم سب اُتر کر آگے بڑھے۔ اور اس جگہ پہنچے۔ جہاں پھولوں کے تختے بچھے ہوئے تھے۔ کہیں کاسنی رنگ کے پھول تھے۔ تو کہیں گلابی اور سُرخ رنگ کے۔ اور کہیں گیندے کی قسم کے ایسے پھول تھے۔ جو ہم نے کبھی نہ دیکھے تھے، کسی جگہ ایسے پھول بھی تھے۔ جن میں زرد اور سُرخ رنگ ملے جُلے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا مخمل پر زردوزی کام کیا گیا ہے ٭

کہیں انگیٹھیوں میں سفید۔ سُرخ زرد۔ گلابی وغیرہ طرح طرح کے رنگوں کے گلاب تھے۔ کہیں بیلیں اور گھاس بچھا کر ان کے اوپر فیروزی اور نیلے

رنگ کے پھول رکھے تھے۔ پھول بھائیو! میں اُن خوب صورت پھولوں کے رنگوں کو کہاں تک لکھوں۔ بس یوں سمجھ لو۔ کہ شاید ہی کوئی ایسا رنگ ہو گا۔ جس کے پھول یہاں مُہیّا نہ کئے گئے ہوں۔

جس جگہ پھولوں کے تختے تھے۔ وہاں اُن پھولوں کے نام بھی ٹکٹوں پر لکھے ہوئے تھے۔ اِدھر پھول اُدھر پھول۔ ہر طرف پھول ہی پھول تھے۔ اور بیچ بیچ میں خوب صورت راستے۔ اس وقت عینک محل گویا پرستان بنا ہُوا تھا۔ جہاں سے دوسری جگہ جانے کو دل نہ چاہتا تھا۔

اتنے میں ہمیں ایک طرف سے دُولھا بھائی۔ دُلھن آپا۔ دوسری خالہ زاد بہنیں اور خالہ جان وغیرہ آتے دکھائی دیئے۔ اور ہم اور وہ سب مل کر دوسری طرف عینک محل سے باہر گئے۔ جہاں خیموں میں دُکانیں لگی ہوئی تھیں۔ یہاں ہر ایک قسم کی ترکاری اور میوے وغیرہ نہایت خوب صورتی سے سجے سجائے رکھے تھے۔ یہ سب چیزیں بہت مہنگی بک رہی تھیں۔ خیموں میں ہوٹل بھی تھے۔ لوگ چائے شربت سوڈا پی رہے تھے۔ یہ تمام چیزیں دیکھنے کے بعد ہم پھر پھولوں کے پاس آئے۔ اور دوبارہ اُنہیں دیکھنے لگے۔ سچ یہ ہے۔ کہ ان پھولوں کے پاس سے ہٹنے کو ہمارا جی نہ مانتا تھا۔ اور ہر ایک یہی چاہتا تھا۔ کہ تھوڑی دیر اَور یہیں ٹھہرا جائے۔

یہ پھول سب بنگلور ہی میں اُگائے گئے تھے۔ اور جن مالیوں نے انہیں حفاظت سے اُگایا تھا۔ اُنہیں دیوان

صاحب کی طرف سے انعام بھی دیئے
گئے۔ حضور مہاراجہ صاحب میسور کے
چھوٹے بھائی یوراجہ صاحب بھی
نمائش دیکھنے آئے تھے۔ اور بعض
عجیب غریب پھول دیکھ کر انعام
بھی دیئے۔
یہ نمائش ہر چھ مہینے کے بعد لال
باغ میں ہوتی ہے۔ اور بنگلور کی مارکیٹ
کی نہایت تروتازہ ترکاریاں اور
میوے وغیرہ اس دن یہیں لاکر
لوگوں کو دکھائے جاتے ہیں۔ اور
لوگ خرید کر انعام بھی دیتے ہیں۔
مشہور مشہور شہروں کے پھول بھی
یہیں اُگا کر اس دن لوگوں کو دکھائے
جاتے ہیں۔ غرض عمدہ پھول دیکھنے
کا یہ نہایت اچھا موقع ہے۔
ہم دو گھنٹے تک یہیں رہے۔ اس
کے بعد بارہ بجے رات کو اپنے اپنے
گھروں کو لوٹے۔ اور یوں ہماری یہ
دلچسپ سیر ختم ہوئی۔

آنسہ خالدہ بیگم ہمشیرہ حامدہ افروز
بسون گڑھی۔ بنگلور

کُتّے آبادی میں کس طرح آئے؟

جس طرح آج کل انسانوں کی بستیوں
میں کُتّے عام پھرتے ہیں۔ اُسی طرح
پہلے زمانے میں بھیڑیے عام پھرا
کرتے تھے۔ ایک دن کُتّوں نے
ارادہ کیا۔ کہ بھیڑیوں کو آبادی سے
نکال کر ہم آباد ہو جائیں۔ چنانچہ وہ
بھیڑیوں کے پاس گئے۔ اُن کے
سردار نے کہا "اے میرے پیارے
بھائیو۔ میں تم سے ایک عرض کرتا

ہوں۔ وہ یہ کہ ہم میں سے ایک کُتّا
بہت بیمار ہے۔ اور اُمید نہیں۔ کہ وہ
زندہ رہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں
کہ اسے یہاں لے آئیں۔ اور کسی حکیم
سے اُس کا علاج کرائیں۔ یوں ممکن ہے
کہ وہ تندرست ہو جائے۔ اور تم سب اتنی
دیر ہمارے مکانوں یعنی جنگلوں میں
قیام کرو"۔

یہ بات سُن کر بھیڑیوں کو کُتّوں
کی حالت پر رحم آگیا۔ اور اُن کے
سردار نے جواب دیا "بہت اچھا
میرے پیارے بھائیو۔ ہم یہاں سے
آج ہی چلے جاتے ہیں۔ اور تم سب
اپنے بیمار کو لے کر یہاں آ جاؤ۔ اور
اس کا علاج کراؤ۔ جب وہ تندرست
ہو جائے۔ تو ہمیں بتا دینا۔ تاکہ ہم
واپس یہاں آ جائیں"۔

کُتّوں کے سردار نے جواب دیا۔
"بہت اچھا" چنانچہ بھیڑیے چلے گئے۔
اور کُتّے آبادی میں آ گئے +

جب دو ہفتے گزر گئے۔ اور کُتّوں
کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ تو
بھیڑیے مل کر آئے اور آبادی سے
دُور ہی کھڑے ہو کر کہنے لگے "کیا ابھی
تک تمہارا بیمار تندرست نہیں ہوا؟"

اِدھر سے کُتّوں نے جواب دیا۔
"ابھی نہیں"۔ اسی طرح جب کبھی بھیڑیے
آتے۔ تو کُتّے یہی جواب دیا کرتے۔ چنانچہ
وہ دن اور آج کا دن۔ کُتّے برابر بھیڑیوں
کو ٹالتے چلے جا رہے ہیں۔ اور آبادی سے
نکلنے کا نام نہیں لیتے۔ ہر روز رات کو بھیڑیے
آبادی کے قریب آکر "ہو ہو" کرتے ہیں یعنی
اپنی زبان میں کہتے ہیں۔ ہم آ جائیں؟ کُتّے
جواب میں کہتے ہیں "بھوں بھوں" یعنی

ابھی نہیں ۔

فضل عظیم خاں

برما کی بعض رسمیں

ہندوستان کے مشرق میں ایک ملک ہے۔ برما۔ یوں تو یہ ہندوستان سے بالکل الگ معلوم ہوتا ہے۔ مگر حکومت کے لحاظ سے ہندوستان ہی کا ایک صوبہ سمجھا جاتا ہے۔ رقبے میں یہ اَور صوبوں سے بڑا ہے۔ اور پہاڑ اور جنگلوں سے بھرا ہُوا ہے۔ آبادی بہت کم ہے۔ اس کے جنوب میں رنگون ایک بہت بڑا شہر اور کارآمد بندرگاہ ہے۔ اس بندرگاہ کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کو آنے جانے میں بہت آسانیاں ہو گئی ہیں۔ ورنہ پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے نہ تو ہندوستان سے وہاں کوئی ریل جاسکتی ہے۔ اور نہ کوئی ایسا خشکی کا راستہ ہے۔ جس سے آرام کے ساتھ وہاں کا سفر ہو سکے۔ عام طور پر لوگ ہوائی جہاز یا سمندری جہاز سے وہاں آتے جاتے ہیں ۔

وہاں پہاڑوں پر بہت سی جنگلی قومیں آباد ہیں۔ جو جنگلی پھولوں اور جڑی بُوٹیوں پر گزارہ کرتی ہیں۔ البتہ شہری لوگ بہت ترقی کر چکے ہیں۔ اُن کی زبان برمی ہے۔ اور بُدھ مذہب رکھتے ہیں۔ یہ سب منگول نسل سے ہیں۔

برمیوں میں بعض رسمیں بہت عجیب غریب ہیں۔ پھُول بھائیوں کی دلچسپی کے لئے میں چند رسموں کا ذکر کرتا ہوں ۔

بُدھ مت والوں کو اپنی عمر میں ایک مرتبہ کم سے کم سات روز کے لئے ضرور خانقاہوں میں رہنا پڑتا ہے۔ اگر کوئی بغیر رہے مر جاتا ہے۔ تو وہ گُنہ گار سمجھا جاتا ہے۔ یہ رسم عام طور پر بارہ برس کی عمر میں ادا کی جاتی ہے۔ اُن لوگوں کو ہر روز صبح سویرے ایک کانسے کا کشکول گلے میں ڈال کر خانقاہ کے کسی بڑے پادری کے پیچھے پیچھے خیرات کے لئے پھرنا پڑتا ہے۔ چاہے امیر ہو یا غریب سب کے لئے یہ رسم ادا کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ ایسے آدمیوں اور لڑکوں کی تعداد تقریباً نوّے ہزار رہے۔ جو روزانہ اسی طرح زرد رنگ کے کپڑے پہن کر خیرات کے لئے پھرا کرتے ہیں۔

بارہ برس سے کم عمر بچّوں کو ایک عجیب طریقے سے تعلیم دی جاتی ہے وہ اس طرح کہ لڑکوں کو پیٹ کے بل لِٹا کر زور زور سے چلّا کر پڑھاتے ہیں۔ برما والوں کا خیال ہے۔ کہ اس طرح لڑکے جلد اپنا سبق یاد کر لیتے ہیں۔

جب لڑکا چودہ سال کا ہو جاتا ہے تو اُس کے جسم پر کمر سے لے کر گھٹنوں تک خوب صورت تصویریں گود دیتے ہیں۔ گودنے سے پہلے افیون کھِلا دیتے ہیں۔ تاکہ نشے میں زیادہ تکلیف نہ ہو۔ تھوڑی دیر بعد اُس کے بدن کے وہ حصّے جن پر تصویریں گودی گئی تھیں۔ سُوج جاتے ہیں۔ اور درد کے مارے اُس کا نشہ اُتر جاتا ہے اور وہ ہائے وائے کرنے لگتا ہے۔

اسی طرح لڑکیوں کے کان ہیں

بڑے بڑے سوراخ کر دیتے ہیں، اور اُن میں ربڑ کی موٹی موٹی نلیاں ڈال دیتے ہیں، یہ نلیاں چھوٹی چھوٹی چیزیں مثلاً پیسے وغیرہ رکھنے کے کام آتی ہیں ٭

برمی لوگ بہت بشّاش اور ہوشیار ہوتے ہیں، جب کسی کے پاس سو یا اس سے زیادہ روپیہ جمع ہو جاتا ہے۔ تو وہ مندر بنانے کے لئے دے دیتا ہے، ان کے مندروں کو انگریزی میں پگوڈا کہتے ہیں ٭

مسعود محی الدین صوفی جبل پور

تصویری معمّا
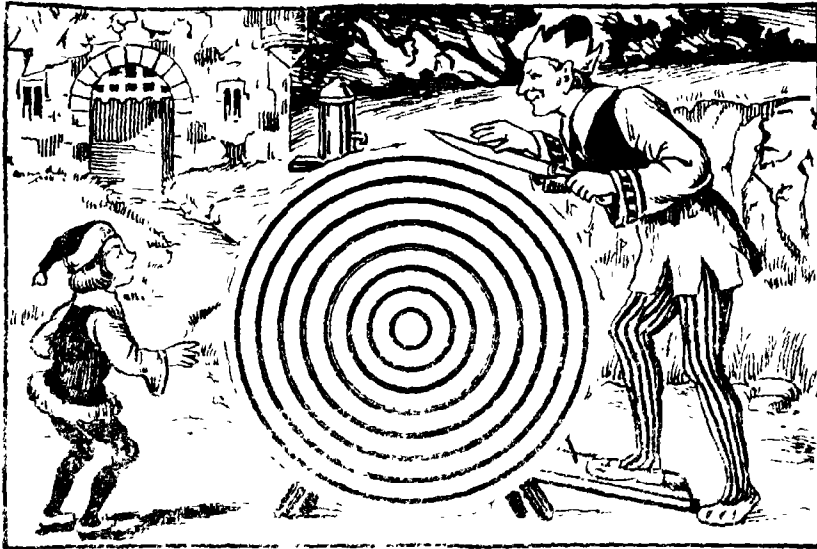
چاقو تیز کرنے والا چاقو تیز کر رہا ہے۔ چار آدمی اُس کے کام کو دیکھ رہے ہیں۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ کہاں کہاں ہیں؟ جواب بھیجنے کی ضرورت نہیں ٭ اڈیٹر

لطیفہ

بوڑھا آدمی۔ تم کیوں رو رہے ہو؟

لڑکا۔ کسی نے میرے بھائی کا بیلچہ چرا لیا ہے۔

آدمی۔ مگر تمہارا تو نہیں چرایا؟

لڑکا۔ جی نہیں۔

آدمی۔ پھر تمہارے رونے کی کیا وجہ ہے؟

لڑکا۔ بات یہ ہے۔ کہ اب اپنے بھائی کا سارا کام بھی مجھے ہی کرنا پڑے گا۔ عبدالوحید پاشا

بعدالت جناب صاحب ڈسٹرکٹ جج بہادر گورداسپور

بذریعہ نوٹس ہذا زیر دفعہ 30 ایکٹ دیوالہ ۵ سال ۱۹۲۰ مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ مندرجہ ذیل درخواست دہندگان اس تاریخ سے دیوالیاں قرار دئے گئے ہیں۔ جو کہ ان کے محاذ میں خانہ ۵ میں درج ہے۔ اور نیز دیوالیاں درخواست ڈسچارج اندر میعاد مندرجہ خانہ نمبر 4 دیویں۔

قرضخواہاں کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ وہ افیشل ریسیور کے پاس مزید کارروائی کے لئے اس تاریخ پر حاضر ہوں۔ جو کہ خانہ ۶ مندرجہ نقشہ ذیل میں درج ہے۔

نمبر مقدمہ و سال	نام ولدیت قومیت۔ پیشہ و سکونت: سائلاں	نام ولدیت قومیت۔ پیشہ و سکونت: قرضخواہان	میعاد جس عرصہ میں دیوالیہ کو درخواست ڈسچارج کے لئے دینی چاہئے۔	تاریخ دیوالیہ قرار دئے جانے کی	تاریخ جس روز قرضخواہان مزید کارروائی کے لئے آفیشل ریسیور کے پاس حاضر ہوں
1	2	3	4	5	6
392 سال ۱۹۳۲ء	پنوں ولد نتھو ذات کمہار ساکن بھٹلی برہمناں تحصیل شکرگڑھ	ایسرداس وغیرہ	اندر دو سال	27/2/1933	26/3/1933
283 سال ۱۹۳۲ء	حکم الدین ولد عبداللہ ذات جٹ ساکن جگووال جٹیاں تحصیل گورداسپور	خوشی رام وغیرہ	اندر دو سال	27/2/1933	26/3/1933
293 سال ۱۹۳۲ء	منوں مل ولد کالو ذات مہاجن ساکن نروٹ جیمل سنگھ تحصیل پٹھان کوٹ	چین سنگھ وغیرہ	اندر دو سال	27/2/1933	26/3/1933

بتاریخ ۶ مارچ ۱۹۳۳ء

(دستخط و مہر عدالت)

بعدالت آغا غلام رضا خاں صاحب نائب تحصیل دار و اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوئم بٹالہ

فتح محمد خاں ولد عمر خاں پٹھان ساکن کٹڑی افغاناں۔ تحصیل بٹالہ مدعی

بنام شمس الدین۔ غلام محمد۔ فیروز خاں۔ سلطان احمد خاں۔ نذیر احمد پسران عمر خاں اقوام پٹھان ساکنان کٹڑی افغاناں گاماں ولد فرزانہ جٹ۔ امتیاز محمد خاں ولد عبداللہ خاں پٹھان پیرو ولد محمد بخش جٹ۔ الٰہ بخش ولد کالو۔ امیر و فضل سلطان پسران نتھو۔ ماہی ولد سرداراں اقوام جٹ ساکنان کٹڑی افغاناں۔ شیر سنگھ ولد دولا سنگھ۔ بادا سنگھ۔ گنڈا سنگھ پسران شیر سنگھ اقوام جٹ ساکنان اولکھ۔ آلا سنگھ ولد فتا جٹ۔ جگت سنگھ ولد خوشحال سنگھ جٹ ساکن بیٹ۔ گنڈا سنگھ۔ مولا۔ منگل پسران امیر سنگھ جٹ ساکنان اولکھ چراغ ولد کیاں جٹ ساکنان کٹڑی افغاناں ہیرا ولد راموں جھیور ساکن بیٹ ٹھنا سبحان علی ولد فقیرا ارائیں۔ عزیز دین۔ خیر دین پسران نبی بخش۔ فجو ولد شادی۔ رحمت علی ولد شیر محمد ارائیں۔ عطا محمد ولد سندہی بیگ۔ خیراتی بیگ ولد درگاہی۔ کماں ولد گل محمد۔ برکت بیگ۔ یعقوب بیگ۔ مقبول بیگ پسران ہزارہ مغل۔ نتھو۔ ابراہیم پسران امیر و جٹ۔ علی محمد۔ شاہ محمد۔ محمد علی پسران اسماعیل جٹ۔ خان بہادر خاں ولد بلند خاں محمد حیات خاں ولد شیر زماں خاں۔ فتح یاب خاں ولد شیر زماں خاں پٹھان۔ سید احمد۔ علی احمد۔ فتح خاں پسران دوست محمد خان پٹھان۔ بلندا ولد عمر دین۔ سربلند خاں ولد قطب خاں پٹھان۔ علی بخش و فتح محمد پسران بورو ولد میراں بخش سلطان محمد خاں ولد قطب دین خاں۔ برکت علی۔ فرزند علی۔ ابراہیم و امیر پسران بانا ارائیں۔ ہزارہ سنگھ۔ تارا سنگھ پسران عطر سنگھ جٹ۔ تابا ولد سندھی ارائیں۔ نتھا سنگھ ولد بچن سنگھ ترکھان۔ ہری سنگھ ولد بھاگ ترکھان ساکنان کٹڑی افغاناں تحصیل بٹالہ۔ مدعا علیہم ضلع گورداسپور

درخواست تقسیم اراضی کھیوٹ 74 تا 77 و کھتونی

736 تا 816 واقعہ موضع کٹڑی افغاناں تحصیل بٹالہ

اشتہار بنام مدعا علیہم

مقدمہ بالا میں مدعا علیہم کو کئی بار طلب کیا گیا ہے لیکن وہ حاضری عدالت سے گریز کرتے ہیں۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار ہذا اُن کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ اگر وہ بتقرر 4/3/33 کو حاضر عدالت ہذا ہو کر جواب دہی نہ کریں گے۔ تو ان کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جائے گی۔ 10/3/33

(دستخط و مہر عدالت)

از مولوی سید ممتاز علی مسلم پریس بیرون اکبری دروازہ لاہور میں باہتمام بابو مولاداد پرنٹر چھپا۔ سید ممتاز علی مالک و منیجر نے دفتر پھول، ریلوے روڈ لاہور سے شائع کیا

علمی خدمت بھی اور مالی فائدہ بھی

بے روزگاروں کے فکر معاش کا خاتمہ

دفتر اخبار پھول سے پرائمری جماعتوں کے لئے اُردو کی پہلی۔ دوسری اور تیسری کتاب کا سلسلہ (منظور شدہ بموجب سرکلر نمبر ۱۹۹۹ این) شائع ہو کر تمام صوبہ میں بے حد مقبول ہو چکا ہے۔ صوبہ کی موجودہ کمزور مالی حالت کو دیکھ کر ان کتابوں کا جو جدید اڈیشن شائع کیا گیا ہے۔ وہ قیمت کے لحاظ سے اس قدر ارزاں ہے۔ کہ تمام مروجہ سلسلوں سے اس کا بخوبی مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور پھر لطف یہ۔ کہ اس کے ظاہری اوصاف میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ یعنی اس وقت یہ سلسلہ تمام مروجہ سلسلوں سے ایک طرف تو زیادہ خوشنما اور مفید اور دوسری طرف ارزاں بھی ہے۔ چنانچہ جن لوگوں کے دل میں تعلیم کی ضرورت کے ساتھ صوبے کی موجودہ کمزور مالی حالت کا بھی احساس ہے۔ ان کی توجہ کے قابل بازار میں یہی ایک سلسلہ ہے۔ اس سلسلہ کا یہ جدید اڈیشن بھی بحکم ڈائرکٹر صاحب بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب منظور ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ پنجاب کے تمام ایسے مشہور اور نامور حضرات نے جنہیں صوبے کی تعلیمی حالت سے خاص دلچسپی ہے۔ اسے بہت پسند فرمایا ہے۔

جسٹس شیخ سر عبدالقادر۔ راجہ نرندر ناتھ دیوان بہادر مسٹر عبداللہ یوسف علی پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور۔ آنریبل سردار جگندر سنگھ وزیر زراعت۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال۔ مرزا محمد سعید ایم۔ اے پرنسپل گورنمنٹ کالج رہتک۔ پنڈت شو نرائن شمیم ایم۔ اے پروفیسر اے۔ ایس نیازی گورنمنٹ کالج لاہور مسٹر کے۔ ایل رلیا رام ہیڈ ماسٹر مشن اسکول لاہور خان بہادر مولوی خورشید احمد ریٹائرڈ انسپکٹر مدارس۔ پنڈت برجموہن کیفی دتاتریہ دہلوی۔ خان صاحب مولوی محمد دین مرحوم ہیڈ ماسٹر اسلامیہ سکول لاہور۔ اور دوسرے کئی حضرات ان ریڈروں پر تعریفی ریویو لکھ کر انہیں کئی لحاظ سے دوسری مروجہ ریڈروں سے بہتر قرار دے چکے ہیں۔

اخبار بندے ماترم۔ انقلاب۔ پارس۔ زمیندار اور سیاست اور رسالہ نیرنگ خیال۔ مخزن۔ اردو وغیرہ نے تعلیمی افسروں سے پرزور سفارش کی ہے۔ کہ بچوں کو اُردو زبان صحیح طور پر پڑھانے کے لئے اسی سلسلے کو مدارس میں رائج کیا جائے۔

اس سلسلہ کا پہلا اڈیشن پنجاب کے اکثر پرائمری مدارس میں رائج ہے۔ اور جہاں کہیں رائج ہے۔ وہاں کے افسران محکمہ تعلیم اسے بے حد پسندیدگی کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ اور اس کے متعلق حوصلہ افزا رائیں لکھ لکھ کر اپنے خیالات کا اظہار فرما رہے ہیں۔

اس سلسلے کو ظاہری طور پر اور مضامین کے لحاظ سے تمام پہلے سلسلوں سے بہتر بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ سرورق اعلیٰ اور مضبوط ہے تصویریں خوشنما اور بچوں کے پسند کی ہیں۔ تصویروں کے بلاک لندن اور جرمنی سے منگوائے گئے ہیں۔ لکھائی۔ چھپائی۔ کاغذ عمدہ اور پائدار ہے۔

اس سلسلے کے مضامین آج کل کی نئی ضرورتوں کے مطابق ہیں۔ پُرانے طور طریقے چھوڑ دئے گئے ہیں۔ کوشش کی گئی ہے۔ کہ خیالات اور طرز بیان کے لحاظ سے جہاں تک ہو سکے انہیں ننھے بچوں کے بالکل مناسب حال بنایا جائے۔

سبق ایسی چیزوں پر لکھے گئے ہیں۔ جن میں بچوں کو اپنی عمر کے لحاظ سے خاص طور پر دلچسپی ہو۔ اور وہ انہیں شوق سے پڑھیں۔ مفید چیزیں زبردستی نہیں ٹھونسی اور سکھائی گئیں۔ بلکہ عمر اور مذاق کا خیال رکھ کر نہایت احتیاط سے وہی چیزیں رفتہ رفتہ بچوں کے سامنے پیش کی گئی ہیں۔ جن میں وہ دلچسپی لیتے ہیں پا سکتے ہیں۔ اور ان چیزوں کے وہ پہلو نمایاں کرنے میں خاص کوشش کی گئی ہے۔ جن کے معلوم کرنے کا بچے شوق رکھتے ہیں۔

پھر یہ سبق بولنے کی زبان میں لکھے گئے ہیں۔ ان کی عبارتیں تحریر کی ثقالت نہیں۔ بے تکلفی اور چٹخارہ ہے۔ جس سے صحیح معنوں میں زبان آ جاتی ہے۔

سلاست اور سادگی کو مد نظر رکھ کر الفاظ اور خیالات میں بے معلوم طور پر رفتہ رفتہ ترقی کی گئی ہے۔ تا کہ طالب علم پہلی کتاب ختم کر کے دوسری اور دوسری ختم کر کے با سانی تیسری پڑھنے کے قابل ہو جاتے ۔

ان تمام باتوں کا خیال رکھتے ہوئے یہ کوشش کی گئی ہے۔ کہ پرائمری کی تعلیم ختم کرنے کے بعد طالب علموں میں معقول لیاقت پیدا ہو جائے۔ حفظ صحت۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔ نیچر اسٹڈی اور دوسرے ضروری مضامین کے متعلق انہیں کچھ نہ کچھ واقفیت ہو جائے اور اگر وہ کسی وجہ سے مدرسہ کی تعلیم جاری نہ رکھ سکیں۔ تو اپنے طور پر اپنی پسند کی چیزوں کا مطالعہ جاری رکھ سکیں ۔

ہر سبق کے متعلق سوال دئے گئے ہیں۔ کہ ان کے جواب کے لئے بچوں کو اپنی قوت فکر سے کام لینے کی مشق اور لکھنے اور بولنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔

ان کتابوں کی تمام خوبیاں اگر پورے طور پر معلوم کرنی ہوں۔ تو دار الاشاعت پنجاب سے کتاب "بچے کیا پڑھیں" مفت منگوایئے جس میں بہت مفصل طور پر بتایا گیا ہے۔ کہ یہ کتابیں کن باتوں میں بے نظیر ہیں۔ اور مدرسوں کو یہ کتابیں کیونکر پڑھانی چاہئیں۔ ساتھ ہی تینوں کتابوں کا ایک ایک صفحہ۔ اور سادہ اور رنگین تصویروں کا ایک ایک نمونہ ہے۔ نیز ان پر نامور ماہرین تعلیم اور اخبارات وغیرہ کی پوری رائیں چھپی ہوئی ہیں ۔

جو شائقین تعلیم اس سلسلے کو رائج کرانے میں دفتر اخبار پھول کی امداد کر سکتے ہیں جن کے دل میں اس بات کا درد اور شوق ہے۔ کہ ہمارے ننھے بچے ماں باپ کا کم سے کم روپیہ خرچ کر کے بہترین کتابیں پڑھیں۔ اور ان کے دل عمدہ ترین معلومات سے مالا مال ہوں۔ جن کو مدرسوں میں جانے کی فرصت ہے۔ جو ماسٹروں سے مل کر انہیں ان مفید کتابوں کی طرف توجہ دلا سکتے ہیں۔ جو اپنے دلی شوق اور اپنی فصاحت کو اس مفید کام میں صرف کر سکتے ہیں۔ دفتر اخبار پھول انہیں اس علمی خدمت کے لئے بہت معقول معاوضہ اور سفر کے اخراجات دینے کو بھی تیار ہے۔ بشرطیکہ وہ بوسیلہ ڈاک لکھیں۔ کہ وہ کس علاقے میں ان کتب کو رائج کرنے کی کوشش کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی کوشش میں کامیابی کے کیا ظاہری اسباب ہیں۔ کامیابی کے بعد کتنی کتنی ہر سہ کتب وہ لگوا سکتے ہیں۔ اور اس کے معاوضے میں ان کے اخراجات سفر کا کیا خرچ ہوگا۔ اور حق الخدمت کیا ہوگا۔ یہاں اس بات کو ظاہر کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔ کہ چونکہ ایک ایک ضلع اور تحصیل سے کئی کئی درخواستوں کی اُمید ہے۔ اس لئے منتخب اُنہی کو کیا جا سکے گا جن کے اخراجات اور حق الخدمت مقابلہ میں کم ہوگا۔ اس لئے جس کم سے کم معاوضے پر آپ کام کر سکیں۔ وہی لکھنے گا ۔

یہ علمی کام بھی ہے۔ اور اس سے مالی فائدہ بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ آج کے بچے کل کو باپ بنیں گے۔ ان ہی ننھے بچوں سے آیندہ نسل بنتی ہے۔ ان کی تعلیم و تربیت میں ابھی سے کوشش کیجے۔ اس کوشش کا آپ کو بہت معقول معاوضہ بھی مل سکتا ہے۔ اتنا معقول کہ آپ مطمئن ہو جائیں۔

آپ کو کام صرف اس قدر کرنا ہے۔ کہ دفتر اخبار پھول سے کتاب "بچے کیا پڑھیں" منگا کر اس کا مضمون سمجھ لیں۔ اور جن جن لوگوں کی مدد سے آپ دفتر پھول کی ریڈریں مدرسوں میں لگوا سکتے ہیں۔ انہیں سنائیں اور دکھائیں۔ مگر اس میں آپ کو کامیابی کی پختہ اُمید اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔ کہ آپ مدرس رہ چکے ہوں یا ان لوگوں سے تعلقات ہوں یا اپنی دلچسپی کی وجہ سے بہت سے مدارس میں آنا جانا ہوتا رہتا ہو۔ اور ہر طرح آپ کو یقین ہو۔ کہ اپنی تحصیل یا ضلع میں چھوٹے مدارس کے ہیڈ ماسٹر صاحبان پر آپ کی تعلیمی نصیحت مفید و کارگر ثابت ہوگی ۔

جو صاحب بھی اس کام پر آمادہ ہوں۔ انہیں یقین رکھنا چاہیئے کہ وہ ایک اعلیٰ چیز اور اچھے مقصد کے لئے کوشش کریں گے۔ اور ماہرین تعلیم اور نامور اخبارات و رسائل کی رائے کو دہرائیں گے۔ خلوص اور شوق ان کی کوششوں کو ضرور بار آور کرے گا ۔

مینیجر دار الاشاعت پنجاب لاہور

بچوں کے لئے دلچسپ کہانیوں کے سٹ

پھول
چھوٹے بچوں کا دل بہلاؤ
دارالاشاعت پنجاب لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷

یعنی

چھوٹے بچوں کا ہفتہ وار دل بہلاؤ

سال بھر کی قیمت محصول سمیت پانچ روپیہ پیشگی ہے

نمبر ۱۳	لاہور ہفتہ یکم اپریل سنہ ۱۹۳۳ء	جلد ۲۵

پھول

لاہور۔ ۵۔ ذالحجہ سنہ ۱۳۵۱ھ

فہرست مضامین

پچھلے ہفتے غازی رؤف بے جو ترکی کے وزیر اعظم رہ چکے ہیں۔ لاہور تشریف لائے۔ اور اسلامیہ کالج کے ہال میں ترکی کے متعلق ایک زبردست تقریر کی۔ ✤

سنا ہے۔ کہ انگورہ اور قسطنطنیہ کے درمیان ہوائی جہاز کے ذریعے آنے جانے کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے ✤

مسٹر ٹیبل نیویارک (امریکہ) سے روانہ

ہو کر آئرلینڈ پہنچ گئے ۔

مسٹر روزویلٹ صدر امریکہ پر فیر کرنے والے مسٹر زنگارا کے مُقدمہ کا فیصلہ ۲۰ مارچ کو سُنا دیا گیا۔ اور اُسے بجلی کی کرسی کے ذریعے سزائے موت دے دی گئی ۔

سُنا ہے۔ کہ جاپانی فوجیں جیہول پر قبضہ کرنے کے بعد چیپنکو کے قریب بم برسا رہی ہیں ۔

ان دنوں مسٹر چرچل برطانوی حکومت کی تاریخ لکھ رہے ہیں۔ سُنا ہے۔ کہ انہیں اس کتاب کا مُعاوضہ بیس ہزار پونڈ ملے گا ۔

امریکہ کے ایک بنک کو پندرہ لاکھ ڈالر کا گھاٹا ہوا۔ اس بنک کے پریزیڈنٹ نے اس غم سے خودکُشی کرلی ۔

سر میلکم ہیلی گورنر یو۔پی ولایت جارہے ہیں۔ اُن کی جگہ نواب صاحب چھتاری یو۔پی کے گورنر مُقرر کئے گئے ہیں، خیال ہے۔ کہ سر میلکم ہیلی موسم گرما کے اخیر میں ہندوستان واپس آکر اپنا عُہدہ سنبھالیں گے ۔

کوئٹہ کے قریب ایک ہوائی جہاز گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اس میں دو انگریز افسر سوار تھے۔ دونوں اسی وقت مر گئے ۔

معلوم ہوا ہے۔ کہ پنجاب کے نئے گورنر سر ہربرٹ ایمرسن ۱۲۔ اپریل کی صبح کو سرکاری طور پر لاہور پہنچیں گے۔ اسی دن دوپہر کے بعد ان سے حلف وفاداری لیا جائے گا۔ اور سر جافرے ڈی مونٹ مورنسی اسی دن سپشل گاڑی میں سوار ہو کر لاہور سے روانہ ہو جائیں گے ۔

ننّھے بہادر

بچے جماعت میں بیٹھے پڑھ رہے تھے۔ اُستانی میز کے پاس بیٹھی کچھ لکھ رہی تھیں۔ اور کبھی کبھی نظر اُٹھا کر بچّوں کی طرف بھی دیکھ لیتی تھیں۔ اتنے میں ایک تیتری کمرے میں آ گئی۔ آ تو گئی۔ مگر اب باہر جانے کا راستہ یاد نہ رہا۔ ایک لڑکے نے اس کی بے چینی دیکھی۔ اور اسے پکڑنے کے لئے اُٹھا۔ اُستانی نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ "کیوں جیک کیا بات ہے"؟

جیک نے جواب دیا "یہ تیتری باہر جانا چاہتی ہے۔ لیکن اسے راستہ نہیں ملتا۔ میں نے کہا۔ چلو اس کو راستہ بتا دو۔ چنانچہ اس کو پکڑ کر باہر چھوڑ دوں گا"۔ اُستانی مُسکرا کر خاموش ہو گئیں۔

اسکول میں جتنے بچّے پڑھتے تھے۔ سب گھوڑوں پر سوار ہو کر آتے تھے۔ کیونکہ اسکول آبادی سے تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر تھا۔ اسکول کے پیچھے صنوبر کے گھنے جنگل تھے۔ اور اس سے آگے پہاڑوں کے کئی سلسلے تھے۔ لڑکے اکثر ان پہاڑوں پر چڑھنے کی تجویزیں کرتے۔ لیکن ہمّت نہ پڑتی۔ جماعت کے تمام لڑکوں کا سردار جیک تھا۔ جب اسکول سے واپسی پر سب بچّے گھوڑوں پر سوار ہو کر جاتے۔ تو جیک سب سے آگے نکل جاتا۔

جس طرح لڑکوں میں جیک کا درجہ سب سے اُونچا تھا۔ اسی طرح لڑکیوں میں اس کی بہن مونا سب سے بڑھی چڑھی تھی۔ اُن کا باپ شکاری

تھا۔ وہ بڑے بڑے ریچھوں اور جنگلی
جانوروں کا شکار کیا کرتا تھا۔ جب وہ
بچّوں سے اپنے شکار کی باتیں بیان
کرتا۔ اور جنگلیوں سے لڑائی کے واقعات
سناتا۔ تو بے اختیار جیک کا دل چاہتا
کہ میں بھی اپنے باپ کے ہمراہ شکار
کرنے جاؤں۔ لیکن اس کی عمر ابھی
اس قابل نہ تھی۔

اب بھی جب سب لڑکے پڑھ رہے
تھے۔ تو وہ سوچ رہا تھا "کاش میں
بڑا ہوتا! خیر۔ کبھی تو بڑا ہو ہی جاؤں گا۔
پھر اپنی بندوق لے کر اپنے ابّا جان
کی طرح شکار کھیلا کروں گا۔ اور ان
سامنے والے جنگلوں اور پہاڑوں کو
تو چھان ہی ڈالوں گا۔ میرے ابّا جان
یہاں شکار کھیلتے ہوں گے۔ وہ بھی
آج کل ہی میں آجائیں گے۔ انہیں
گھر سے نکلے ہوئے مہینہ بھر کے
قریب . . . . ."

وہ چونک پڑا۔ چاروں طرف دیکھا۔
اور کہنے لگا "یہ شور کیسا ہو رہا ہے"؟

اُستانی اور سب بچّے باہر نکلے۔
کیا دیکھتے ہیں۔ کہ جنگل میں سے
ایک گھوڑا بے تحاشا بھاگا آرہا ہے۔
اور اس کے پیچھے ایک بڑا سا جنگلی
ریچھ ہے۔ سب لڑکوں نے شور
مچا دیا۔ جس سے ریچھ ٹھہر گیا۔ پھر
کچھ سوچ کر واپس پھرا اور جنگل میں
غائب ہو گیا۔

اب سب لڑکوں نے گھوڑے کی
طرف دیکھا۔ جو اطمینان سے گھاس
چر رہا تھا۔ گھوڑے کو دیکھتے ہی
جیک کے مُنہ سے ایک ہلکی چیخ نکل گئی۔
"یا خدا!" اس نے کانپ کر کہا۔ "یہ تو

ابّا جان کا گھوڑا بجلی ہے۔ لیکن وہ خود کہاں ہیں۔ ضرور انہیں کوئی حادثہ پیش آیا ہوگا"۔

مونا نے کہا۔ "تو آؤ ہم اُن کی تلاش میں چلیں"۔

اُستانی نے کہا۔ "مونا تم دونوں ابھی چھوٹے ہو۔ اور ان اُونچے اُونچے پہاڑوں پر نہیں چڑھ سکتے۔ ممکن ہے۔ کوئی جنگلی یا ریچھ تمہیں پکڑلے۔ گاؤں سے کچھ آدمی جلدی سے لے آو۔ اور"

جیک نے بات کاٹ کر کہا۔ "نہیں اس طرح بہت سا وقت ضائع ہو جائے گا"۔ پھر مونا سے کہا۔ "مونا تم یہیں ٹھہرو۔ میں جاتا ہوں"۔

مونا نے جواب نہیں دیا۔ اس نے اپنا گھوڑا کھولا۔ اور اس پر سوار ہو گئی۔ پھر جنگل کی طرف یہ کہتی ہوئی چلی۔

"جیک تم نہیں چلتے تو نہ چلو۔ میں تو جاتی ہوں"۔

جیک بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اُستانی بولیں۔ "جیک تمہیں راستہ تو معلوم نہیں۔ جاؤ گے کس طرح"؟

جیک نے کہا۔ "بجلی کے پاؤں کے نشانوں پر ہم جائیں گے"۔

اُستانی نے کہا۔ "تو مونا کو واپس کر دو"۔

جیک بولا۔ "اب وہ ہرگز واپس نہیں آئے گی۔ خدا حافظ"!

سب بچّوں نے اسے رُخصت کیا۔ اور جیک بھی مونا کے پیچھے چل دیا۔ اس کو آتے دیکھ کر مونا رُک گئی۔ جب جیک نے کہا۔ کہ اُستانی تمہیں جانے کو منع کرتی ہیں۔ تو وہ بولی۔ "اگر ان کے ابّا جان پر مصیبت

پڑتی۔ تو دیکھتی۔ کہ وہ کس طرح ٹھہر جاتیں۔ چنانچہ دونوں آگے بڑھے ٭

پہلے پہل تو گھوڑے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ لیکن جیک نے انہیں راہ پر

جنگل شروع ہونے پر انہیں بجلی کے پاؤں کے نشان دکھائی دئے۔ یہ اسی طرف چلے۔ جدھر یہ نشان تھے٭

ڈال ہی لیا۔ مونا اس کے پیچھے پیچھے چلی۔ جنگل دُور سے بہت گھنا دکھائی دیتا تھا۔ لیکن دراصل اتنا گھنا نہ تھا

اور اس میں کافی روشنی تھی، کئی میل تک وہ بجلی کے پاؤں کے نشان پر چلتے رہے۔ یہاں تک کہ جنگل ختم ہو گیا۔ اور پہاڑ شروع ہو گئے، اب وہ ڈھلان پر چڑھ رہے تھے۔ آخر کار اُن کے گھوڑے تھک گئے۔ اور آگے چلنا دشوار ہو گیا، دونوں ذرا دیر رُکے۔ جیک نے آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر مونا کی طرف اور کہا "مونا! اگر تم نہ آتیں۔ تو اچھا ہوتا۔ سُورج غروب ہونے والا ہے۔ اگر ابّا جان جلدی ہی نہ مل گئے۔ تو ہمیں رات یہیں گزارنی ہو گی"۔

مونا نے کہا "مجھے اس کی پروا نہیں ہمارے پاس کمبل ہیں۔ روٹی ہے۔ آگ بھی جلا لیں گے۔ تمہارے پاس بندوق ہے۔ پھر ڈر کس بات کا؟ چلو ذرا اور آگے بڑھیں۔ شاید ابّا جان مل جائیں۔ چنانچہ دونوں پھر آگے بڑھے"۔

(باقی پھر)

طاہر غلام ناصر خاں۔ لاہور

تم کیا بنو گے؟

ہمارے مکان کی چھت میں چڑیوں نے ایک گھونسلا بنایا۔ انڈے دیئے۔ اور اُس کے بعد جیتے جاگتے بچّے پیدا کئے، چڑیا اور چڑا دونوں پھُولے نہ سمائے، جب وہ چُوں چُوں کرتے تھے۔ تو چڑا فخر سے اپنی گردن کو اُونچا کر لیتا تھا۔ اور چڑیا محبت بھری نظروں سے اُن گوشت کی بوٹیوں کی طرف دیکھنے لگتی تھی —— تم کو یاد نہیں ہے مگر تمہارے پیدا ہونے پر تمہارے ابّا جان بھی اسی طرح خوش ہوئے

ہوں گے۔

اُن دونوں میں سے ایک اپنے بچّوں کے پاس بیٹھتا تھا۔ اور دوسرا جنگل جنگل اور مکان مکان پھرتا تھا۔ تاکہ اناج کے دانے جمع کر کے لائے۔ اور اپنے بچّوں کے کھُلے ہوئے مُنہ میں ڈال دے۔ بہت دن یوں ہی گزر گئے۔ بچّے بڑے ہو گئے۔ پَر نکل آئے۔ اور اب وہ اپنے گھونسلے میں سے نکل نکل کر اِدھر اُدھر پھُدکنے لگے۔ اور اپنی زبان میں بات چیت بھی کرنے لگے۔

تم جانتے ہو۔ چڑیوں کے یہاں نہ تو کوئی اسکول ہے۔ اور نہ کوئی مکتب۔ بچّوں کو اُن کے ماں باپ ہی نے اُڑنا سکھایا۔ زمین پر گرے ہوئے دانوں کو چُگنا بتایا۔ اناج کی بالیوں کو توڑ کر دانے نکالنے کی مشق کرائی۔ اور بلّی۔ بہری۔ عقاب۔ شکرہ اور دوسرے شکاری جانوروں کی پہچان کرا کے اُن کی تعلیم کو ختم کر دیا۔ اس کے بعد ماں باپ نے اپنے بچّوں سے کہا۔ کہ اب تم بڑے ہو گئے۔ ہوشیار ہو گئے۔ اپنی روزی خود پیدا کرو۔ مہربانی کر کے ہمارا مکان خالی کر دو ــــ بچّے سلام کر کے ایک طرف کو اُڑ گئے۔

میں خیال کرتا ہوں۔ کہ تم بھی اِسکول میں پڑھتے ہو۔ اور جب تم بڑے ہو جاؤ گے۔ تو تمہیں بھی چڑیا کے بچّوں کی طرح اپنی روزی خود پیدا کرنی پڑے گی۔ مگر فرق اتنا ہے۔ کہ چڑیوں کو اناج کے دانے اِدھر اُدھر پڑے ہوئے مل جاتے ہیں۔ لیکن تم کو روپے کی ڈھیریاں یوں زمین

پر پڑی ہوئی نہیں ملیں گی۔

تمہارے لئے بہت سی مشکلیں ہیں

الہ دین کا چراغ آج کل دُنیا میں موجود نہیں ہے۔ جس کی رگڑ سے تم چراغ کے جن کو بلا سکو۔ الف لیلہ کی پریاں جو رُوپے کے ہُن برسایا کرتی تھیں۔ اِس دُنیا سے چلی گئی ہیں۔ جادوگر جو ٹھیکری کو چاندی میں تبدیل کر دیتے تھے۔ سب مر چکے ہیں۔ کیمیا بنانے کی کتابوں کو کیڑا لگ گیا ہے۔ اور سونے چاندی کی کانوں پر گورنمنٹ نے قبضہ کر لیا ہے۔ افسوس ہے۔ کہ تم خواب میں جن خزانوں کو دیکھتے ہو۔ وہ تمہاری آنکھ کھلتے ہی غائب ہو جاتے ہیں۔ تم اپنے تکئے کے نیچے لاکھ ٹٹولو۔ مگر نہیں ملتے۔ زمین کے نیچے گڑے ہوئے خزانے کی دیگیں جن کا ذکر تمہاری دادی اور نانی اماں رات کے وقت کیا کرتی ہیں۔ وہ سب نکال لی گئیں۔ اور واجد علی شاہ کے خزانے کی کنجیاں گومتی میں ڈال دی گئی ہیں۔ البتہ تم میں سے چند بچّوں کے ابّا جان کے پاس بہت موٹی چیک بُک ہے۔ اور اماں جان کے صندوقچے میں بہت سے نوٹ ہیں۔ مگر یاد رکھو۔ آج کل کے ابّا جان اور امّاں جان بہت تجربہ کار ہیں۔ وہ بنے کمائے ہوئے نوٹوں کے گڈے تمہارے ہاتھوں میں نہیں دیں گے جب تم خود روپیہ پیدا کرنا سیکھ جاؤ گے۔ اُس وقت کوئی حرج نہیں ہے۔

اب سوال یہ ہے۔ کہ تم روپیہ کس طرح کماؤ گے؟

اِس کا جواب یہ ہے۔ کہ انسانوں

کی خدمت کرکے۔ انسانوں کی سیوا کرکے۔ انسانوں کو آرام پہنچا کے۔ اس سے تم نہ صرف روپے والے ہو جاؤ گے۔ بلکہ عزّت دار۔ نامور مشہور اور بڑے انسانوں میں گنے جاؤ گے۔

اب تم سچ سچ بتاؤ۔ کہ تم انسانوں کی خدمت کرنے کے لئے تیار ہو یا نہیں؟ اگر تیار ہو تو تم کس طرح خدمت کرنی چاہتے ہو؟ کیا بننا پسند کرو گے؟ اور کونسا پیشہ اختیار کرو گے؟ ڈاکٹر بنو گے۔ انجینئر بنو گے۔ بیرسٹر بنو گے۔ کوتوال صاحب بنو گے۔ تاجر بنو گے۔ ہوائی جہاز بنانا اور چلانا سیکھو گے؟

میں آیندہ کے پرچوں میں تمہیں بہت سے پیشوں کا حال بتاؤں گا۔ تم اُن کا حال خوب غور سے پڑھنا۔ سوچنا اور اُن میں سے ایک پیشہ پسند کرکے ابّا جان سے کہنا۔ کہ ہم یہ بنیں گے۔ یاد رکھو میرے بچّو تم جو کچھ بننا چاہو گے وہی بنو گے۔

سید ابو ظاہر داؤد بی۔ ایس سی (الگ)

نیک دلی کا انعام

ننھّی فرحت ابھی آٹھ ہی برس کی تھی۔ کہ اُس کی ماں اِس دُنیا سے کُوچ کرگئی۔ کچھ عرصہ تک تو اُس کے باپ کو بیوی کی یاد نے ستایا۔ مگر پھر اُس نے ایک عورت سے شادی کرلی۔ اس کی ایک بیٹی تھی ذکیہ نام جو اپنی ماں کی طرح بڑی بدصورت اور چڑچڑے مزاج کی تھی۔ فرحت کی سوتیلی ماں اُسے دیکھ کر بہت جلتی

اور اُس سے بہت بُرا سلوک کرتی لیکن
اپنی بیٹی ذکیہ سے نہایت محبت سے
پیش آتی۔ وہ فرحت کو کبھی کسی جلسے
یا پارٹی میں نہ لے جاتی۔ اگر فرحت
کبھی ڈرتے ڈرتے کہتی بھی کہ میرا
دل جانے کو چاہتا ہے۔ تو وہ اُسے
ڈانٹ کر کہتی "چُپ مُردار میرے
کان نہ کھا۔ اور چل کے برتن مانجھ"۔

ذکیہ بھی اُسے چڑاتی اور نوکروں
کی طرح اُس پر حکم چلاتی۔ اور اسکول
جاتے وقت اُس سے بستہ اُٹھواتی
اور بوٹ صاف کرواتی۔ فرحت
بڑی نیک لڑکی تھی۔ وہ یہ سب دُکھ
سہتی۔ مگر اُف نہ کرتی۔

ایک روز اُس کی سوتیلی ماں نے
اُسے بازار سَودا لینے بھیجا۔ جب وہ
سَودا لے کر واپس آ رہی تھی۔ تو
اُسے ایک بڑھیا ملی جو پھٹے پُرانے
کپڑے پہنے تھی۔ اُس نے فرحت کو
دیکھ کر کہا "بیٹی اللہ کے واسطے کچھ
دیتی جا۔ خدا تیرا بھلا کرے"۔

فرحت کو اُس پر بڑا ترس آیا۔ پر
کیا کرتی۔ اُس کے پاس صرف ایک
پیسہ تھا۔ جو سَودے میں سے بچا تھا
وہ کہنے لگی "بڑی بی میرے پاس صرف
ایک پیسہ ہے۔ یہ لے لیجئے۔ شاید
اس سے آپ کا کچھ کام چل جائے"۔

بڑھیا نے اس کو ہزاروں دُعائیں
دیں اور کہا "بیٹی آنکھیں بند کر" فرحت
نے آنکھیں بند کیں۔ جب کھولیں۔
تو اپنے سامنے ایک خوب صورت
پری کو کھڑے دیکھا۔ پری نے کہا۔
"میں نیک دل بچوں کی دوست ہوں۔
اور بُرے بچوں کی دشمن۔ چونکہ تو

اچھی لڑکی ہے۔اس لئے تیرا یہ انعام ہے۔ کہ جب بھی تو بولے گی۔تو تیرے مُنہ سے ایک موتی گرا کرے گا"۔

یہ کہہ کر وہ غائب ہوگئی۔فرحت کے مُنہ سے خوشی کے مارے آہاہا نکلا۔اور اس لفظ کے ساتھ ہی ایک چمکتا ہوا موتی مُنہ سے گرکر زمین پر جاپڑا۔وہ اُسے اُٹھاکر بھاگی ہوئی گڑیوں والے کی دُکان پر گئی۔اور موتی دے کر ایک گڑیا خرید لی۔اس بات چیت میں جو موتی اُس کے مُنہ سے جھڑے۔وہ اس نے اکٹھے کرلئے اور راستے میں سب ایک لولے فقیر کو دیتی ہوئی گھر بھاگ گئی۔

جب اُس کی سوتیلی ماں نے یہ سُنا۔تو اُس کے سینے پر سانپ ہی لوٹ گیا۔دل میں کہنے لگی۔کہ اگر میں اپنی بیٹی ذکیہ کو بھی اسی طرح بازار بھیجوں تو شاید اُسے بھی وہ ہیرے بخشنے والی پری مل جائے۔اس لئے دوسرے روز اُس نے اپنی بیٹی کو ایک پیسہ دے کر سَودا لینے بھیجا۔جب ذکیہ بازار گئی۔تو وہی بُڑھیا ملی۔اور کچھ مانگنے لگی۔مگر ذکیہ نے کہا"مائی میرے پاس ایک ہی پیسہ ہے۔میں تجھے کیوں دوں۔اس کی مٹھائی نہ خریدوں۔منگتوں کی کمی نہیں۔اور نہ دینے والوں کی۔تُو کسی اَور سے مانگ۔مِل جائے گا"۔

یہ سُن کر بُڑھیا نے کہا"اچھا لڑکی آنکھیں بند کر"۔اور ایک منٹ کے بعد کہا"کھول"۔جب ذکیہ نے آنکھیں کھولیں۔تو وہاں بڑھیا کی جگہ ایک حسین پری کھڑی تھی۔پری نے

لال پیلی ہوکر کہا" اے مغرور اور بے
رحم لڑکی۔ تیری یہ سزا ہے۔ کہ جب
تُو بولے گی۔ تو تیرے مُنہ سے ایک
گندا مینڈک نکلے گا"۔
لڑکی نے ڈر کے مارے ہائے کہا
اور یہ کہنے کے ساتھ ہی ایک غلیظ
مینڈک پُھدک کر باہر گر پڑا۔ لڑکی
روتی ہوئی گھر پہنچی۔ تو ماں دیکھ
کر حیران رہ گئی۔ اور رنج بھی ہوا۔
اپنی بدقسمتی پر رونے لگی۔
اب اس کی بیٹی جب بات کرتی۔
تو اُس کے مُنہ سے مینڈک گرتے۔
لیکن جب فرحت بولتی۔ تو اُس کے
مُنہ سے موتیوں کی بارش ہوتی۔
ہوتے ہوتے یہ خبر بادشاہ تک
پہنچی۔ وہ بہت حیران ہوا۔ اُس
نے فرحت کو دربار میں بُلا کر باتیں
کیں۔ تو یہ دیکھ کر کہ جہاں وہ کھڑی
تھی۔ وہاں موتیوں کا ایک ڈھیر لگ
گیا ہے۔ وہ بہت خوش ہوا۔ اور
اُس کی شادی شہزادے سے کر دی۔
تب وہ دونوں مزے سے زندگی
بسر کرنے لگے۔

محمودہ بیگم متعلمہ الیگزینڈرا گرلز سکول
امرتسر

الفا

پھول بچے یہ سُن کر حیران ہوں
گے۔ کہ پروفیسر نے ایک بناوٹی
انسان بنانے میں کامیاب ہوگئے۔
جس کے لئے وہ بہت دنوں سے
کوشش کر رہے تھے۔ چنانچہ تھوڑے
ہی دن گزرے۔ کہ انہوں نے پبلک

کے سامنے اس کو پیش کیا ہے۔ اور اس
کا نام الفا رکھا ہے۔

الفا بہت عجیب چیز ہے۔ اس کا
تمام بدن لوہے کی کلوں۔ مختلف
پیچوں اور زنجیروں سے بنا ہے۔ جابجا
عجیب عجیب قسم کی کُنجیاں لگی ہیں۔
دُور سے دیکھنے میں یوں نظر آتا ہے۔
گویا کوئی سپاہی زرہ بکتر پہنے کھڑا ہے۔
اس کی آنکھیں لوہے کے جالی دار
کٹوروں جیسی ہیں۔ کان لوہے کے
دو بڑے بڑے پیچوں کی طرح ہیں۔
ناک بھی لوہے کی بہت بھیانک قسم
کی اور کچھ چپٹی سی ہے۔ مُنہ بہت بڑا
اور ہونٹ پتلے پتلے ہیں۔ سر پر بال
بالکل نہیں ہیں۔ اور کھوپری کے
بجائے ہموار لوہے کی سطح ہے۔ آواز
بھدّی لیکن تیز ہے۔ الفا بولتا چالتا
بھی ہے۔ سوالات کا جواب بھی دے
دیتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے خط بھی پڑھ
سکتا ہے۔ چل پھر بھی سکتا ہے لیکن
تیز نہیں دوڑ سکتا۔ کبھی کبھار اپنے
مالک کے گھر پر پہرہ بھی دیتا ہے۔

الفا کا وزن دو ٹن ہے۔ بہت سے
انجینئر اس کوشش میں ہیں۔ کہ الفا کا
اصلی بھید معلوم ہو جائے۔ لیکن
پروفیسر مے نے اب تک کسی کو یہ
بھید نہیں بتایا۔ وہ چاہتے ہیں۔ کہ
ان کے بنائے ہوئے انسان میں
اَور ترقی ہو جائے۔ تب لوگوں کو
اس کی بناوٹ کا حال معلوم ہو۔
تھوڑا عرصہ گزرا۔ کہ الفا نے ایک چور
کو پکڑ لیا تھا۔ جو رات کو لندن کے
پارک سے گزر رہا تھا۔ الفا وہاں پہرہ
دے رہا تھا۔ کیونکہ اتفاق سے وہاں

کا کانسٹیبل بیمار ہو گیا تھا۔ اور پولیس منت خوشامد کر کے الفا کو لے گئی تھی۔ کہتے ہیں۔ پولیس ایک عرصے سے اس چور کا کھوج لگا رہی تھی۔ جو آخر کار اس بناوٹی انسان نے پکڑ لیا۔ غرض یہ ماننا پڑے گا۔ کہ الفا پورا نہیں تو آدھا انسان ضرور ہے۔ (تہذیب)

محمد نذر اللہ شریف۔ بنگلور سٹی

لطیفہ

دوست۔ کل میں نمائش میں گیا۔ اور صرف آپ کی تصویر دیکھ سکا۔

مصوّر۔ شکریہ۔

دوست۔ دوسری تصویروں کے گرد بہت ہجوم تھا۔

آصف بسون گڑھی

نمبر مقدمہ ۵۶۹ سنہ ۱۹۳۲ء (اشتہار زیر آرڈر ۵۔ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی)

بعدالت جناب لالہ رام پرشوتم صاحب مسل بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ پی۔ سی۔ ایس سب جج بہادر درجہ سوئم قصور

[illegible] دین و شہاب الدین و امام دین و فضل دین۔ چراغ دین۔ پسران پیر بخش قوم ارائیں سکنائے بھیڈیا [illegible] تحصیل قصور

[illegible] شگھ نور دین وغیرہ سکنہ سے بھیڈیاں خانپور تحصیل قصور

دعوے استقراریہ

مقدمہ مندرجہ عنوان میں مسمیان [illegible] دین و [illegible] دین

مسندا پسران چنو قوم میں سکنائے بھیڈیاں عثمان والہ تحصیل قصور تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتے ہیں اور روپوش ہیں۔ اس لئے اشتہار ہذا بنام مدعا علیہم مذکور جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہم مذکور تاریخ ۱۸ ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۳ء کو بمقام قصور حاضر عدالت ہذا میں نہیں ہونگے تو اس کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آئیگی۔

آج بتاریخ ۱۷ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۳ء کو بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

(دستخط اور مہر عدالت)

باجلاس جناب خان ایم۔ زید عالم صاحب بہادر بی۔اے۔ پنجاب۔ بی۔اے آنرز لنڈن بار ایٹ لا۔ اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول ضلع فیروزپور

کشور چند خلف لالہ مول چند کھتری ساکن فیروز پور شہر

بنام (1) کپور چند ولد ہرجی رام بھنڈاری ہنسراج۔ (2) سوہن لال (3) پسران کانشی رام اقوام کھتری ترتیبی مدعا علیہم سکنائے فیروزپور (4) باگو ولد جلو۔ (5) چراغ ولد روشن۔ (6) جلال الدین۔ (7) رحمت (8) پسران چوغطہ رجادہ ولد جلو۔ (9) حاکم علی ولد فتح دین۔ (10) رانجھہ ولد جیون (11) سجاول (12) لباول پسران سلیمان۔ (13) نہالا (14) شیرا (15) ہاشم ولد عبدا۔ (16) اسماعیل ولد دینا۔ (17) دینا ولد نظام الدین۔ (18) غوث ولد اسماعیل۔ (19) ماہی ولد گجن۔ (20) منگلی ولد سوہنا۔ (21) نواب ولد عمرا۔ (22) سوہنا ولد نتھو۔ (23) اسماعیل ولد نانک۔ (24) شہابو ولد غلام۔ (25) مکھن ولد دینا۔ (26) دینا ولد نامعلوم اقوام ارائیں۔ (27) چراغ ولد کامل ذات نائی۔ (28) بوڑ سنگھ ولد چندامل۔ (29) شیر سنگھ ولد کاہن سنگھ۔ (30) ناگر سنگھ ولد مہر سنگھ اقوام کمبوہ سکنائے فیروز پور شہر

دعویٰ فہمید حساب شراکت و دلایانے اس قدر قیمت پیداوار کی جو مدعی کو بابت $\frac{1}{9}$ حصہ منجملہ اراضی تعدادی $\frac{7\ 8\ 2}{5\ \text{مرلہ}}$ کنال نمبری کھاتہ 374 کھتونی نمبر 11 لغایت 18 لغایت 8/6 خسرہ ہائے نمبر
4369-4984-4800-4801-4802-$\frac{5515}{4803}$ و 4804 لغایت 4807-4809-4813-4814-4817
4819 لغایت 4823-4826-4828 لغایت 4830-4964-4967-$\frac{5517}{4968}$ 4976-4979 لغایت
4983-4985-4986-4988-4989-4370 لغایت 4372-4374-4375-4388-4380
4383-4384-4391-$\frac{5503}{4392}$ - $\frac{5505}{4393}$ و $\frac{5508}{4394}$ - 4395 لغایت 4399-4406-4410
4412-4373-4376-4377-4379-4381-4385 $\frac{5502}{4387}$ و 4389-4390-4400 لغایت
4405-$\frac{5509}{4408}$ و 4409 $\frac{5512}{4411}$ و $\frac{5519}{4491}$ و 4799-4808-4810 لغایت 4812-4815
4816-4821-4822-5531-4832-4834 لغایت 4838-4965-4966-4969 لغایت
4972-4974-4975-4987 مندرجہ جمعبندی مال سنہ 27و1926ء بابت فصل خریف سنہ 1927ء لغایت ربیع سنہ 1931ء واقعہ رقبہ فیروز پور شہر جو مدعا علیہم سے لینے آویں۔ زیر دفعہ 77 ضمن دوم ثق ک ایکٹ کاشتکاراں

مقدمہ مندرجہ بالا میں مدعا علیہم حاضر عدالت نہیں آئے ہیں۔ چونکہ ان کا $\frac{4}{33}$ //کو حاضر عدالت ہونا ضروری ہے۔ اور اس سے پہلے نوٹس ہا بھی جاری ہو چکے ہیں۔ اس لئے بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ اگر جملہ مدعا علیہم تاریخ بالا میں حاضر عدالت نہیں آئیں گے۔ تو پھر اُن کے خلاف کارروائی ضابطہ عمل میں آوے گی

آج ہمارے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔ $\frac{3}{33}$ 22

(دستخط و مہر عدالت)

مولوی سید ممتاز علی مسلم پریس بیرون اکبری دروازہ لاہور میں باہتمام بابو مولاداد پرنٹر چھپا اور سید ممتاز علی مالک و منیجر نے دفتر پھول ریلوے روڈ لاہور

پھول

اشاعت پنجاب لاہور

کام کے لئے پچاس لاکھ روپے سے
ایک کمپنی قائم کریں گے۔

سُنا ہے۔ کہ جرمنی نے اپنی فوجی طاقت
بہت بڑھا لی ہے۔ اور یہ اندیشہ ہے
کہ عنقریب اُس کی اور فرانس کی جنگ
چھڑ جائے گی۔ لیکن برطانیہ اس جنگ
میں حصّہ نہیں لے گا۔

سُنا ہے۔ کہ امریکہ اور فرانس میں جرمن
مال کا بائیکاٹ کیا جا رہا ہے۔

حکومت امریکہ نے بے روزگاروں کی
امداد کے لئے پچاس کروڑ ڈالر کی رقم
منظور کی ہے۔

چیچو منکو میں چینیوں اور جاپانیوں کے
درمیان جنگ جاری ہے۔ چینی جاپانیو
پر گولہ باری کر رہے ہیں۔

سُنا ہے۔ کہ مونٹ ایورسٹ کی نئی
مہم کے دو ہوائی جہاز چوٹی کے اوپر
جا پہنچے ہیں۔ جو ۲۹ ہزار دو فٹ اُونچی
ہے۔

سُنا ہے۔ کہ مولانا شوکت علی اپریل
کے شروع میں ہندوستان پہنچ جائیں گے۔

۲- اپریل کی صبح کو جام صاحب نوانگر
کا اچانک اِنتقال ہو گیا۔ آپ کرکٹ
کے مشہور کھلاڑی تھے۔

معلوم ہوا ہے۔ کہ لارڈ ولنگڈن ۱۵-
اپریل کی صبح کو دہلی سے شملہ روانہ
ہو جائیں گے۔

مارچ کے آخری ہفتے میں بمبئی کے
راستے سے ایک کروڑ بیس لاکھ روپے
کا سونا ہندوستان سے دوسرے ملکوں
کو بھیجا گیا۔

گورو بازار امرت سر میں بزازی کی ایک
دُکان کو آگ لگ گئی۔ سارا سامان
جل کر خاک ہو گیا۔

ننّھے بہادر

(پہلے حصے کے لئے دیکھو صفحہ ۱۶۷)

کچھ دُور آگے بڑھ کر جیک گھوڑے سے اُتر پڑا - اور جُھک کر دوڑنے لگا۔ مونا نے حیران ہوکر کہا "جیک کیا کر رہے ہو"؟

جیک نے زمین کی طرف اشارہ کرکے کہا "دیکھو اب بجلی کے پاؤں کے نشان بھی دکھائی نہیں دیتے - زمین پتھریلی ہے - تم ٹھہرو میں آگے جاکر دیکھ آؤں"۔

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا - لیکن پاؤں کے نشان کہیں دکھائی نہ دئے - کیونکہ زمین پتھریلی تھی + اب سُورج ڈُوب چکا تھا - جیک واپس مونا کے پاس آیا - اور کہا "یہ تو بہت بُرا ہوا - آگے نشان ہی نہیں ملتے - ہمیں رات یہیں گزارنی پڑے گی"۔

مونا مُسکرائی - اور گھوڑے سے کُود پڑی۔

مونا نے دونو گھوڑے درخت سے باندھ دئے - اور جیک نے لکڑیاں جمع کر لیں - پھر آگ جلائی + اُس کا خیال تھا - کہ اگر ابا جان کہیں قریب ہوئے - تو آگ دیکھ کر آجائیں گے + اس کے بعد اُنہوں نے روٹی کھائی اور چشمے سے پانی پیا + جب پیٹ بھر گیا - تو دونو کو نیند آنے لگی - لیکن مونا نے کہا "ہمیں سونا نہیں چاہئے - کیوں کہ آگ بُجھ جائے گی"۔

جیک نے کہا "تم سو جاؤ - میں تھوڑی دیر کے بعد تمہیں جگادوں گا - اور خود سو جاؤں گا"۔

چنانچہ اُس نے مونا کو کمبل اُڑھا
دئے۔ اور وہ فوراً سو گئی ٭
جیک بیٹھا پہرہ دیتا رہا۔ کبھی کبھی وہ
پہاڑوں کو دیکھتا۔ اور سوچتا۔ کہ اگر اس
وقت ابّا جان آجائیں تو کیسا اچھا ہو؟
یکایک اُسے کسی کے قدموں کی آہٹ
سُنائی دی۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر
سناٹا چھا گیا۔ اس کے بعد اسے پاس
کی جھاڑیوں میں سے دو آنکھیں چمکتی
دکھائی دیں۔ اس نے جوں ہی ان پر پتھر
پھینکے۔ وہ غائب ہوگئیں ٭ جیک نے
خیال کیا۔ کہ وہ کسی جانور کی آنکھیں ہوں گی ٭
اب اُسے نیند آنے لگی۔ آخر وہ سو گیا ٭
یکایک وہ چونک اُٹھا اور بولا "یہ
شور کیسا ہے" پھر وہ بھاگ کر گھوڑوں
کے پاس گیا۔ لیکن گھوڑے وہاں نہ
تھے۔ اس نے مونا کو جگایا اور کہا۔
"مونا گھوڑے بھاگ گئے ہیں۔ میں
ان کی تلاش میں جاتا ہوں۔ تم ڈرو گی
تو نہیں"؟
مونا نے کہا "نہیں"٭
جیک گھوڑوں کے پیچھے چل دیا۔
لیکن گھوڑے نہ ملے۔ مجبوراً واپس چلا۔
یکایک رات کی خاموشی میں اُسے ایک
چیخ سُنائی دی۔ اُس کا خون کھولنے لگا۔
کیوں کہ آواز مونا کی تھی ٭
جیک بے تحاشہ بھاگا۔ اور مونا کو
آواز دینے ہی کو تھا۔ کہ اُسے کسی آدمی
کا سایہ دکھائی دیا ٭ یہ کسی جنگلی کا سایہ
تھا۔ جو پہاڑ سے نیچے اُتر رہا تھا ٭ جیک
ایک درخت کی آڑ میں ہو گیا۔ اس کا
دل دھڑکنے لگا ٭ جنگلی چاروں طرف دیکھتا
بھالتا اُتر رہا تھا۔ گویا کسی کو تلاش کر رہا
ہے ٭ غالباً جیک کو تلاش کر رہا تھا ٭

جیک نے اپنا پستول مضبوطی سے پکڑ لیا۔ پھر اُسے خیال آیا" اگر مَیں نے اس کو مار دیا۔ تو نہ معلوم یہ لوگ مونا کے ساتھ

ایک ہلکی سی سیٹی بجی۔ جنگلی نے جواب دیا۔ اور واپس چلا گیا۔ اب جیک نے اُٹھ آدمی بھی دیکھے۔ جو تعداد میں تقریباً

کیا سلوک کریں۔ نہیں مَیں اس کو نہیں ماروں گا۔ چاہے یہ مجھے گرفتار کر لے "

آٹھ تھے۔ لیکن مونا کیا ہوئی؟ وہ یہ سوچ ہی رہا تھا۔ کہ اس کے پاس سے جنگلیوں کی قطار گزری۔ جو آگے پیچھے

جا رہے تھے۔ سب سے اگلے آدمی نے مونا کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ اس کے مُنہ پر کپڑا بندھا تھا۔ تاکہ وہ شور نہ مچا سکے۔ آخری دو آدمی پاؤں کے نشان مٹاتے جا رہے تھے۔ تاکہ کوئی اُن کا پیچھا نہ کر سکے۔ لیکن جیک خاموشی سے اُن کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ وہ جانتا تھا۔ کہ مونا کی جان بچنے کی یہی صورت ہے۔ کہ جنگلیوں کو میری موجودگی کا علم نہ ہو۔ اس لئے وہ بہت آہستہ آہستہ جا رہا تھا۔

بہت دُور چلنے کے بعد جنگلی ایسی جگہ پہنچے۔ جہاں درخت کاٹ کر ایک چھوٹا میدان سا بنا لیا گیا تھا۔ وہاں ان کے کئی ساتھی موجود تھے۔ اُنھوں نے اِن کی بہت آؤ بھگت کی۔ اس کے بعد سب مونا کے اِرد گِرد دائرے کی شکل میں بیٹھ گئے۔ ایک نے تمام واقعہ سُنایا۔ اس کے بعد اُنھوں نے گھاس پر مونا کو لٹا دیا۔ اور اسے کئی کمبل اُڑھا دئے۔ اب اس کے مُنہ سے کپڑا بھی ہٹا دیا گیا تھا۔ چنانچہ مونا سو گئی۔ لیکن جنگلی بیٹھے باتیں کرتے رہے۔

جیک نے یہ سب کچھ دیکھا۔ لیکن جنگلی اس کو نہ دیکھ سکے۔ کیوں کہ وہ ایک محفوظ جگہ بیٹھا ہوُا تھا۔ اس نے اب مونا کی رہائی کی تدبیریں سوچنی شروع کیں۔ اس نے دل میں کہا۔ کہ اگر جنگلی سو جائیں۔ تو مَیں مونا کو لے بھاگوں گا۔ لیکن جیک بہت تھکا ہوُا تھا۔ جنگلی ابھی سونے نہ پائے تھے۔ کہ اُسے نیند آنے لگی۔ اور وہ خود سو گیا۔

جب صبح کو اُس کی آنکھ کھلی - تو اُس
کے ہوش جاتے رہے - تمام میدان
خالی پڑا تھا - کسی جنگلی کا پتہ نہ تھا معلوم
ہوتا تھا - کہ وہ کوچ کر گئے + ایک طرف
اُن کے پاؤں کے
نشان جاتے تھے جیک
بے تحاشہ اس طرف
بھاگا - کئی میل تک
بھاگتا رہا - لیکن پھر
رُک گیا - وہاں سے
نشان تین طرف جاتے
تھے + جیک کی مایوسی کا ٹھکانا نہ رہا -
اس کا جی چاہتا تھا - کہ چیخیں مار مار
کر روئے - لیکن اس نے ضبط کیا -
اب وہ سوچنے لگا - کہ نہ معلوم کون سا
گروہ مونا کو لے گیا ہے ٭
اس نے چاروں طرف دیکھا - یکایک
اُس کی آنکھیں خوشی سے چمک اُٹھیں -
ایک طرف ایک پیڑ کی شاخ کے ساتھ
مونا کے لباس کا ایک ٹکڑا اُلجھا ہوا
تھا + اب کیا تھا - جیک اُسی طرف چل
دیا + شام کے وقت
وہ جنگلیوں کی بستی کے
قریب پہنچ گیا - اُسے
یقین تھا - کہ مونا اسی
گاؤں میں ہو گی + اب
وہ اپنی تکلیف بھول گیا -
اور مونا کی رہائی کی
تدبیریں سوچنے لگا + گاؤں میں تقریباً
سو خیمے تھے - جیک کو یہ بھی معلوم نہ
تھا - کہ مونا کس میں ہو گی ٭

(باقی پھر)

طاہر غلام ناصر خاں
گورنمنٹ کالج - لاہور

کیا پرندے باتیں کر سکتے ہیں؟

پچھلے دنوں کولمبیا یونی ورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر ولیم ایم پیٹرسن نے چند مشہور عالم فاضل لوگوں کے سامنے ایک سفید پرندے کو پیش کیا۔ جو تین سو الفاظ بول سکتا تھا۔

ڈاکٹر پیٹرسن اس پرندے کے متعلق ایک عرصے تک تحقیقات کرتے رہے۔ اور آخر اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ وہ تین سو مختلف آوازیں نکالتا ہے۔ جن میں سے اکثر انسانی زبانوں سے ملتی ہیں۔ اُس کی آوازیں چوبیس حرفوں سے مل کر بنی ہیں۔

ڈاکٹر پیٹرسن دو سال سے اس پرندے کی زبان سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن ابھی تک انہیں پوری کامیابی نہیں ہوئی۔

اس سلسلے میں ولایت کے ایک اخبار نے کتوں کی عقل مندی کے کئی دلچسپ واقعات بیان کئے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ فیلو نام ایک کتا لوگوں کے نام یاد رکھ سکتا ہے۔ اور جب کسی شخص کا نام اُس کے سامنے لیا جائے۔ تو وہ جان لیتا ہے۔ کہ اس سے کون شخص مراد ہے۔

فلیش ایک اَور کتا ہے۔ جس کی دانائی کے واقعات بے حد عجیب و غریب ہیں۔ پچھلے ہی دنوں جرمنی کے ایک ڈاکٹر نے بیان کیا۔ کہ میرا کتا میری باتیں سمجھ لیتا ہے۔ اور بھونک کر اُن کا جواب دینے کی کوشش بھی کرتا ہے۔

اب تک جانوروں کو انسانی زبانیں سکھانے کی جس قدر کوششیں کی گئی ہیں

وہ سب کی سب ناکام ثابت ہوئی ہیں۔
پروفیسر رابرٹ یرجس نے بندروں کو
کئی سال تک انسانی زبان سکھانے
کی کوشش کی۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔
اُن کا خیال ہے۔ کہ بندر ذہین تو
بے حد ہوتے ہیں۔ لیکن اُن کے مُنہ
کی ساخت ایسی ہے۔ کہ وہ انسانوں
کی طرح باتیں نہیں کر سکتے ؎

اڈیٹر

عید

خوشی کی لہر ہر اک چیز پر دُنیا میں چھائی ہے
ہوا گلزار کی پھولوں کی خوشبو نے بسائی ہے
کلی ہر ایک ٹہنی پر خوشی سے مسکرائی ہے۔
ہر اک گلشن میں بلبل پھول پر یہ چہچہائی ہے۔
مبارک اے وطن کے نونہالو عید آئی ہے۔

کوئی کپڑے بدلتا ہے ابھی کوئی نہاتا ہے۔
بناتا ہے کھڑا اک بال اک کپڑے بساتا ہے۔
کوئی نکلا ہے گھر سے عیدگہ کی سمت جاتا ہے
کوئی بیکس کھڑا رستہ میں ہر اک کو سناتا ہے
مُبارک اے وطن کے نونہالو عید آئی ہے

خدا تم کو نئے دے تم غریبوں کو پُرانے دو۔
یتیموں کو زباں پر شکوہ تنگی کا نہ لانے دو۔
انہیں غم میں یتیمی کے نہ آنسو تم بہانے دو۔
خوشی کے جوش میں اُن کی زباں پر بھی یہ آنے دو۔
مبارک اے وطن کے نونہالو عید آئی ہے

طاہر غلام ناصر خاں طاہر

تم کیا بنو گے؟

ڈاکٹر

ایک بنگلے کے دروازے پر ایک
سائن بورڈ لگا ہے

ڈاکٹر منظور حسین عابدی
ایم-بی-بی-ایس (لکھنؤ) ایم-آر-سی-پی (لندن)

باہر	اندر
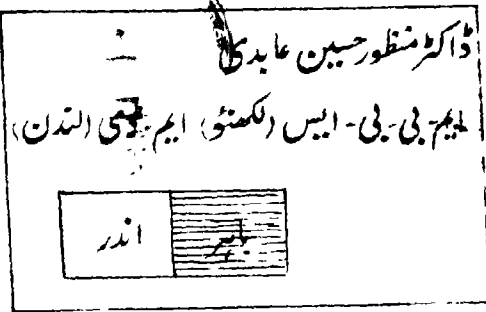
اندر ایک خوب صورت موٹر کھڑی ہے۔ کیاریوں میں پھول لگے ہیں۔ کوٹھی بہت بڑی ہے۔ خوب صورت سامان سے سجی ہوئی۔ بجلی کی روشنی اور بجلی کے پنکھے۔ کوٹھی میں کئی کمرے ہیں۔ ایک کمرے میں ڈاکٹر صاحب کا دواخانہ ہے اس میں ایک نرس سفید ساری باندھے کھڑی ہے۔ دوسرے کمرے میں بہت سی کرسیاں رکھی ہیں۔ جن پر کئی مریض بیٹھے ہیں۔ اس سے ملے ہوئے کمرے میں ڈاکٹر منظور بیٹھے ہیں۔ اور ایک ایک مریض کو بلا کر غور سے دیکھ رہے ہیں ٭

اُن کی میز پر تھرمامیٹر۔ سینہ دیکھنے کا آلہ۔ دواؤں کے نمونے۔ کاغذات اور کچھ کتابیں رکھی ہیں۔ دوسری میز کے اوپر اسپرٹ سے جلنے والا لمپ شیشے کی نلکیاں۔ خوردبین اور دواؤں کی شیشیاں رکھی ہیں۔ ایک کونے کی میز پر ٹیلی فون بھی رکھا ہے ٭

ٹن۔ ٹن گھنٹی بجتی ہے — "ہلو" — میں ہوں ڈاکٹر صاحب۔ نواب معین الدولہ — "کیوں۔ فرمائیے" — "بیگم کو بخار آ گیا ہے۔ جلد آ کر دیکھئے"

اتنے میں ایک شخص پریشان اور گھبرایا ہوا کمرے میں داخل ہوتا ہے "ڈاکٹر صاحب خدا کے لئے بچائیے۔ میرا بچہ چھت پر سے گر کر بے ہوش ہو گیا ہے — میں بہت غریب آدمی ہوں اور آپ کی عنایت کا امیدوار ہوں"

فوراً ہی باہر سے ایک لمبی چیخ کی آواز آتی ہے "آہ درد سے مرا جاتا ہوں" ٭

ڈاکٹر صاحب گھبرا کر ٹیلی فون ہاتھ سے رکھ دیتے ہیں۔ اور غریبوں کے دُکھ دُور کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں — دیکھو کتنا عمدہ پیشہ ہے۔ کتنا نفیس کام ہے — درد مندوں کے دل کی دوا بن جانا ٭

ہمارے ہندوستان میں ڈاکٹروں کی بہت کمی ہے۔ بہت سے شہر ایسے ہیں۔ جہاں اچھے ڈاکٹر نہیں ہیں۔ تم بھی کوشش کرو۔ تو ڈاکٹر منظور حسین عابدی کی طرح بن سکتے ہو۔ مگر یاد رکھو۔ کہ ڈاکٹر بننے کے لئے بہت محنت کی ضرورت ہے۔ آدمی کو سچا۔ ایمان دار اور با اخلاق ہونا چاہیئے۔ اور یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے۔ جب اس کی تندرستی بھی اچھی ہو اور دماغ بھی اچھا ہو ٭

تمہارا ڈاکٹر بننے کو دل چاہتا ہے؟ تم یقیناً مجھ سے سوال کرو گے۔ کہ ڈاکٹر کس طرح بنتے ہیں؟ میں بتائے دیتا ہوں ٭

تم پہلے ساتویں درجے تک پہنچ جاؤ۔ خوب محنت کر کے پڑھو۔ سائنس کی تعلیم حاصل کرنا شروع کرو۔ انٹرنس پاس کرو۔ اور تین سال کسی ڈاکٹری کے اسکول میں داخل ہو جاؤ۔ اس طرح تم ایک چھوٹے ڈاکٹر ہو جاؤ گے۔ ایسا اسکول آگرہ اور امرتسر میں ہے۔ اگر بڑے ڈاکٹر بننا پسند کرتے ہو۔ تو انٹرنس پاس کرنے کے بعد ایف۔اے میں پڑھو۔ ایف۔اے میں سائنس لینا۔ سائنس میں بتایا جاتا ہے۔ کہ درخت کیا چیز ہیں۔ اور جانور کون ہیں۔ زندگی کس

چیز کا نام ہے - ہوا پانی اور خوراک زندگی پر کیا اثر کرتے ہیں - یہاں تم کو مینڈک مچھلی سیپی - گھونگھا - بچھو - سانپ خرگوش وغیرہ چیرنا پڑے گا - اور اُن کے بدن کے حصّوں کو غور سے دیکھنا پڑے گا - تم کو ایک خوردبین بھی ملے گی جس میں پانی کے ایک قطرے کو دیکھو گے - تو اس میں ہزاروں کیڑے نظر آئیں گے - پانی کا قطرہ ایک سمندر معلوم ہوگا جس میں یہ کیڑے بڑی بڑی مچھلیوں کی طرح تیرتے ہوں گے - ایف اے کی پڑھائی دو سال میں ختم ہو جائے گی ؎

اگر تمہارے نمبر اچھے آئیں گے تو تم لکھنؤ یا لاہور کے میڈیکل کالج میں داخل کر لئے جاؤ گے - وہاں تم کو پانچ سال تک پڑھنا پڑے گا - ہسپتال میں کام کرنا ہوگا - پھوڑوں کو چیرنا جسموں پر آپریشن کرنا وغیرہ سکھایا جائے گا - تم جب انسان کے دل کو اپنے سامنے اپنی آنکھوں سے حرکت کرتے پھیپھڑوں ہیں ہوا کی تھیلیوں کو پھیلتے اور سکڑتے اور رگوں میں خون کو دریا کے پانی کی طرح دوڑتے دیکھو گے - کھوپری کے اندر بجلی کی بیٹری اور جسم کے اندر نسوں کا پھیلا ہوا جال دیکھو گے - اور ماں کے پیٹ کی اندھیری کوٹھری میں ننھے سے بچے کو جھولا جھولتے ہوئے دیکھو گے - تو تمہیں خداوند کریم کی حکمت اور دانائی پر بہت تعجب ہوگا - تم اس قدر شوق سے کام کرو گے - کہ کھانا پینا بھول جاؤ گے ؎

جب پانچ سال کے بعد وہاں سے نکلو گے - تو اپنے آپ کو ڈاکٹر منظور حسین

ایم۔بی۔بی۔ایس کی کُرسی پر بیٹھا ہوُا پاؤگے۔ مربعوں کا جماؤ ہوگا۔ نوٹوں کی گڈیاں ہوں گی۔کوٹھی ہوگی۔موٹر ہوگی۔ اور سب جُھک جُھک کرتسلیمیں کریں گے ؞

سید ابوطاہر داؤد بی۔ایس سی (الک)

کنوَل کا پھُول

پھول بھائیو۔تم نے بہت سے پھُول دیکھے ہوں گے۔اور یقیناً کنوَل کا پھول بھی دیکھا ہوگا ۔ یہ ایک خوب صورت پھُول ہے۔جو پانی میں اُگتا ہے۔ہم اس پھُول کو دیکھ کر اس سے کئی اخلاقی سبق حاصل کر سکتے ہیں ؞

کنوَل ایک ایسا خوب صورت پھول ہے۔جس کے دیکھنے سے غمگین دل بھی خوش ہو جاتا ہے۔اور تمام پریشانیاں تھوڑی دیر کے لئے دل سے دُور ہو جاتی ہیں۔جب ایک معمولی پھُول دوسروں کو خوش کر سکتا ہے۔تو پھر کیا بات ہے۔کہ ہم سب جان داروں سے افضل ہو کر بھی دُوسروں کو خوش نہ کریں ؞

یہ پھُول کیچڑ اور گدلے پانی میں اُگتا ہے۔اور جب بڑھتے بڑھتے پانی کی سطح پر ظاہر ہوتا ہے۔تو پھر کیچڑ اور گندگی سے اپنے آپ کو بچائے رکھتا ہے۔ہمیں بھی چاہئے۔کہ بُری صحبت سے پرہیز کر کے اچھی عادتیں اختیار کریں ؞

بُری چیز بُرائی کی طرف کھینچتی ہے اور اچھی اچھائی کی طرف۔کنوَل کیچڑ سے الگ رہ کر سُورج کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا اور خوش ہوتا ہے۔اور جب

وہ بادلوں میں چھپ جاتا ہے۔ تو یہ اُداس ہو کر کُملا جاتا ہے۔ اسی طرح ہمیں بھی چاہیئے۔ کہ قابل لوگوں سے میل جول رکھیں۔ اور اُن سے محبت بڑھائیں۔ قابل آدمی کی دوستی ہمیں قابل بناتی ہے۔ ہماری عادتوں اور خصلتوں کو دُرست کرتی ہے۔ اور ان کی صحبت سے عجیب غریب خوشی حاصل ہوتی ہے۔

جس طرح سُورج کی روشنی میں کنول کے پھول پر پانی کے قطرے موتی کی طرح چمک اُٹھتے ہیں۔ اسی طرح اچھے لوگوں کی صُحبت میں ہمیں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ اور ہر شخص ہمیں عزت کی نظروں سے دیکھتا ہے۔

جس طرح کنول اپنی خوب صورتی کی وجہ سے دیکھنے والوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اسی طرح ہم بھی اچھے اخلاق حاصل کر کے دوسروں کو اپنی طرف مائل کر سکتے ہیں۔

جس طرح کنول کو حاصل کرنے کے لئے انسان کو کیچڑ پانی میں سے کائی کو ہٹا کر جانا پڑتا ہے۔ اسی طرح اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے ہمیں سخت کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر ہم صرف خشکی پر کھڑے مُنہ تکتے رہیں۔ تو کیا پھول ہمیں حاصل ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

جس طرح کنول سخت سے سخت آندھیوں میں اپنے بل بوتے پر نہایت اِستقلال کے ساتھ کھڑا رہتا ہے۔ اسی طرح ہمیں بھی چاہیئے۔ کہ جواں مردی کے ساتھ مُشکلوں کا سامنا کریں۔

اللہ میاں نے ہمیں جو کچھ بھی عطا کیا ہے۔ ہمیں چاہیئے۔ کہ اُس پر صبر

کریں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اپاہج بن کر بیٹھ رہیں۔ بلکہ کوشش کرنے کے بعد جو کچھ حاصل ہو۔ اس پر خدا کا شکرادا کریں + کنوّل کا پودا اپنی ترقی میں ضرور لگا رہتا ہے۔ لیکن اس کے بعد جیسے بھی پھول آئیں۔ چھوٹے یا بڑے۔ اُنہیں پر خوش رہتا ہے۔ اسی کا نام قناعت ہے +

کنوّل کیسا سُندر اور خوب صورت پھول ہے۔ اس کی خوب صورتی اور نزاکت کی وجہ سے لوگ اس کو دیوتاؤں کے مندروں پر چڑھاتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہم اپنے میں اچھے اخلاق اور عادتیں پیدا کرلیں۔ تو لوگ ہمیں بھی سرآنکھوں پر جگہ دیں گے +

رنگا ریڈی طالب علم نظام آبادی

معلومات

۱۔ فرانس والے آج کل ایک ہوائی جہاز بنانے میں مصروف ہیں۔ جسے دُنیا کا سب سے بڑا ہوائی جہاز کہنا چاہیئے + یہ جہاز ۱۰۲۰ فُٹ لمبا ہوگا۔ اور ۱۱۷ فُٹ چوڑا۔ اس کا وزن ستر ہزار ٹن ہوگا۔ اور اس میں ۲۱۳۲ مسافر سوار ہوسکیں گے +

محمد نذر اللہ شریف طالب علم بنگلور

۲۔ ایک ولایتی جانور فری گیبٹ نام ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ یہ پرندہ دُنیا کے تمام پرندوں سے تیز اُڑتا ہے۔ اگر صبح کے وقت اسے افریقہ کے ایک کنارے سے چھوڑ دیا جائے۔ تو شام تک امریکہ پہنچ جائے گا +

سید محمد احمد سبزواری بھوپال

باجلاس سردار بہادر سردار جیون سنگھ صاحب او-بی-ای-آنریری سب جج بھڈانہ ضلع لاہور-
چونی لال ولد بھگت رام قوم برہمن سکنہ بھڈانہ تحصیل لاہور-مدعی
بنام بگو ولد بوٹا قوم جولاہا اصل مفرور وگنڈا سنگھ ولد کھڑک سنگھ قوم ترکھان سکنہ تھہ کلھہ تحصیل قصور
مدعا علیہم حال وارد چک نمبر ۱۵۵ جھینے ضلع لائل پور تحصیل گوجرہ-ڈاکخانہ گگو ماہل *
۳۲۳/- روپیہ بروئے تمسک اشٹام

مقدمہ بہ عنوان بالا میں بگو مدعا علیہ کا کچھ پتہ نہیں چلتا ہے حسب درخواست مدعی زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی بذریعہ اشتہار اخبار مشتہر کیا جاتا ہے-کہ بگو مدعا علیہ اگر مؤرخہ ۲۱/۴/۳۳ کو اصالتاً یا وکالتاً یا مختارتاً حاضر عدالت ہو کر جواب دہی مقدمہ نہیں کرے گا-تو اس کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جائے گی-آج بتاریخ ۸/۳/۳۳ بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت شائع ہوا *
(دستخط و مہر عدالت)

اجلاس جناب نائب تحصیلدار صاحب مولوی عبد المنان خان مجسٹریٹ درجہ دوم صوابی
سید میراں شاہ ولد ولی شاہ قوم سید سکنہ لاہور تحصیل صوابی-مدعی-
بنام مردان شاہ ولد ولی شاہ قوم سید سکنہ لاہور تحصیل صوابی ضلع پشاور-مدعا علیہم زیر مقدمہ ۴۳/۱
دعویٰ دخلیابی ایک مرلہ اراضی سکنی منجملہ ایک درمکان مشتمل مملوکہ مقبوضہ مدعی بہ دو کوٹھہ جات صحن جس کی قیمت موازی ۱۰ مرلہ اراضی سکنی ہے بہ حدود ذیل شمالاً خالی میدان ملکیت خیر اللہ جنوب راستہ عام شرقاً غرباً خانہ مدعی غرباً خانہ مدعا علیہ مندرجہ نقشہ منسلکہ واقعہ آبادی لاہور تحصیل صوابی ضلع پشاور *

اشتہار

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں برخلاف مدعا علیہم سمن ہائے جاری کئے گئے تعمیل کنندہ کی رپورٹ ہے-کہ مدعا علیہم مقدمہ عنوان اطلاعیابی سے انکاری اور روپوش ہے-اور بعض عدم پتہ اور تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے-پس بذریعہ اشتہار ہذا مدعا علیہم کو اطلاع دی جاتی ہے-کہ وہ بتاریخ ۲۵ ماہ اپریل ۱۹۳۳ء بوقت ۱۰ بجے صبح قبل دوپہر اصالتاً یا وکالتاً یا بذریعہ مختار واسطے پیروی وجوابدہی مقدمہ حاضر آوے-بصورت عدم حاضری اس کے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاوے گی-آج بتاریخ ۱۷ مارچ ۱۹۳۳ء کو بہ دستخط میرے و مہر عدالت کے جاری ہوا *
(دستخط و مہر عدالت)

پھول
دار الاشاعت پنجاب لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷

یعنی

چھوٹے بچّوں کا ہفتہ وار دل بہلاؤ

سال بھر کی قیمت محصول سمیت پانچ روپیہ پیشگی ہے

جلد ۲۵	لاہور ہفتہ ۔ ۱۵ ۔ اپریل سنہ ۱۹۳۳ء	نمبر ۱۵

پھُول

لاہور۔ ۱۹۔ ذوالحجہ سنہ ۱۳۵۱ھ

فہرست مضامین

پچھلے ہفتے پھُول میں یہ خبر درج کی گئی تھی۔ کہ مونٹ ایورسٹ کی نئی مہم کے دو ہوائی جہاز مونٹ ایورسٹ کے اُوپر اُڑتے رہے۔ اور اس طرح دُنیا کی سب سے اُونچی چوٹی پہلی مرتبہ فتح کر لی گئی + یہ چوٹی ۲۹ ہزار دو فُٹ اُونچی ہے + پہلے جہاز میں لارڈ کلاڈسڈیل اور لفٹننٹ کرنل بلیکر تھے۔

دوسرے میں میکنٹائر اور مسٹر بونٹ تھے۔ یہ ہوائی سفر تین گھنٹے میں ختم ہوا۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ اُنھوں نے کئی باتوں کا پتہ لگایا ہے۔ اور کیمرے سے کئی تصویریں بھی لی ہیں۔ بادشاہ سلامت۔ وزیر اعظم برطانیہ اور کئی بڑے بڑے لوگوں نے ان ہوابازوں کو مُبارک باد کے پیغام بھیجے ہیں ❖

پچھلے دنوں شاہ اٹلی مصر کی سَیر کے لئے گئے تھے۔ اب اُنھوں نے پندرہ سَو مصری پونڈ قاہرہ کے فقیروں میں بانٹنے کے لئے بھیجے ہیں ❖

مولانا شوکت علی اور ان کی بیگم صاحبہ نیپلز سے پورٹ سعید پہنچے۔ آپ مصر کا دَورہ کرنے کے لئے وہاں چند روز ٹھہریں گے ❖

پچھلے دنوں افغانستان کے ایک موضع میراجن کے کھنڈروں کو کھودا گیا۔ تو نیچے سے ایک مندر اور چار مورتیاں نکلیں۔ ان میں سے بڑی مورتی مہاتما بُدھ کی ہے ❖

جاپانی فوجوں نے چنگ وانگتاؤ نام ایک مقام کو جو دیوارِ چین کے جنوب میں ہے۔ گھیر رکھا ہے۔ اور چینیوں کے ساتھ زبردست جنگ ہو رہی ہے ❖

ہزایکسلنسی نواب چھتاری نے یو۔پی کی گورنری کا عُہدہ سنبھال لیا ❖

سرکار نے جام صاحب نوانگر کے اِنتقال پر راجکمار دگ وجے سنگھ جی کو اُن کا جانشین مان لیا ہے ❖

بنگلور کے ایک گرجا میں چوری ہوگئی۔ چور گرجا کی کھڑکی سے داخل ہوا۔ اور تقریباً ایک ہزار روپے کی چیزیں چُرا لے گیا ❖

ننّھے بہادر

(پہلے حصّے کے لئے دیکھو صفحہ ۱۸۱)

ایک طرف جنگلہ تھا جس میں گھوڑے بندھے تھے ۔ بہت سے گھوڑے کُھلے پھر رہے ۔ اور گھاس چر رہے تھے ۔ گاؤں میں بچّے کھیل رہے تھے ۔ پاس ہی کچھ جنگلی بیٹھے ایک آدمی کی باتیں سُن رہے تھے ۔ جو اپنے لباس سے سب کا سردار معلوم ہوتا تھا ۔

اب جیک کو یہ فکر ہوئی ۔ کہ کسی طرح سے مونا کا خیمہ معلوم کرنا چاہئے ۔ اس نے دیکھا ۔ کہ ایک طرف بہت سے بچّے کھڑے ہیں ۔ اور کبھی کبھی پاس کے خیمے میں جھانک کر بھاگ جاتے ہیں ۔ یکایک اس خیمے میں سے ایک بُوڑھی عورت نکلی ۔ اور بچّوں کو دھمکانے لگی ۔ سب بچّے بھاگ گئے لیکن اس کے جاتے ہی پھر آموجود ہوئے ۔ جیک کو خیال گزرا ۔ کہ کہیں مونا اسی خیمے میں نہ ہو ۔ اتنے میں جنگلیوں کے سردار نے اپنی تقریر ختم کی ۔ اور اسی خیمے کے پاس آکر آواز دی ۔ وہی بڑھیا مونا کا ہاتھ پکڑے باہر نکلی ۔ اور

اسے سردار کے سامنے کھڑا کر دیا۔ جیک کا دل دھڑکنے لگا۔ اس نے پستول پر ہاتھ رکھا۔ چاہتا تھا۔ کہ فیر کر دے لیکن پھر اپنے کو سنبھالا۔ اور خاموش لیٹا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد سردار چلا گیا۔ اور وہ عورت مونا کو پھر خیمے میں لے گئی۔

جیک کو جو کچھ معلوم کرنا تھا معلوم ہو گیا۔ اب وہ چشمے پر آیا۔ پانی پیا۔ پھر پاؤں دھوئے اور سو گیا۔ رات کے وقت جب اُس کی آنکھ کھلی۔ تو اُس کی تھکن جاتی رہی تھی۔ جنگلی ابھی تک جاگ رہے تھے۔ جا بجا آگ جل رہی تھی۔ اور وہ بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ دُور گھوڑے بندھے تھے۔ اور اُن کی حفاظت کو دو لڑکے بیٹھے تھے۔

جیک نے سوچا۔ کہ گھوڑوں کے بغیر رہائی ناممکن ہے۔ کسی طرح سے دو گھوڑے حاصل کرنا چاہئیں۔ رات زیادہ گزر گئی تھی۔ سب جنگلی سو گئے تھے چنانچہ جیک بہت آہستہ آہستہ گھوڑوں کی طرف چلا۔ اور وہاں پہنچ کر کونے کے دو گھوڑے کھولے۔ اور آگے بڑھا۔ گھوڑے خاموشی سے اس کے پیچھے ہو لئے۔ ایک جھاڑی سے گھوڑوں کو باندھ جیک رینگتا ہوا مونا کے خیمے کی طرف بڑھا۔

مونا کے خیمے میں خاموشی چھائی تھی بوڑھی عورت راستے میں لیٹی ہوئی تھی تاکہ اگر مونا بھاگے تو اُسے خبر ہو جائے مونا جاگ رہی تھی۔ یکایک اُسے پیچھے سے کچھ آواز سُنائی دی۔ جیسے کوئی کپڑا کاٹ رہا ہو۔ مونا چیخ مارنے کو تھی۔ لیکن پھر خاموش ہو گئی۔ اسے خیال

آیا۔ کہ شاید کوئی مدد کو آیا ہے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "کون"؟

"مونا خاموش رہو۔ میں ہوں جیک!"

مونا کا دل خوشی کے مارے دھڑکنے لگا۔ اس کا جی بے اختیار نا چینے گانے کو چاہتا تھا۔ لیکن جیک نے پھر خاموش رہنے کو کہا۔ اور وہ مجبوراً خاموش ہو گئی +

اتنے میں جیک نے خیمے میں خاصا بڑا سوراخ کر لیا۔ پھر مونا کو ہاتھ کا سہارا دے کر باہر نکال لیا۔ اور آہستہ آہستہ گھوڑوں کی طرف بڑھنا شروع کیا + وہ گھوڑوں کی طرف گئے ہی تھے۔ کہ ایک چیخ سنائی دی۔ دونوں سمجھ گئے۔ کہ اس بڑھیا کو خبر ہو گئی + تمام گاؤں میں شور مچ گیا۔ اور جنگلی چاروں طرف بھاگنے لگے + جیک اور مونا گھوڑوں کی طرف بڑھتے گئے۔ لیکن راستے میں ایک کھلی جگہ پڑتی تھی۔ جیک مونا کا ہاتھ پکڑے آگے جانے والا ہی تھا۔ کہ اُسے دو جنگلی بھاگتے ہوئے دکھائی دئے۔ اُس نے مونا کے مُنہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ دونوں جنگلی چاروں طرف دیکھتے بھاگتے آ رہے تھے۔ جیک ڈر رہا تھا۔ کہ اگر وہ گھوڑے دیکھ لیں۔ تو کیا ہو۔ لیکن وہ دونوں ایک طرف کو مُڑ گئے +

اب یہ دونوں پھر آگے بڑھے۔ اور گھوڑوں کے پاس پہنچ اُن پر سوار ہو گئے۔ اور گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا دیا + یکایک چاند نکل آیا۔ اور ہر ایک چیز صاف نظر آنے لگی۔ وہ جس راستے سے آئے تھے۔ اسی راستے واپس جا رہے تھے۔ لیکن آگے زمین اُونچی ہوتی گئی۔ اور جنگلیوں کی بستی صاف نظر آنے لگی + یکایک ایک فیر ہوا۔ اور گولی اُن کے

ہروں پر سے گزر گئی۔ جنگلیوں نے
انہیں دیکھ لیا۔
اب جیک نے اپنے گھوڑے کی

اگر وہاں تک پہنچ گئے۔ تو بچ جائیں گے"۔
اس نے پیچھے دیکھا۔ دو جنگلی گھوڑوں
پر سوار اُن کا پیچھا کر رہے تھے۔ اور

رفتار تیز کی۔ اور مونا بھی اپنے گھوڑے
کو بڑھا رہی تھی۔ جیک نے مونا سے
کہا" وہ سامنے جو سفید پہاڑی ہے۔
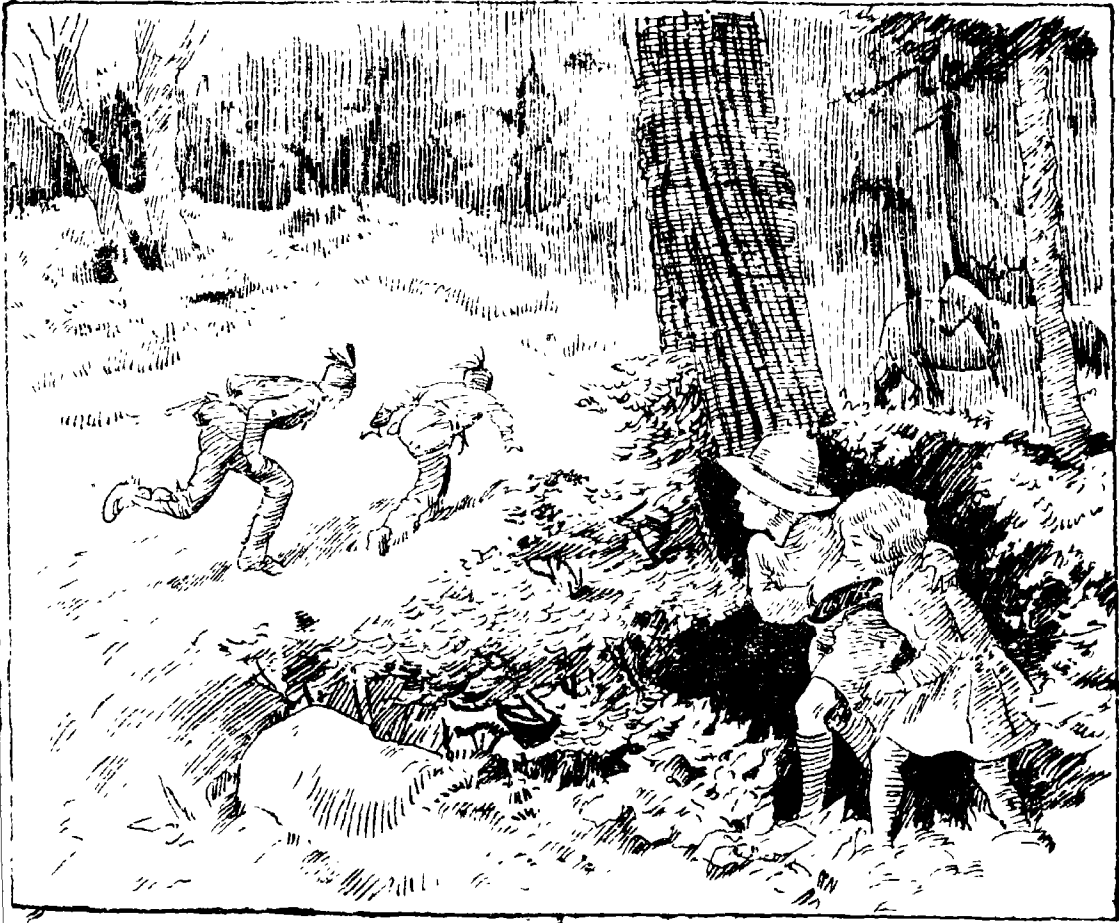
باقی اپنے اپنے گھوڑوں کی طرف بھاگے
جا رہے تھے۔ یکایک جیک نے مونا
کے گھوڑے کو زور کی ایڑھ بتائی۔ اور

کہا "مونا تم چلو میں ابھی آتا ہوں"۔
مونا کا گھوڑا ہوا کی طرح بھاگا لیکن جیک نے اپنا گھوڑا روک لیا۔ اور پستول نکال لیا۔ جب مونا نے یہ دیکھا۔ تو وہ سمجھ گئی۔ کہ جیک مقابلہ کرے گا۔ اس نے گھوڑا روکنے کی کوشش کی۔ مگر وہ نہ رُکا۔

اب وہ جنگلی قریب آگئے تھے۔ جیک نے اگلے پر فیر کیا۔ نشانہ ٹھیک بیٹھا۔ اور وہ گھوڑے سمیت زمین پر آ رہا۔ دوسرا سوار ایسی تیزی سے آ رہا تھا۔ کہ گھوڑے کو نہ روک سکا۔ اور پہلے سوار سے ٹکرا کر زمین پر گر پڑا۔

اب جیک پھر بھاگا۔ پیچھے سے بہت سے جنگلی گھوڑوں پر سوار بڑھے آ رہے تھے۔ آخر وہ سفید پہاڑی پر پہنچ گیا۔ مونا کھڑی تھی۔ اس کا گھوڑا موجود نہ تھا۔ جیک نے چلا کر کہا۔ "تمہارے گھوڑے کو کیا ہوا؟"

مونا نے جواب دیا۔ "وہ مجھے گرا کر بھاگ گیا"۔

جیک نے جلدی سے اسے اپنے گھوڑے پر سوار کر لیا۔ اور پھر بھاگا لیکن کب تک۔ جنگلی نزدیک آ گئے۔ جیک نے کہا۔ "مونا تم جاؤ۔ میں ان کو روکتا ہوں"۔
مونا نے کہا۔ "اگر تم اُترے۔ تو میں کود پڑوں گی"۔

مجبوراً جیک آگے بڑھا۔ اس کا گھوڑا تھک گیا تھا۔ جنگلی اور بھی قریب آ گئے۔ اُن کے سردار نے اپنا گھوڑا روک کر فیر کیا۔ لیکن جیک کی گولی اس کا بھیجا اُڑا کر نکل گئی۔ اور وہ نیچے گر پڑا۔ تمام جنگلی رُک گئے۔ اس عرصے میں جیک اور آگے بڑھ گیا۔ اب پھر جنگلیوں

نے اُن کا پیچھا کیا۔ یکایک ان کے سامنے سے کچھ سوار آتے دکھائی دئے۔ جیک کے ہوش جاتے رہے۔ وہ سمجھا یہ بھی دشمن ہیں۔ اُنہوں نے فیر کئے۔ اور دیکھتے دیکھتے پیچھے کے بہت سے جنگلی مر گئے۔ پھر فیر ہوئے اور سب جنگلی مردہ پڑے تھے۔

نئے سواروں میں سے ایک آدمی جیک اور مونا کی طرف جھپٹا۔ یہ اُن کے ابّا جان تھے۔ فوراً اُنہوں نے دونوں کو گلے سے لگا لیا۔ اور کہا "تم میری تلاش میں کیوں گئے تھے میں گھوڑے کو چھوڑ کر شکار اُٹھانے گیا تھا۔ جب واپس آیا۔ تو گھوڑا نہ تھا۔ میں پیدل گھر پہنچ گیا۔ وہاں تمہارا حال سُنا۔ تو اُسی وقت تمہاری تلاش میں نکلا۔ اور بڑی مشکل سے تمہیں ڈھونڈا۔ مہربانی کر کے آیندہ آپ میری تلاش میں نہ جایا کیجئے"۔

طاہر غلام ناصر خاں
گورنمنٹ کالج - لاہور

ایک رُوپے میں قلعہ

اٹلی میں آج کل ایک قلعہ ایک روپے میں نیلام ہو رہا ہے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے۔ کہ کوئی شخص اُسے خریدنے پر تیار نہیں ہوتا۔

یہ قلعہ سان رومیو کے قریب ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ اور پُرانے زمانے کی یادگار ہے۔ جنوری کے مہینے میں اسے نیلام کرنے کا ارادہ کیا گیا تھا۔ اور دس لاٹر پہلی بولی دی گئی۔ لاٹرا اٹلی کا ایک سِکّہ ہے۔

اور دس لاٹر ہمارے ہاں کے حساب
سے کوئی ڈیڑھ روپے کے برابر ہوتے
ہیں۔ اگلے مہینے پھر اس کا نیلام ہو گا۔
اور سات لاٹر یعنی تقریباً ایک روپے سے
بولی شروع کی جائے گی۔ پھر بھی یہ
اُمید نہیں۔ کہ کوئی شخص اسے خریدنے
پر آمادہ ہو گا۔

یہ قلعہ بڑا عظیم الشان ہے۔ اور اس
کے اِرد گِرد کا نظارہ بہت سُہانا ہے۔
لیکن اس کے متعلق لوگوں میں عجیب و
غریب کہانیاں مشہور ہیں جنہیں سُن
کر کسی شخص میں ہمت نہیں ہوتی۔ کہ
اس کے دروازے کے اندر قدم رکھ
سکے۔ جس پہاڑی پر یہ قلعہ واقع ہے۔
اسے لوگ شیطان کی پہاڑی کہتے ہیں
اور سان رومیو کے پاس پڑوس کے
سارے علاقے میں یہ مشہور ہے۔ کہ
وہاں بُری رُوحیں رہتی ہیں۔

اس قلعہ کی کہانی بہت عجیب ہے
کہتے ہیں۔ کہ ۱۵۴۱ء میں اس کا مالک
جس کا نام فریڈریکو تھا۔ باغی ہو گیا۔ اس
زمانے میں اٹلی پر شاہ چارلس پنجم کی حکومت
تھی۔ اس نے قلعہ کو فتح کرنے کے
لئے ایک زبردست فوج بھیجی۔ شاہی
فوج دیر تک قلعے کے گرد گھیرا ڈالے
پڑی رہی۔ لیکن قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ اتفاق
سے قلعہ کا مالک فریڈریکو کسی طرح شاہی
فوج کے ہاتھ آ گیا۔ فوج کے بڑے
افسر نے اسے قلعہ کے سامنے کھڑا کر کے
اس کے جسم کو سخت تکلیفیں پہنچائیں۔
قلعہ والے دیوار پر سے یہ سارا ماجرا دیکھ
رہے تھے۔ لیکن کچھ نہ کر سکتے تھے۔
آخر اُنھوں نے اپنے آقا کو مصیبت
سے چھٹکارا دلانے کے لئے قلعہ کے

دروازے کھول دیئے۔ اور شاہی فوج نے اندر داخل ہو کر لُوٹ مار شروع کردی۔ یہ حالت دیکھ کر فریڈریکو کو بہت غُصّہ آیا۔ اور وہ پکار اُٹھا۔ کہ یہ قلعہ اب ہمیشہ ویران رہے گا۔

کہتے ہیں۔ کہ اس واقعہ کے بعد اس قلعہ کی مرمّت بھی کی گئی۔ لیکن پھر بھی یہ ہمیشہ ویران اور غیر آباد ہی پڑا رہا۔ بجلی اور آندھی کی وجہ سے اسے بہت سا نقصان پہنچا۔ اور سولھویں صدی سے آج تک وہ یوں ہی غیر آباد ہے۔ لوگوں کا خیال ہے۔ کہ جو شخص اس قلعہ کے اندر داخل ہوگا۔ تباہ ہو جائے گا۔

اڈیٹر

ننھّا بھائی

ایک دن کا ذکر ہے۔ حامد اسکول سے آیا۔ اپنا بستہ کھونٹی پر ٹانگ دیا۔ اور اپنی امّاں سے پوچھنے لگا:-

حامد۔ امّاں! چھوٹا بھیّا کہاں ہے؟

ماں۔ بیٹا! وہ جھولے پر بیٹھا کھیل رہا ہے۔

حامد جھولے کے پاس جاتا ہے۔ اُسے پیار کرتا ہے۔ اور جھلاتا جاتا ہے اور اپنی امّاں سے پوچھتا بھی جاتا ہے:-

حامد۔ امّاں! ہم اسے باہر کھلانے لے جائیں؟

ماں۔ نہیں بیٹا! ابھی یہ بہت چھوٹا ہے۔ تم اسے اچھی طرح نہ لے سکوگے۔ وہ تمہاری گود میں روئے گا۔ ذرا اور بڑا ہو جانے دو۔ پھر باہر لے جاکر

خوب کھلایا کرنا ٭

حامد - اماں! یہ ہمارے ساتھ پڑھنے کب جائے گا؟

ماں - جب تمہارے برابر ہو جائے گا - تو تمہارے ساتھ پڑھنے بھی جایا کرے گا ٭

حامد - اماں یہ تو اب رونے لگا ٭

ماں - ہاں بیٹا وہ اب بھوکا ہے ٭

حامد - اماں ہمیں بھی بھوک لگی ہے ٭

ماں - اچھا بیٹا - جاؤ! نعمت خانہ میں تمہارا کھانا رکھا ہے - جا کر کھا لو - اور میں اس کو دودھ پلاتی ہوں ٭

محمود محی الدین صوفی - جبل پور

ایک قیمتی لعل

لندن کے ایک جوہری نے برما کی کسی دکان سے ایک بہت قیمتی لعل خریدا ہے - اس کا وزن ساڑھے سات قیراط ہے - جوہری کہتے ہیں - کہ اس سے عمدہ جواہر پچھلے دس سال کے اندر کہیں نہیں ملا ٭ اس کا رنگ کبوتر کے خون کی طرح سرخ ہے ٭ اس رنگت کے لعل بہت قیمتی سمجھے جاتے ہیں - اور بہت کم ملتے ہیں ٭ یہ لعل دو برمیوں کو جو عرصے سے کان کھودنے میں مصروف تھے - ملا تھا ٭ یہ لوگ کان کھودنے کے نئے طریقوں سے ناواقف ہیں - عام طور پر پرانے طریقے پر کانیں کھودتے ہیں ٭ ان کا طریقہ یہ ہے - کہ ایک شخص گڑھے میں اتر جاتا ہے - پھر بانس کے ڈنڈے سے ایک ٹوکری باندھ کر گڑھے میں لٹکا دی جاتی ہے - اور اندر کا شخص مٹی

بھر بھر کر ڈالتا جاتا ہے۔ چونکہ لعل بہت کم یاب ہیں۔ اور بہت تھوڑی مقدار میں ملتے ہیں۔ اس لئے وہاں کان میں کام کرنے والے مزدور بہت غریبانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ ایسا اتفاق بہت کم ہوتا ہے۔ کہ اس مول تول کا کوئی لعل دستیاب ہو۔

لندن کے جوہریوں نے اس لعل کی قیمت دس ہزار پونڈ بتائی ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ یہ لعل ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے کسی دولت مند کے ہاتھ نہیں بیچا جائے گا۔ بلکہ لندن ہی میں رہے گا۔ برما کے لعل ساری دُنیا میں مشہور ہیں۔ ابھی تین چار سال ہوئے برما کا ایک نہایت قیمتی لعل انگلستان کے ایک دولت مند نے خریدا تھا۔

ایم عابد شریف اسلم

ایمان دار باغبان

سُلطان صلاح الدین کے اُستاد نورالدین شہید کے باغ میں ایک باغبان ابو یعقوب نامی تھا۔ یہ نہایت پرہیزگار اور ایمان دار تھا۔ ایک روز نورالدین اپنے باغ میں آیا۔ اور باغبان سے میٹھا انار مانگا۔ ابو یعقوب نے انار لاکر دیا۔ تو کھٹّا نکلا۔ نورالدین نے کہا۔ یہ تو کھٹّا ہے۔ میٹھا لاؤ۔

اسی طرح کئی بار وہ انار لایا۔ مگر نورالدین نے ہر بار انار کو چکھ کر یہی کہا۔ کہ کھٹّا ہے۔ آخر میں کہا۔ کہ تمہیں باغبانی کرتے ہوئے اتنے دن ہوگئے۔ مگر یہ تمیز نہ ہوئی۔ کہ کون کھٹّا اور کون سا میٹھا ہے۔

ابو یعقوب نے عرض کی۔ کہ جناب

مجھے پھلوں کی حفاظت کے لئے رکھا گیا ہے۔ نہ کہ پھل کھانے کے لئے ٭
نورالدین نے ابو یعقوب کی ایمانداری کا حال لوگوں سے پہلے ہی سُن رکھا تھا۔ وہ یہ جواب سُن کر چُپ ہو گیا ٭
خالد حسن قادری۔ آگرہ (بساون گلی)

اولاد کی تعلیم

ملکہ وکٹوریا کے نو بچّے پیدا ہوئے۔ اُن میں چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں۔ سب سے بڑے بیٹے البرٹ ایڈورڈ تھے۔ جنھوں نے ۶۔ مئی ۱۹۱۰ء کو پینسٹھ برس کی عمر میں اِنتقال کیا۔ اب اُن کے بڑے بیٹے جو پہلے پرنس آف ویلز تھے۔ ہمارے بادشاہ ہیں ٭

ملکہ وکٹوریا اور اُن کے چہیتے شوہر کو اپنے بچّوں کی تعلیم کا بہت خیال تھا۔ اور اُن کے لئے ہوشیار سے ہوشیار اُستاد اور اُستانیاں مُقرّر کی تھیں۔ اُستانیوں میں ایک لیڈی لٹلٹن تھیں۔ ملکہ نے اپنے بچّوں کو اُن کے سُپرد کرتے وقت یہ ہدایت کی تھی:۔

”میں اپنی اولاد کو ایسی تعلیم دینا چاہتی ہوں۔ جس سے اُن کے دلوں میں خدا اور مذہب کی محبّت پیدا ہو۔ میں ایسی تعلیم دینا نہیں چاہتی۔ جس سے وہ موت اور عذاب سے ڈریں۔ میں یہ بھی چاہتی ہوں۔ کہ میرے بچّے خدا کے ساتھ محبّت کرنا سیکھیں اور اُس کی مخلوق کے ساتھ مہربانی سے پیش آئیں“٭

ملکہ کو جہاں اپنے بچّوں کے دلوں

میں خدا کی محبت پیدا کرنے کا خیال تھا۔ وہاں وہ یہ بھی چاہتی تھیں۔ کہ انہیں اعلیٰ درجے کی علمی لیاقت اور تجربہ حاصل ہو۔ چنانچہ انہوں نے اپنے محل کے آنگن میں ایک چھوٹا سا باغ بنوایا تھا۔ جس کا نام سوسن کالج تھا۔ اس کے کئی کمرے تھے۔ یہاں شہزادوں اور شہزادیوں کو ہر طرح کی تعلیم دی جاتی تھی۔

اس باغ میں ایک عجائب خانہ بھی تھا۔ جس میں قدرت کے عجیب غریب نمونے اکٹھے کئے گئے تھے۔ ان سے شہزادوں اور شہزادیوں کو جڑی بوٹیوں پودوں اور دھاتوں کا بہت کچھ حال معلوم ہوتا رہتا تھا۔ اسی باغ میں زمین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہر شہزادے اور ہر شہزادی کے نام سے الگ کئے ہوئے گئے تھے۔ جس شہزادی یا شہزادے کے نام سے جو زمین تھی۔ اس میں وہی باغ لگاتا وہی بیج بوتا اور وہی اس کو سینچتا تھا۔

تمہیں یہ سن کر تعجب ہوگا۔ کہ جس ملکہ کی سلطنت تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ ان کی اولاد سوسن کالج میں گھنٹوں ہل چلاتی اور معمولی مالیوں اور کسانوں کی طرح پودے سینچتی تھی۔ شہزادیاں اپنے ہاتھ سے ترکاریاں بوتیں۔ اور جب وہ تیار ہو جاتیں۔ تو انہیں کاٹ کر اپنے ہاتھ سے شاہی دسترخوان کے لئے پکاتی تھیں۔ یہی سبب تھا۔ کہ شہزادیاں ہر طرح کے اچار مربّے چٹنیاں اور مٹھائیاں بنا سکتی تھیں۔ ماں باپ اپنے بچوں کی بنائی ہوئی چیزیں بڑے شوق سے

کھاتے۔ اور بڑے عُمدہ پیرائے میں اس کی اچھائیاں اور بُرائیاں بیان کرتے تھے۔ اس کے بعد وہ جو چیز بناتے۔ تو وہ نہایت عمدہ ہوتی تھی + شاہی دسترخوان پر شہزادیوں کے ہاتھ کی پکائی ہوئی ایک نہ ایک چیز ہر روز آتی تھی ÷

شہزادوں کو جہاں بڑے بڑے علم سکھائے جاتے تھے۔ وہاں انہیں لوہار بڑھئی کے کام کی بھی تعلیم دی جاتی تھی + مطلب یہ تھا۔ کہ وہ کسی کام میں پیچھے نہ رہیں + اسی باغ میں ایک پزاوہ بنوا دیا گیا تھا۔ جس میں شہزادے اپنے ہاتھ سے اینٹیں پاتھ پاتھ کر لگاتے تھے + ایک عمارت میں شہزادے شہزادیاں ناٹک کا تماشا کرتے تھے۔ اور تصویر بنانے کا کام تو ہر شہزادے اور شہزادی کو سکھایا جاتا تھا ÷

آنسہ راضیہ بیگم۔ بسون گڑھی بنگلور

دلچسپ معلومات

ایک امریکن کی عجیب ایجاد

کیلیفورنیا یونیورسٹی کے پروفیسر ایل۔ ای۔ واٹکنس نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے۔ جو ٹیلیفون کا کام بھی دیتا ہے۔ اور مختصر نویس کا کام بھی اس آلے کے ایک حصّے کو عمارت کے کسی مقام پر لگا دیا جاتا ہے۔ اور آواز اس کے ذریعے اس آلہ تک پہنچتی ہے۔ اور وہ خود ان الفاظ کو لکھتا جاتا ہے + اس کے ساتھ ہی کمال یہ ہے۔ کہ گراموفون ریکارڈ کی طرح اس میں آواز بھی محفوظ رہتی ہے۔ اور ہم جب کبھی

کسی تقریر کرنے والے کی تقریر کو خود اُس کی زبانی سُننا چاہیں۔ تو سُن سکتے ہیں ؀

وقت بتانے والا گھنٹہ

پیرس میں ایک مقام پر ایک عجیب غریب گھنٹہ لگایا گیا ہے۔ جو دریافت کرنے پر وقت بتا دیتا ہے۔ اس کے اندر بولنے والے فلم کی ایک مشین لگی ہوئی ہے۔ اور اس کا سلسلہ پیرس ٹیلیفون آفس سے ہے۔ جب کوئی ٹیلیفون آفس سے وقت دریافت کرتا ہے۔ تو ٹیلیفون پر بیٹھی ہوئی لڑکی اُس دریافت کرنے والے شخص کا سلسلہ اِس گھنٹے سے ملا دیتی ہے۔ اور یہ گھنٹہ بالکل صحیح وقت بتا دیتا ہے۔ اس سے پہلے ٹیلیفون کے محکمے کو خود وقت بتلانا پڑتا تھا ؀

فُٹ بال کے اندھے کھلاڑی

انگلستان میں اندھوں کا ایک کالج ہے۔ جس میں علاوہ تعلیم کے کھیل بھی ہوتے ہیں۔ اندھوں کے فُٹ بال میں مٹر کے دانے بھر دئے جاتے ہیں تاکہ کھیلتے وقت فٹ بال سے آواز سُنائی دیتی رہے۔ اور اندھوں کو اسے ٹھوکر لگانے میں آسانی ہو ؀

چھپے ہوئے کاغذ سفید کرنے کا مصالحہ

جرمنی میں ایک ایسا مصالحہ تیار کیا گیا ہے۔ جسے اگر چھپے ہوئے کاغذ پر لگا دیا جائے۔ تو چھپا ہوا مِٹ جائے گا۔ اور کاغذ پھر سفید نکل آئے گا۔ جسے دوبارہ اِستعمال کیا جا سکتا ہے ؀

آصف بسون گڑھی

اڈیٹر۔ مولوی سید ممتاز علی۔ مسلم پریس بیرون اکبری دروازہ لاہور میں باہتمام بابو مولا داد پرنٹر چھپا۔ اور سید ممتاز علی مالک و مینیجر نے دفتر پھول سے

رجسٹرڈ ایل

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۷۱

یعنی

چھوٹے بچوں کا ہفتہ وار دل بہلاؤ

سال بھر کی قیمت محصول سمیت پانچ روپیہ پیشگی ہے

جلد ۲۵ | لاہور ہفتہ ۔ ۲۲ ۔ اپریل ۱۹۳۳ء | نمبر ۱۶

پھول

لاہور ۔ ۲۶ ۔ ذالحجہ ۱۳۵۱ھ

فہرست مضامین

پچھلے دنوں کیلیفورنیا میں جو بھونچال آیا تھا۔ اس سے تقریباً دس لاکھ ڈالر کا نُقصان ہُوا۔ اور ۱۱۸ جانیں ضائع ہوئیں ؂

پچھلے چند مہینوں میں چینیوں اور جاپانیوں کی جو لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اُن میں پانچ ہزار جاپانی سپاہی کام آئے ؂

جاپان جیہول پر قبضہ جمانے کے بعد اب اُسے جاپانی بستی بنانے میں مصروف ہے *

سُنا ہے ۔ کہ مولانا شوکت علی ۲۶-اپریل کو بمبئی پہنچیں گے *

مسز سروجنی نائیڈو یرودا جیل سے رہا ہوگئی ہیں *

گوالیار کے ایک جیل خانے سے چھ قیدی اور دو سپاہی بھاگ گئے ۔سپاہی تو گرفتار کر لئے گئے ۔ مگر قیدیوں کا پتہ نہیں چلا ۔پولیس تلاش کر رہی ہے *

پنجاب کے نئے گورنر سر ہربرٹ ولیم ایمرسن ۱۲-اپریل کو سپیشل ٹرین سے لاہور پہنچ گئے ۔ اور اپنے عہدے کا چارج لے لیا *

۱۷-اپریل ۔ کالکا سے شملہ جانے والی گاڑی دھرم پور سے تین میل کے فاصلے پر پٹڑی سے اُتر گئی ۔ دس آدمی زخمی ہوگئے *

مدناپور میں ایک نوجوان بنگالی لڑکی کو گرفتار کیا گیا ہے ۔ جو مردانہ لباس پہنے پھرتی تھی *

حیدرآباد کے ایک اسٹیشن پر ایک عورت نے چلتی گاڑی سے اُترنے کی کوشش کی ۔اسٹیشن ماسٹر نے اُسے تو بچا لیا ۔ لیکن خود گاڑی کے نیچے کچلا گیا *

رتنا گری کے موضع نارپور میں چند لڑکے ایک مکان میں ناریل کے چھلکے جلا رہے تھے ۔ کہ ایک چنگاری اُڑکر چھت میں جا گری ۔ جس سے مکان میں آگ لگ گئی ، تھوڑی دیر میں آس پاس کے مکان بھی اس کی لپیٹ میں آگئے ، چالیس مکان جل کر راکھ ہوگئے *

اپریل فُول

(۱)

رفعت اِنٹرمیڈیٹ کالج لاہور میں نویں جماعت میں پڑھتی تھی۔ اس کے ابّا جان ڈاکٹر تھے۔ اور حصار میں اُن کا شفاخانہ تھا۔ رفعت نے مِڈل کا امتحان حصار کے میونسپل بورڈ گرلز سکول سے پاس کیا تھا۔ اور چونکہ وہاں مِڈل سے آگے تعلیم حاصل کرنے کا اِنتظام نہ تھا۔ اس لئے اُسے لاہور کے بورڈِنگ ہاؤس میں داخل ہونا پڑا۔

رفعت کے دو چھوٹے بھائی بھی تھے۔ لیکن چونکہ وہ ابھی بہت چھوٹے چھوٹے تھے۔ اس لئے گھر پر بچّوں میں رفعت ہی کی حکومت مانی جاتی تھی۔ اور اُس کے ابّا جان اور امّی جان بھی اُس کی ہر ایک معقول فرمائش پوری کر دیتے تھے۔ رفعت کے لئے بورڈنگ ہاؤس میں رہنے کا یہ پہلا موقع تھا۔ اُسے ایسا معلوم ہوا۔ جیسے جیل خانے میں آکر بند ہو گئی ہوں۔ اُسے بورڈِنگ ہاؤس کے اُصولوں کی پابندی بہت دُشوار معلوم ہوئی۔ اور اُفوہ! بورڈنگ ہاؤس کے قواعد کی فہرست سے بھی تو فُلسکیپ کاغذ کے پُورے دو صفحے بھرے ہوئے تھے۔ مثلاً:-

لڑکیوں کے رشتہ دار بُدھ اور ہفتہ کی شام کے سوا اَور کسی دن ملاقات نہیں کر سکتے۔

سب لڑکیوں کو ساڑھے چار بجے شام سے ساڑھے پانچ بجے شام تک

احاطے میں کھیلنے کودنے کے لئے جمع
ہونا ہوگا۔
کھانے کے وقت گھنٹی بجتے ہی
سب لڑکیوں کو کھانے کے کمرے
میں جانا ہوگا۔ اگر کوئی لڑکی اطلاع
دئے بغیر کھانے پر دیر میں آئے گی
تو اُسے کھانا نہیں ملے گا۔
کسی لڑکی کو حق نہیں۔ کہ وہ بورڈنگ
ہاؤس کی کسی مُلازمہ سے اپنا ذاتی کام
لے۔ لڑکیوں کو اپنا بستر وغیرہ خود
بچھانا اور اُٹھانا ہوگا۔ اور اپنی چیزیں
سلیقے سے خود رکھنی ہوں گی۔
کوئی لڑکی ہفتہ یا اتوار کے سوا بال
دھوکر چوٹی کئے بغیر نہیں پھر سکتی۔
کوئی لڑکی رات کے وقت پڑھنے
کے لئے نیچے کی منزل کی مُطالعہ گاہ کے
سوا اَور کسی کمرے کی رَوشنی یا پنکھا
استعمال نہیں کر سکتی۔
لڑکیوں کو چاہئے۔ کہ وہ دس بجے
رات تک اپنی پڑھائی وغیرہ ختم کرلیں
دس بجے کپڑے بدلنے کی گھنٹی بجے گی۔
اور سب لڑکیوں کو اُوپر آنا پڑے گا۔
ساڑھے دس بجے سونے کی گھنٹی بجے
گی۔ اور سب بتّیاں بُجھادی جائیں
گی۔ ساڑھے دس بجے کے بعد بتی
جلانے والی کو جُرمانہ ہوگا۔
سردیوں کے موسم میں ساڑھے
چھ بجے صبح سے ساڑھے آٹھ بجے
تک لڑکیوں کے غُسل کے لئے بڑے
حمام میں پانی گرم رہے گا۔ لڑکیوں کو
پانی احتیاط سے استعمال کرنا چاہئے۔
کیونکہ اس حمام میں پانی ختم ہونے
پر کسی لڑکی کو حق نہیں ہوگا۔ کہ وہ
باورچی خانے میں جاکر نوکرانیوں سے

گرم پانی کے لئے تقاضا کرے، وغیرہ وغیرہ

رفعت شروع شروع میں تو اس "حکم نامے" کو دیکھ کر بہت سٹپٹائی۔ کہاں وہ ماں باپ کے چاؤ چونچلے اور کہاں بورڈنگ ہاؤس کی یہ پابندیاں! لیکن رفتہ رفتہ اُسے اِن حکموں کے ماننے کی عادت پڑ گئی۔ وہ یوں۔ کہ ایک تو رفعت کو اپنی پڑھائی جاری رکھنے کا بے حد شوق تھا۔ دوسرے اپنی ہم عمر لڑکیوں میں اُس کا دل بہل گیا تھا۔ تیسرے اُس کی خالہ زاد بہن طلعت بھی اس کالج کی دسویں جماعت میں پڑھتی تھی، رفعت اور طلعت میں بہت محبت تھی۔ ایک شمع تھی۔ تو دوسری پروانہ، طلعت رفعت کو ہر ہفتے اپنے گھر لے جایا کرتی۔ اور اس طرح رفعت کو ہر ہفتے بورڈنگ ہاؤس کی چار دیواری سے باہر نکلنے کا موقع مل جاتا تھا۔

(۲)

مارچ کا مہینہ ہے۔ انٹرمیڈیٹ کالج لاہور بڑے دن کی چھٹیوں کے بعد نوجنوری کو کھلا تھا، آج رفعت کو بورڈنگ ہاؤس میں آئے کوئی ڈھائی مہینے ہو چکے ہیں، بدقسمتی سے طلعت کو بڑے دن کی چھٹیوں میں ٹائیفائیڈ بخار ہو گیا تھا۔ فروری کے پہلے ہفتے میں اُسے اس لمبے بخار سے صحت تو ہو چکی تھی۔ لیکن وہ اِس قدر کمزور ہو گئی تھی۔ کہ ڈاکٹروں نے اُسے مشورہ دیا۔ کہ "تم اس سال میٹرک کا امتحان نہ دو۔ اور آب و ہوا کی تبدیلی کے لئے کراچی چلی جاؤ" چنانچہ طلعت اپنی والدہ سمیت فروری کے آخر میں کراچی چلی

گئی تھی +

رفعت طلعت کو بہت یاد کرتی - اور دُعائیں مانگتی - کہ خدا کرے - طلعت جلدی کراچی سے واپس آ جائے + اب اُس کا لاہور میں اَور کوئی ایسا قریبی رشتہ دار نہ تھا - جس کے گھر جانے کی اُسے اجازت مل سکتی - اس لئے رفعت کو بورڈنگ ہاؤس سے باہر نکلے ایک مہینے سے زیادہ ہوچکا تھا +

کالج بند ہونے میں ابھی تین ہفتے باقی تھے - رفعت دن گن رہی تھی - کہ کب گرمی کی چھٹیاں ہوں - اور میں گھر جاؤں ، وہ بورڈنگ ہاؤس کی بے لُطف زندگی سے اکتا سی گئی تھی + تین اپریل کو اس کا سالانہ امتحان ہونے والا تھا - اس کی دِلی تمنا یہ تھی - کہ نو ماہی امتحان کی طرح میں اب بھی اپنی جماعت میں اوّل رہوں - اِس لئے وہ خوب محنت سے پڑھ رہی تھی لیکن بعض اوقات جب پڑھتے پڑھتے وہ تھک جاتی - تو بے اختیار اس کا جی چاہتا - کہ میں امتحان سے پہلے باہر کی ہوا کھاؤں - تاکہ میرا دماغ نئے سرے سے تروتازہ ہو جائے + لیکن اُسے معلوم تھا - کہ میری یہ خواہش پوری ہونی ناممکن ہے - کیونکہ ابھی پانچ چھ دن ہی ہوئے تھے - کہ طلعت کا خط آیا تھا - جس میں اس نے لکھا تھا - کہ گو اب میری صحت پہلے کی نسبت بہت اچھی ہے - لیکن ڈاکٹروں کی یہ رائے ہے - کہ میں ابھی کچھ عرصہ اَور کراچی ہی میں رہوں "+

(۴)

آج جب رفعت لیٹر بکس کی طرف یہ دیکھنے کے لئے آئی۔ کہ میرا کوئی خط آیا ہے۔ یا نہیں۔ تو یہ دیکھ کر اُس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ کہ اس کے نام کا بھی ایک لفافہ ہے۔ جس پر طلعت کے خط سے ملتے جُلتے لفظ لکھے ہوئے ہیں۔ رفعت نے لفافہ کھولا۔ تو سچ مُچ طلعت کا خط تھا۔ جس میں لکھا تھا:-

پیاری رفعت۔

آپ یہ پڑھ کر ضرور حیران ہوں گی۔ کہ میں جلد ہی آپ سے ملنے والی ہوں۔ شاید آپ کو معلوم نہ ہوگا۔ کہ چار اپریل کو میرے ابا جان کے پھوپھی زاد بھائی کی لڑکی کی شادی ہونے والی ہے۔ اس لئے ہمیں اس میں شامل ہونے کے لئے مجبوراً کراچی سے جلدی آنا پڑا ہے۔ ہم پرسوں یعنی جمعہ کی شام کو کراچی میں سے لاہور پہنچ جائیں گے۔ چونکہ ہم سب اتوار کی صبح کو شادی میں شامل ہونے کے لئے انبالہ روانہ ہو جائیں گے۔ اس لئے کیا ہی اچھا ہو۔ اگر آپ ہفتہ کا دن میرے ساتھ گزاریں۔ آپ کالج ختم ہوتے ہی ہمارے گھر آ جائیں اُمید ہے۔ آپ اس بات سے بُرا نہ مانیں گی۔ کہ میں خود آپ کو لینے نہ آسکوں گی۔ میں چاہتی ہوں۔ کہ ہفتہ کے دن میں آپ کے آنے سے پہلے ہی انبالہ جانے کے لئے اپنے کپڑے وغیرہ نکال رکھوں۔ تاکہ باقی وقت آپ کے ساتھ اطمینان سے باتیں کرسکوں۔ میں مس ڈکنسن

(نگران) کو اس بارے میں خط لکھ رہی ہوں۔ تاکہ آپ کو اکیلے آنے کی اجازت لینے میں دِقّت نہ ہو، وہ مجھے اچھی طرح جانتی ہیں۔ یقیناً اعتراض نہ کریں گی *

اُمید ہے۔ آپ نے امتحان کے لئے خوب تیاری کر لی ہوگی *

باقی بوقت ملاقات *

زیادہ محبت *

آپ کی طلعت

نوٹ۔ میں اپنے بُرے خط کی معافی چاہتی ہوں۔ ایک تو میرے فونٹین پن کا نِب کچھ خراب ہے۔ دوسرے اُمید کے خلاف اچانک لاہور واپس آنے پر میں اس قدر خوش ہوں۔ کہ مجھے اپنے قلم پر کچھ قابو نہیں رہا *

طلعت

یہ خط پڑھ کر رفعت کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی، طلعت کے لاہور آنے میں صرف چند گھڑیاں باقی تھیں *

(باقی پھر)

سروری جہاں عبدالکریم

ساری دُنیا کی ایک زبان

کئی عالم مُدّت سے اس فکر میں ہیں کہ دُنیا کی مختلف قوموں میں زبان کا جو فرق پایا جاتا ہے۔ وہ کسی طرح مِٹ جائے، اس غرض کے لئے کئی تجویزیں پیش ہوئیں۔ اور آخر بعض عالموں نے مل کر اسپرانٹو کے نام سے ایک نئی زبان بنائی۔ جس کا سیکھنا بہت آسان ہے۔ اور جس میں دُنیا کی اکثر بڑی بڑی زبانوں کے الفاظ موجود ہیں *

لیکن اس زبان کو زیادہ ترقی نہ ہوئی۔ اور یہ گتھی ابھی تک نہیں سُلجھ سکی ؛

اِن ہی دنوں میگڈلین کالج کیمبرج کے ایک پروفیسر سی کے اوگڈن نے یہ تجویز پیش کی ہے۔ کہ انگریزی زبان کو دُنیا بھر کی زبان بنانے کی کوشش کی جائے، وہ کہتے ہیں۔ کہ انگریزی زبان کے صرف ساڑھے آٹھ سَو الفاظ کے استعمال سے ہم آپس میں اچھی طرح بات چیت کر سکتے ہیں، اتنے لفظ یاد کر لینا کچھ مشکل نہیں ہے ؛

پروفیسر اوگڈن نے اس سلسلے میں کئی مضمون لکھے ہیں۔ وہ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔ کہ اس وقت دُنیا میں پندرہ سَو مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ چین کی زبان کہنے کو تو چینی ہے۔ لیکن اِس ملک کے ایک حصّے کی بولی دوسرے حصّے میں نہیں سمجھی جاتی۔ کیونکہ وہاں سیکڑوں بولیاں پیدا ہو گئی ہیں، اسی طرح ہندوستان میں دو سَو مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں، زبان کے اس فرق سے بڑے بڑے جھگڑے اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ جنہیں دُور کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے۔ کہ کسی زبان کو دُنیا بھر کی زبان قرار دیا جائے، اس وقت تک اِس قسم کی کئی کوششیں کی جا چکی ہیں۔ لیکن کامیابی نہیں ہوئی، میرے خیال میں انگریزی زبان ہی ایک ایسی زبان ہے۔ جو آسانی سے دُنیا بھر کی زبان بنائی جا سکتی ہے۔ کیونکہ یہ زبان اتنے لمبے چوڑے رقبے میں سرکاری زبان کی حیثیت حاصل کر چکی ہے۔ جس میں تقریباً پچاس کروڑ انسان

آباد ہیں +

انگریزی زبان کو دُنیا بھر کی زبان بنانے کے لئے ضروری ہے۔ کہ اسے بہت سہل اور آسان بنایا جائے + اس وقت انگریزی زبان میں تقریباً ستّر ہزار الفاظ ایسے ہیں۔ جو استعمال میں آتے ہیں۔ لیکن اگر ہم اس میں وہی الفاظ رہنے دیں۔ جو بات چیت کے لئے بے حد ضروری ہیں۔ تو صرف ۸۵۰ الفاظ سے ہم ایک دوسرے پر اپنا مطلب ظاہر کر سکتے ہیں +

ظاہر میں تو یہ عجیب و غریب بات معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر انگریزی زبان کے الفاظ پر غور کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ اس زبان کے اکثر الفاظ ایسے ہیں۔ جن کا مطلب اسی زبان کے دوسرے سیدھے سادے الفاظ میں ادا کیا جا سکتا ہے۔ کئی ایسے الفاظ ہیں۔ جن کے ایک ہی معنی ہیں اور اگر اُن کے معنی میں کوئی فرق ہے۔ تو نہایت معمولی + اس نئی زبان میں ہم اُن ہم معنی الفاظ کے بجائے کوئی ایک لفظ استعمال کریں گے + انگریزی میں فعل کثرت سے ہیں۔ لیکن ہم نے غور کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ صرف اٹھارہ فعل ایسے ہیں۔ جن کے بغیر ہمارا کام نہیں چل سکتا +

ہمیں اس نئی زبان میں ایک سَو فعل۔ ایک سَو فعلوں کے ساتھ مل کر استعمال ہونے والے حروف۔ چار سَو پچاس اسم صفت اور دو سَو مختلف چیزوں کے نام استعمال کرنے کی ضرورت پڑے گی + اس کے علاوہ اکثر الفاظ ایسے ہیں۔ جو عام طور پر ہر مُلک میں بولے اور سمجھے جاتے ہیں۔ مثلاً ہوٹل

ٹھیئٹر سینما وغیرہ۔ انہیں ہم نے اس فہرست میں شامل نہیں کیا۔ علمی باتیں سمجھانے کے لئے ایک ہزار الفاظ کی ضرورت پڑے گی ۔

اس زبان کو آسان بنانے کے لئے ضروری ہوگا۔ کہ قواعد کی اکثر پابندیاں اُٹھا دی جائیں۔ ہمیں اُمید ہے۔ کہ دس سال کے اندر اندر یہ زبان ساری دُنیا میں پھیل جائے گی ۔

پچھلے دنوں اِس سلسلے میں پچاس مشہور عالموں کے دستخطوں سے ایک اعلان بھی شائع کیا گیا ہے۔ جس میں پروفیسر اوگڈن کے خیالات کی تائید کی گئی ہے۔ اس اعلان پر جارج برنارڈ شاہ۔ ایچ۔ جی۔ ویلز۔ جولین ہکسلے۔ اور دوسرے بڑے بڑے لوگوں کے دستخط ہیں ۔

اڈیٹر

شُکر گزاری

اگر تمہیں کوئی چیز دی جائے۔ تو تمہارا فرض ہے۔ کہ تم اس کا شُکریہ ادا کرو۔ شُکریہ ادا کرنے کا طریقہ نہایت سہل اور سادہ ہے۔ یعنی تم جب کوئی چیز پاؤ۔ تو زبان سے شُکریہ کے الفاظ کہو۔ مثلاً تسلیم۔ آپ کا شُکریہ۔ آداب وغیرہ۔ اگر کوئی انگریزی طریقہ برتنا چاہے۔ تو "تھینک یُو" کہے ۔

شُکریہ کے ان الفاظ کا ادا کرنا گویا اس چیز پر جو تمہیں دی گئی ہے۔ خوشی ظاہر کرنا ہے۔ بچّوں کو ماں باپ سے رہنے کو مکان۔ کھانے کو غذا۔ پہننے کو کپڑا اور ہر قسم کی راحت اور آرام حاصل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اُن کی محبت اور اُن کا پیار ایسی مہربانی

ہے۔ جو ہر وقت رہتی ہے۔ اس لئے
اُن کی شکر گزاری سب سے پہلے اور
سب سے بڑھ کر ہے ۰

ماں باپ سے جو کچھ ملتا ہے۔ بچوں
کو اُن کی ضرورت ہے۔ گو ہر وقت
ماں باپ کا شکریہ زبان سے ادا کرنا
ضروری نہ ہو۔ لیکن خاص خاص موقعوں
پر تو ضرور ادا کرنا چاہئے۔ مثلاً تمہاری
سال گرہ یا عید کے موقع پر جب وہ
تمہیں کوئی عُمدہ اور قیمتی چیز تحفے کے
طور پر دیں۔ تو تمہارا فرض ہے۔ کہ تم
اُن کا شکریہ ادا کرو ۰ اسی طرح عزیزوں
رشتہ داروں اور دوستوں کا بھی شکریہ
ادا کرنا چاہئے ۰

اگر کوئی دوست تمہارے بیٹھنے کو
کُرسی یا لکھنے کو قلم کاغذ وغیرہ اُٹھا کر
۔ خواہ وہ تمہارا عزیز ہی کیوں نہ
ہو۔ تمہیں اس کا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔
کیونکہ اس نے تمہارے لئے تکلیف
اٹھا کر تمہاری تھوڑی سی تکلیف کو
بچایا ہے ۰

پیارے پھول بھائی بہنو! اس
شکر گزاری سے بڑھ کر شکر گزاری یہی
ہے۔ کہ ہم اپنا کام دل لگا کر کریں جس
سے ہم پر مہربانی کرنے والے خوش
ہوں ۰ والدین اور اُستاد کی شکر گزاری
کا سب سے اچھا طریقہ یہی ہے۔ کہ اُن
کی خدمت کریں۔ اور اُن کے حکم بجا
لائیں ۰

آنسہ فائزہ بیگم۔ بسون گڑھی بنگلور

وِکٹوریا کراس

پُرانے زمانے کے جتنے تمغے یا

نشان ہیں۔ اور جو جنگ میں حاصل
کئے جا سکتے ہیں۔ اُن میں وکٹوریا کراس
سب سے زیادہ قابلِ عزّت اور قیمتی
سمجھا جاتا ہے ؛

یوں تو یہ تمغہ لوہے کا ہوتا ہے۔
مگر دُنیا میں ہمت اور جُرأت کا سب
سے بڑا انعام ہے۔ اس کا حاصل کرنا
سب سے زیادہ مشکل ہے۔ جو بہت
بڑا بہادری کا کام کرتا ہے۔ اُسی کو یہ
تمغہ مل سکتا ہے۔ انگریزی فوجوں میں
اس تمغے کی بہت عزّت کی جاتی ہے ؛

وکٹوریا کراس کو ۱۸۵۶ء میں ملکہ
وکٹوریا نے جاری کیا تھا۔ اور صرف
انگریزی فوجی افسر اور سپاہیوں کو دیا جاتا
تھا۔ مگر ۱۹۱۱ء کے دہلی دربار کے موقع
پر شہنشاہ جارج پنجم نے اعلان فرمایا۔
کہ ۱۹۱۲ء سے یہ تمغہ ہندوستانی
فوجی سپاہیوں کو بھی جنگ میں بہادری
دکھلانے پر دیا جایا کرے گا ؛

وکٹوریا کراس پانے والے کو صرف
تمغہ اور عزّت ہی حاصل نہیں ہوتی۔
بلکہ اُسے ڈیڑھ سَو روپیہ سالانہ وظیفہ
بھی ملتا ہے۔ تاکہ اَور لوگوں کو بھی
معلوم ہو۔ کہ سرکار اس بہادر کی
کتنی شُکر گزار ہے۔ یہ وظیفہ عمر بھر
ملتا رہتا ہے۔ اور اگر وہ بہادر شخص کچھ
دنوں کے بعد مر بھی جائے۔ تو اُس کے
حق دار اس کی بیوی یا بیٹے کو عمر بھر
سرکار کی طرف سے وظیفہ ملتا رہتا
ہے ؛

۱۹۱۴ء میں جنگ جرمن کے
موقع پر کچھ لوگوں کو یہ تمغے دیئے
گئے تھے۔ ہندوستان میں ایسے شخص
صرف دو تین ہی ہیں ؛ مسعود محی الدین صوفی

بہادر لڑکے اور کُتّے کی کہانی

۱- جم اور ٹام نے سیر کرتے ہوئے دیکھا کہ ایک کوئیں کے گرد لڑکے جمع ہیں۔

۲- دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ ایک کتّا کوئیں میں گر پڑا ہے۔

۳- ٹام جھٹ ڈول کے ساتھ لٹک کر کوئیں میں اُترا۔

۴- اس نے ڈوبتے ہوئے کتے کو پٹے سے پکڑ لیا۔

۵- وہ کُتّے کو صحیح سلامت باہر نکال لایا۔

۶- سب لڑکوں نے ٹام کی اس بہادری پر خوشی کے نعرے لگائے۔
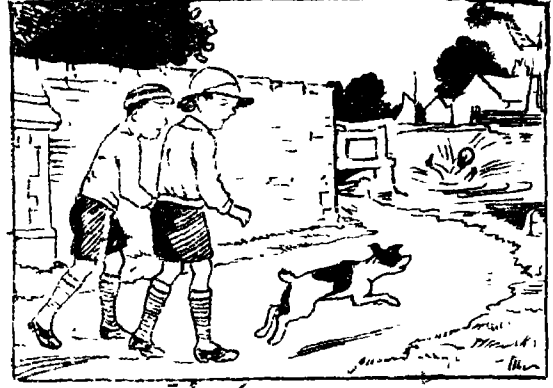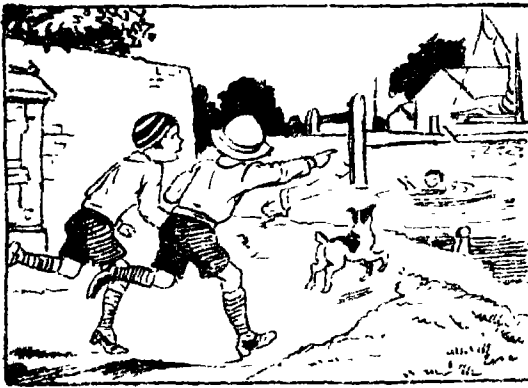
۷- ٹام اور جم پھر سیر کو روانہ ہو گئے۔ کتا بھی ساتھ ہو لیا۔ یکایک وہ ایک طرف کو تیزی سے بھاگا۔

۸- دونوں دوست بھی دوڑتے ہوئے اس کے پیچھے گئے۔ دیکھا۔ کہ ہیڈ ماسٹر صاحب کی ننھی بچی دریا میں ڈبکیاں کھا رہی ہے +

۹- کتا جھٹ دریا میں کود پڑا +
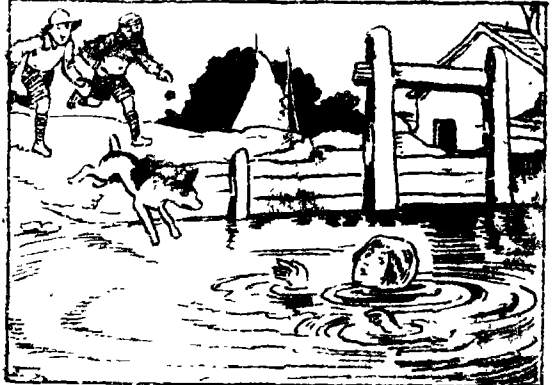
۱۰- اس نے بچی کا گریبان مضبوطی سے اپنے دانتوں میں پکڑ لیا اور اُسے پوری طاقت سے کھینچتا ہوا کنارے کی طرف لے چلا +

۱۱- کنارے پر ٹام اور جم نے بچی کو تھام لیا۔ اتنے میں ہیڈ ماسٹر صاحب بھی آ پہنچے +

۱۲- وہ بچی کو سلامت دیکھ کر لڑکوں سے بولے۔ "بہادر لڑکو تم نے میری بچی کی جان بچائی ہے" ٹام اور جم فوراً بول اٹھے "جی نہیں۔ یہ کام اس بہادر کتے کا ہے" +

مچھلی کی ہڈی کا گرجا

قطب شمالی کے علاقے میں ایک پادری نے ایک عجیب غریب گرجا بنوایا ہے۔ یہ گرجا مچھلی کی ہڈیوں سے بنایا گیا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ اس علاقے میں لکڑی اور عمارت بنانے کا دوسرا سامان نہیں مل سکتا تھا۔ اس لئے اس پادری نے ویل مچھلی کی ہڈیوں سے شہتیروں کا کام لیا۔ اور ان ہی ہڈیوں کو زمین میں گاڑکر اُن پر مچھلی کا چمڑا مڑھ دیا۔

اس گرجا کی اُونچائی سات فٹ ہے۔ اور اس میں ایک وقت میں سَو آدمی عبادت کر سکتے ہیں۔

اسی طرح ایک اَور پادری نے اسی علاقے میں ایک برف کا گرجا بنوایا تھا۔ اور اُس کا بیان تھا۔ کہ یہ عام گرجاؤں سے زیادہ گرم رہتا ہے۔

ایک نئی کشتی

اِن ہی دنوں اسٹیم بوٹ کی وضع کی ایک نئی کشتی تیار کی گئی ہے۔ جو ایک بالشت گہرے پانی میں بھی آسانی سے چل سکتی ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی ندیوں اور دریاؤں میں جن میں پانی کم ہونے کی وجہ سے عام کشتیاں نہیں چل سکتیں سفر کرسکے گی۔

اس کے بنانے والے کا خیال ہے۔ کہ اگر کشتی کے راستے میں دریائی گھاس اور بیلیں وغیرہ روک نہ بنیں۔ تو یہ نہایت تیزی سے سفر کر سکتی ہے۔

آنسہ راضیہ بیگم بسون گڑھی بنگلور

ایڈیٹر مولوی سید ممتاز علی مسلم پریس بیرون اکبری دروازہ لاہور میں باہتمام بابو مولاداد پرنٹر چھپا۔ اور سید ممتاز علی مالک و منیجر نے دفتر پھول ریلوے روڈ لاہور سے شائع

بچوں کے لئے پچیس پچیس کتابوں کے سٹ

۲۴- نقلی شہزادہ

۲۵- ابراہیم ثانی

ملنے کا پتہ: دفتر اخبار پھول لاہور

تصانیف محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ

منیار پچیسی
ننھے بچوں کے لئے کہانیوں کی اتنی سادہ اور آسان کتاب جو ننھا ... پڑھنے کے ... پڑھ سکتی ہے۔ باتصویر ۳ر ۱۱ پائی

تاج گیت
اس کتاب میں ننھے بچوں کے لئے بہت آسان گیت درج ہیں جو دو تین دفعہ پڑھنے سے زبانی یاد ہو جاتے ہیں۔ ار ۔ پائی

تاج پھول
ایسی فائدہ مند باتیں ہیں جن پر عمل کرنے سے آپ سب کی ... جائے۔ قیمت ۲ر ۵ پائی

ریاض پھول
محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ کی وہ بہت دلچسپ کہانیاں جو پھول میں ... بہت پسند کی گئی تھیں۔ ۳ر ۵ پائی

عجیب کہانیاں
ننھے بچوں کے لئے دلچسپ اور پُر لطف کہانیوں کی بہت عمدہ کتاب۔ باتصویر قیمت ۳ر ۱۱ پائی

دل پسند کہانیاں
وہ کہانیاں جو وہی ہیں جو مائیں بچوں کو سناتی ہیں۔ ان ہی کی ... بولی ہیں۔ باتصویر۔ قیمت ۵ر

تین بہنوں کی کہانی
تین بہن بھائیوں میں سے کس طرح بہن ... ایک ... پہاڑ پر سے آئی۔ ۳ر

علی بابا چالیس چور
جنہوں نے لوٹ مار کا مال ایک جادو کے غار میں جمع کر رکھا تھا کس طرح ایک ہوشیار لڑکی کے ہاتھ سے تمام ہوئے۔ ۲ر ۸ پائی

آج کل
آج کا کام کل پر ٹالنے سے ایک کھاتے پیتے گھر کی عورت کی زندگی کیونکر برباد ہو گئی۔ بہت پُر اثر قصہ۔ جن بہنوں کو آج کا کام کل پر ٹالنے کی عادت ہو۔ وہ اس قصے کو ضرور پڑھیں۔ قیمت ۳ر ۲ پائی

شریف بیٹی
ایک غریب ... گھر لڑکی کی دلچسپ کہانی۔ جو اپنی ہمت اور استقلال سے ترقی کرتے کرتے امیر کبیر بن گئی۔ ۸ر ۸ پائی

چندن ہار
مانگے تانگے کی چیزیں استعمال کرنے سے کیا کیا دکھ اٹھانے پڑتے ہیں۔ اس مضمون پر بے حد مؤثر قصہ۔ ار ۱۱ پائی

انگریزی گرامر
ایک بہت چھوٹی سی گرامر جس میں انگریزی سیکھنے کی تمام ضروری باتیں لکھی گئی ہیں۔ قیمت ۳ر

چوہے بلی نامہ
ایک دفعہ چوہوں اور بلیوں میں تلوار چل گئی۔ اس لڑائی کا حال بہت مزے کی نظم میں۔ باتصویر۔ قیمت ار

ملنے کا پتہ:۔ دفتر اخبار پھول۔ لاہور

Title & Picture Printed at the Victoria Press, Ry. Road, Lahore.

قیمت فی پرچہ

غلام عبّاس صاحب کی کتابیں

الحمرا کے افسانے

الحمرا کی عمارت ہسپانیہ کے مسلمان بادشاہوں کے زمانۂ اقبال کی مشہور یادگار ہے۔ امریکہ کے مشہور مصنّف واشنگٹن ارونگ نے جب ہسپانیہ کی سیاحت کے دوران میں مسلمانوں کی عظمت کے ان مٹے ہوئے نقوش کو دیکھا۔ تو وہ بے حد متاثر ہوا۔ اور اس کے قلم سے یہ رنگین افسانے نکلے۔ جو رہتی دُنیا تک زندہ رہیں گے۔ مسٹر غلام عبّاس نے نہایت سلیقہ اور قابلیت سے ارونگ کی اس مشہور زمانہ تصنیف کو اُردو کا جامہ پہنایا ہے۔ لیکن انداز بیان میں قدیم مشرقی قصہ نویسوں کا اسلوب ملحوظ رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے ترجمہ کی شگفتگی اور روانی اصل سے بڑھ گئی ہے۔ ان افسانوں کو پڑھتے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی ساحر نے جادو کے زور سے ہمیں خواب و خیال کی اس طلسمی دُنیا میں پہنچا دیا ہے۔ جو ہمیشہ کے لئے الحمرا کے کھنڈروں میں دفن ہو چکی ہے۔ غرناطہ کے بلند کوہستانوں اور سرسبز وادیوں۔ اشبیلیہ کے پُر بہار گلستانوں اور شاداب کنجوں اور طلیطلہ کی نشاط انگیز محفلوں اور عشرت گاہوں کا ذکر ایسے دلنشیں انداز میں کیا گیا ہے۔ کہ مسلمان سلاطین کے عہد کامرانی کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ یہ افسانے خاص اہتمام سے چھاپے گئے ہیں۔ سرورق چار رنگ کا ہے آٹھ رنگین تصویریں ہیں۔ جن میں دو تین تین رنگوں کی ہیں۔ اور چھ دو دو رنگوں کی۔ غرض بجا طور پر دعوےٰ کیا جا سکتا ہے۔ کہ آج تک اُردو زبان میں لڑکوں کے لئے کوئی کتاب اس شان اور اہتمام سے شائع نہیں ہوئی۔ خوشی کی تقریبوں پر دوست احباب کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے نہایت اچھا تحفہ ہے۔ قیمت ۸ر

ثریّا کی گڑیا

بچّوں کے لئے ایک ناٹک جو گھر پر یا مدرسے میں بڑی آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ ناٹک کی کہانی یہ ہے۔ کہ ثریّا نے اپنی ہمجولی امیر سہیلی جمیلہ کو چائے پر بُلا رکھا ہے۔ اور سوچ رہی ہے۔ کہ وہ آئے گی۔ تو اسے دکھانے کو میرے پاس کوئی بھی اچھا کھلونا نہیں۔ ثریا کا بھائی شوکت اُسے یہ ترکیب بتاتا ہے۔ کہ تم مجھے گڑیا کے طور پر جمیلہ کے سامنے پیش کر دینا۔ ثریّا اس کا بھیس بدل کر اُسے گڈا سا بنا دیتی ہے۔ شوکت میاں جمیلہ کے سامنے کیا کچھ تماشے کرتے ہیں۔ اُن کا پُر لطف حال کتاب پڑھ کر معلوم کرو۔ بہت آسان۔ دلچسپ اور ہنسانے والا کھیل جس میں ایکٹ کرنے کی بہت گنجائش رکھی گئی ہے۔ ۵ر

جادو کا لفظ یا گستاخ لڑکا

بچّوں کے لئے بڑا دلچسپ۔ مزے دار اور سبق آموز ناٹک۔ ایک گستاخ لڑکے کی کہانی جس نے اپنی گستاخی سے ایک جادوگرنی کو ناراض کر دیا۔ اور بڑی مصیبت اُٹھائی۔ اُوپر رنگین اور اندر فوٹو کی تصویریں۔ مدرسوں میں کرنے کیلئے لاجواب تماشہ ۵ر

چاند کی بیٹی اور دوسری جاپانی کہانیاں

یہ کہانیاں ایسی دلفریب ہیں۔ کہ دُنیا کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ کتاب پر ایک خوشنما رنگین تصویر ہے۔ آنند چاند کی بیٹی۔ زبان کٹی بلبل۔ بھوتوں کی ضیافت۔ گیدڑ اور خرگوش۔ راشوموں کا دیو۔ اور سچی خوشی۔ چھ بہت ہی مزے دار کہانیاں ہیں جن میں سے کوئی شاعرانہ کہانی ہے۔ کوئی بہادری کا کارنامہ ہے۔ کوئی مذاقیہ کہانی ہے۔ تو کسی سے کوئی اخلاقی سبق ملتا ہے۔ ۶ر

ملنے کا پتہ:- **دفتر اخبار پھول۔ لاہور**

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷

یعنی

چھوٹے بچوں کا ہفتہ وار دل بہلاؤ

سال بھر کی قیمت محصول سمیت پانچ روپیہ پیشگی ہے

جلد ۲۵ | لاہور ہفتہ ۲۹ ۔ اپریل ۱۹۳۳ء | نمبر ۱۷

پھول

لاہور ۔ ۳ ۔ محرم الحرام ۱۳۵۲ھ

فہرست مضامین

یکم مئی کو ہندوستان اور انگلستان کے درمیان ٹیلی فون کا سلسلہ قائم ہو جائے گا۔ اور تین منٹ تک بات چیت کرنے کی فیس اسی روپے ہو گی +
یکم مئی کو رات کے ساڑھے نو بجے وزیر ہند لندن سے پہلی مرتبہ گورنر بمبئی کے ساتھ ٹیلی فون پر بات چیت کریں گے +

مسٹر ریمزے میکڈانلڈ وزیر اعظم برطانیہ اپنی بیٹی کے ہمراہ امریکہ پہنچ گئے۔ آپ صدر امریکہ مسٹر روزویلٹ سے بات چیت کریں گے۔

پچھلے ہفتے ہندوستان کے بہت بڑے قانون داں اور لیڈر مسٹر حسن امام انتقال کر گئے۔ آپ کی وفات پر ہندو مسلمان عیسائی سب قوموں کو بے حد رنج ہوا۔ اور سارے ملک میں جا بجا جلسے کر کے آپ کے مرنے پر رنج اور افسوس ظاہر کیا گیا۔

پچھلے ہفتے اسپین میں میونسپل کمیٹی کے ممبر چننے کے لئے پرچیاں ڈالی گئیں۔ اس موقع پر عورتوں نے پہلی مرتبہ پرچیاں ڈالیں۔

پیرس کے قریب ایک ہوائی جہاز گر پڑا۔ جس سے پانچ آدمی ہلاک ہو گئے۔

جاپانی فوجیں چین میں برابر بڑھتی چلی جا رہی ہیں۔ سنا ہے۔ کہ انہوں نے اور ۲۵۰۰ مربع میل رقبے پر قبضہ کر لیا ہے۔

کچھ دن ہوئے امرتسر کے گوردوارہ ویر کا سے باجہ۔ طبلہ۔ سرنگی وغیرہ گانے بجانے کا سامان چوری ہو گیا تھا۔ اب پولیس نے گوردوارہ کے پاس ہی جنگل میں چوروں کے ایک گروہ کو گرفتار کیا ہے۔ جو اسی چوری کے سامان سے گا بجا رہے تھے۔ اور محفل خوب گرم تھی۔

حضور وائسرائے اور اُن کی بیگم صاحبہ لیا رسے موٹر کے ذریعے شملے پہنچ گئے۔

اپریل فُول

(پہلے حصّے کے لئے دیکھو صفحہ ۲۱۰)

رفعت کی خوشی کا ٹھکانا نہ تھا + جب وہ دوپہر کی چائے پینے کے لئے میز پر گئی۔ تو بات بات پر ہنسی پڑتی تھی + آج اُس نے دُوسری لڑکیوں کی طرح کھٹّی ڈبل روٹی ناک چڑھا چڑھا کر نہ کھائی۔ اور نہ وہ اُس بے ذائقہ چائے پر بڑبُڑائی۔ جو ایسی بدمزہ تھی۔ کہ معلوم ہوتا تھا۔ چائے کی پتّیاں ایک دفعہ جوش دینے کے بعد دوبارہ استعمال کی گئی ہیں۔ کیونکہ وہ تو لورینگ کی پیسٹری اور کیک کے خواب دیکھ رہی تھی +

شام کو کھیلوں کے وقت مس کمال دین کی ڈیوٹی تھی + یہ اُستانی صاحبہ تمام پروفیسروں سے زیادہ قاعدے کی پابند تھیں + اُنہوں نے کھیلنے کی گھنٹی بجائی۔ اور جہاں چار پانچ لڑکیوں کا جمگھٹا دیکھا۔ ڈپٹ کر کہنے لگیں "خبردار جو کسی لڑکی نے ساڑھے چھ بجے سے پہلے بلڈِنگ کے اندر قدم رکھا"۔

ایک لڑکی نے دوسری لڑکی۔ اور دوسری نے تیسری تک یہ خبر پہنچائی اور آن کی آن میں یہ فقرہ بورڈِنگ ہاؤس کی سب لڑکیوں کے کانوں تک پہنچ گیا۔ کوئی بُڑبُڑائی۔ کوئی جھلّائی۔ کسی نے مُنہ پُھلا لیا۔ کسی نے چُپکے سے اپنی سہیلی کے کان میں کہا۔ کہ "ہم کوئی قیدی ہیں۔ جو بغیر اجازت قدم باہر نہیں نکال سکتے" لیکن رفعت۔ بھولی بھالی رفعت اِس خیال میں

مگن تھی۔ کہ طلعت گاڑی میں سوار ہو گی۔ اور لاہور پہنچنے والی ہو گی ٭

(۴)

ہفتے کے دن نویں جماعت کی آخری دو گھنٹیاں ہمیشہ خالی ہوتی تھیں۔ اس لئے رفعت گیارہ بجے کے بعد ہی فارغ ہو گئی۔ اس نے اپنی کتابیں وغیرہ سنبھالیں۔ مُنہ دھویا۔ بال سنوارے۔ اور پھر تربوزی رنگ کی وہ ساڑھی باندھی۔ جس کا کنارہ طلعت کو بہت بھاتا تھا۔ اس کے بورڈنگ ہاؤس کی دوسری لڑکیاں اور سہیلیاں۔ افتخار۔ لیلا۔ میبل۔ مُنوّر۔ بملا۔ جسونت وغیرہ اس کے اِرد گِرد جھوم رہی تھیں۔ اور اُسے رشک بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں لیلا کہنے لگی۔" رفعت۔ کیا کہیں باہر جا رہی ہو؟"

رفعت۔ ہاں۔ کل شام کو طلعت کراچی سے واپس آگئی ہے۔ میں اُسے ملنے جا رہی ہوں۔ شام کو کھانا کھا کر آؤں گی ٭

افتخار۔ اچھّا! کیا طلعت آگئی۔ تم تو کہتی تھیں۔ کہ ابھی ڈاکٹروں نے اُسے کراچی سے واپس آنے کی اجازت نہیں دی ٭

رفعت۔ ہاں طلعت کو ابھی واپس نہیں آنا تھا۔ لیکن اس کے ابّا جان کے پھوپھی زاد بھائی کی لڑکی کی شادی ہونے والی ہے۔ اس لئے اُسے جلدی آنا پڑا ٭

لیلا۔ تو کیا تم بھی شادی پر جاؤ گی؟

رفعت۔ نہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی تمہیں بتایا تھا۔ گو طلعت کی اچّی

جان میری سگی خالہ ہیں۔ لیکن طلعت کے ابا جان کے رشتہ داروں سے نہ ہماری رشتہ داری ہے۔ اور نہ ہم اُن کے دُور کے رشتہ داروں کو جانتے ہیں۔

تمنّور۔ تم کیسی خوش قسمت ہو۔ کہ باہر جا رہی ہو۔ کاش! کوئی ہمیں بھی بُلانے والا ہوتا!

بملا۔ باہر جا کر ہمیں بھول نہ جانا۔

اتنے میں ایک اَور لڑکی دوڑی ہوئی آئی۔ اور رفعت سے کہنے لگی۔ کہ ابھی ابھی مس ڈِکنسن مجھے ملی تھیں وہ کہیں باہر جا رہی تھیں۔ اور مجھے کہہ گئی ہیں۔ کہ میں تمہیں یہ پیغام پہنچا دوں۔ کہ "طلعت کا خط اُن کی طرف آیا ہے۔ جس میں اُس نے تمہیں اپنے گھر بلانے کی اجازت مانگی ہے۔ اِس لئے جس وقت تم پڑھائی سے فارغ ہو۔ جا سکتی ہو"۔

رفعت خوشی سے اُچھل پڑی۔ کیونکہ مس ڈِکنسن اکیلے باہر جانے کی اجازت ذرا مشکل سے دیا کرتی تھیں۔

تھوڑی دیر میں رفعت جانے کے لئے تیار ہو گئی۔ جب وہ چپراسن سے ایک تانگہ لانے کے لئے کہہ رہی تھی۔ تو سب لڑکیاں تالیاں بجا بجا کر کہنے لگیں۔ "اپریل فول"۔ "اپریل فول"۔

رفعت کھسیانی سی ہو کر کہنے لگی۔ "بھلا کیا میں طلعت کی لکھائی نہیں پہچانتی"؟

ربیلا کہنے لگی۔ "شاید تم نے طلعت کی ہم جماعت اور میری چچا زاد بہن سو شیلا کی لکھائی نہیں دیکھی۔ جو طلعت کی لکھائی سے بہت مِلتی جُلتی ہے۔

تمہیں یاد ہو گا۔ طلعت نے لکھا تھا۔
کہ میرے قلم کا نب خراب ہے۔ اور
میں یہ خط خوشی کے جوش میں لکھ رہی
ہوں + یہ اس لئے تھا۔ کہ اگر تمہیں خط
کا تھوڑا سا فرق دیکھ کر کچھ شبہ ہو بھی
تو وہ دُور ہو جائے۔ اگر ہماری بات کا
یقین نہ آئے۔ تو خط کے اُوپر کی مُہر دیکھ
لو۔ لاہور کی مُہر لگی ہے۔ اور پھر مِس
ڈِکنسن بھی کہیں باہر نہیں گئیں۔ وہ تو
اپنے کمرے میں بیٹھی موزے رفو کر رہی
ہیں + واہ رفعت۔ تمہیں اتنا خیال
نہ آیا۔ کہ آج اپریل کی پہلی تاریخ ہے۔
اور لوگ اس موقع پر اپنے ہم عمر دوستوں
اور عزیزوں کو بے وقوف بنانے کے
لئے ہر قسم کے مذاق گھڑ لیتے ہیں +

سروری جہاں عبدالکریم

ایورسٹ پر چڑھنے والوں کا امتحان

پھُول بچے اخبار میں پڑھ چکے ہیں
کہ ہمالیہ کی سب سے اُونچی چوٹی ایورسٹ
پر چڑھائی کے لئے اِن ہی دنوں ولایت
سے جو جماعت ہندوستان آئی۔ وہ اپنے
مقصد میں کامیاب ہو گئی ہے یعنی
اُس کے دو ہوائی جہاز مونٹ ایورسٹ
کے اُوپر اُڑتے رہے + اب یہ جماعت
اپنے وطن کو واپس جا رہی ہے + اس
جماعت کے سب لوگ بہت ہمت اور
طاقت والے ہیں + ایورسٹ کی مُہم پر روانہ
ہونے سے پہلے ولایت میں اُن کا
امتحان لیا گیا تھا۔ کہ آیا وہ ایورسٹ
پر پہنچ کر زندہ رہ سکیں گے۔ یا نہیں +
کیونکہ ایورسٹ پر ہوا اس قدر کم ہے۔
کہ انسان زندہ نہیں رہ سکتا +

یہ امتحان بہت سخت تھا۔ اور اُن بہادر لوگوں میں سے صرف چھ کو اس میں شریک ہونے کی ہمت ہوئی۔ اُنہیں فولاد کے ایک گول کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ جس کا گھیرا تیرہ فُٹ تھا۔ اس کمرے میں وہی حالت پیدا کی گئی تھی۔ جو ۳۷ ہزار فُٹ کی بلندی پر ہے۔ یعنی ایک پمپ کے ذریعے اس کمرے سے ہَوا نکال دی گئی۔ اور وہ آکسیجن کی نالیوں میں سانس لینے لگے۔ جب کمرے سے ہوا نکالی جا رہی تھی۔ تو اُن کی یہ حالت تھی۔ کہ وہ بات تک نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ جب [illegible] موجود نہ ہو۔ تو کوئی آواز سُنائی نہیں دیتی۔ اس حالت میں کاغذ میز سے فرش پر گرے۔ تو اُڑ کر نہیں گرے گا۔ اور نہ اُس کے گرنے سے کوئی آواز پیدا ہوگی۔ بلکہ وہ بالکل اسی طرح گر پڑے گا جس طرح پتھر یا کوئی دُوسری بھاری چیز زمین پر گر پڑتی ہے۔

اس کمرے کا دروازہ بہت بھاری تھا۔ کمرے کے پہلوؤں پر سوراخ سے بنے تھے۔ اور اُن پر بہت موٹے موٹے شیشے لگے تھے۔ لوگ ان شیشوں سے اُن کی حالت دیکھ رہے تھے۔

جب کمرے میں ویسی کیفیت پیدا کر لی گئی۔ جیسی ۳۷ ہزار فُٹ کی بلندی پر ہے۔ تو آہستہ آہستہ کمرے میں ہَوا داخل کی جانے لگی۔ یہ لوگ پندرہ منٹ تک نہایت تکلیف کی حالت میں رہے۔ ان میں سے بعض کے پیٹ میں ہلکا ہلکا سا درد ہونے لگا۔ اور بعض کو ایسا معلوم ہوا۔ گویا جسم کا اگلا حصّہ پتلے سے چمڑے کی مانند ہے۔

اس کے بعد دوسرے طریقوں سے بھی اُن کا امتحان لیا گیا۔ چنانچہ اُنہیں ایک چھوٹی سی نالی دے دی گئی جس کے سرے پر پارہ بھرا ہوا تھا۔ اور اُن سے کہہ دیا گیا۔ کہ وہ نالی میں پھونک مار کر یہ کوشش کریں۔ کہ پارہ چڑھنے نہ پائے۔ پھر ایک اَور آزمائش سے یہ معلوم کیا گیا۔ کہ ان کے پھیپھڑوں میں کس قدر ہوا سما سکتی ہے۔

اس کے بعد اُن سے کہا گیا۔ کہ وہ گہرا سانس لیں۔ اور جتنی دیر تک ہو سکے سانس کو باہر نہ نکلنے دیں۔ پھر اُن کی رگوں اور پٹھوں کا معائنہ کیا گیا۔ چنانچہ ہوابازوں کو ایک گھومنے والی کرسی پر بٹھا دیا گیا۔ جو چوبیس سیکنڈ میں دس مرتبہ گھومتی تھی۔ پھر ایک چھوٹی سی سلاخ جو دھات کی بنی ہوئی تھی۔ اور بالکل پنسل جتنی تھی۔ ایک تختے پر سیدھی کھڑی کر دی گئی۔ اور اُن سے کہا گیا۔ کہ اسے اس طرح اُٹھاؤ۔ کہ سلاخ ذرا نہ ہلنے پائے۔ اس کے بعد اُن سے کہا گیا۔ کہ پندرہ سیکنڈ تک آنکھیں بند کئے ایک ٹانگ پر کھڑے رہو۔ گو یہ دونو امتحان بہت آسان معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن ہر شخص کو اجازت دے دی گئی تھی۔ کہ وہ تین تین مرتبہ ان کا تجربہ کرے۔

اس کے علاوہ یہ بھی معلوم کیا گیا۔ کہ اُنہیں آج تک کتنی مرتبہ کیا کیا بیماریاں ہوئیں۔ اور اُن کے خاندان کے لوگ کن مرضوں میں مُبتلا رہ چکے ہیں۔

اڈیٹر

عبادت

اس مضمون کا عُنوان دیکھ کر یہ خیال نہ کرنا۔ کہ میں بڑی بُوڑھیوں کی طرح کوئی لمبی چوڑی تقریر لے بیٹھوں گی۔ میں یہاں صرف اپنے تجربے اور خیالات بتانا چاہتی ہوں۔ اُمید کرتی ہوں۔ کہ تم سب انہیں غور سے پڑھو گے۔ اور ان پر عمل کرو گے میں یہ بات بتا دینا بھی ضروری سمجھتی ہوں کہ یہ مضمون صرف مسلمان بچّوں ہی کے لئے نہیں۔ بلکہ سب بچّوں کے لئے ہے۔

مسلمان ہو۔ یا ہندو۔ یہودی ہو۔ یا عیسائی۔ کسی فرقے کا آدمی ہو۔ اُس کا پہلا فرض یہ ہے۔ کہ اپنے پیدا کرنے والے کا شُکر ادا کرے۔ اور اُس کی عبادت کرے۔ رواج دیکھئے کہ اگر کوئی ہمیں معمولی سی بھی چیز دے۔ تو ہم اُس کا کتنا شُکریہ ادا کرتے ہیں اور اگر نہ کریں۔ تو اُسے کیسا بُرا معلوم ہو۔ کہ اس شخص کو میری چیز کی ذرا قدر نہیں۔ اور پھر وہ کوئی چیز دینا پسند نہ کرے گا۔ اب اُس سب سے بڑے بخشش کرنے والے کو لو۔ جو ہمیں زندگی بخشتا ہے۔ ہر قسم کی نعمتوں سے ہماری جھولی بھرتا ہے۔ اگر ہم ساری عُمر اس کی عبادت میں گزار دیں۔ تب بھی ہم اُس کی ایک نعمت کا شُکریہ ادا نہیں کر سکتے۔ گو اُسے ہماری عبادت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس کے پاس ہزاروں فرشتے ہیں۔ جو دن رات اُس کی حمد اور تعریف کے گیت گاتے ہیں۔ لیکن ہمیں خود بھی تو یہ خیال

ہونا چاہئے۔ کہ ہم اُس کی چیزوں کی قدر کریں۔ اور عبادت کے ذریعے اُس کا شکر ادا کریں +

پیارے بچو۔ خدا کو کبھی نہ بھولو۔ اُٹھتے بیٹھتے اُس کا شکریہ ادا کرو۔ اپنے اِردگرد دیکھو۔ کہ اُس نے تمہیں کیا کیا نعمتیں بخشیں۔ تم دیکھ لینا۔ کہ جس قدر زیادہ تم اُس کا شکر ادا کرو گے اُسی قدر اُس کی بخششوں میں زیادتی ہو گی + یہ میرا ذاتی تجربہ ہے +

جس گھر میں کھیل۔ تماشے۔ اور تفریح کا سامان زیادہ ہوتا ہے۔ اور خدا کا کوئی نام تک نہیں لیتا۔ وہاں تباہی بھی جلد آتی ہے + تم نے اٹلی کے مشہور پُرانے شہر پوم پی آئی کا حال پڑھا ہو گا۔ اس بارونق اور خوب صورت شہر کے باشندے شیطانی کھیل تماشوں میں پڑ کر خدا کو بالکل بھُول گئے تھے۔ آخر خدا نے اُنہیں سزا دی۔ جوالا مُکھی پہاڑ ویسو ویس سے جلتی گندھک کا سیلاب اُبل پڑا۔ جس میں یہ تمام شہر اور اُس کے باشندے غرق ہو گئے + یورپ جاتے ہوئے یہ جگہ دیکھ کر مجھے بہت نصیحت حاصل ہوئی۔ اور دل میں خُدا کا خوف بڑھ گیا +

اس جگہ کو دیکھ کر دل کانپ اُٹھتا ہے + یہ شہر ہزاروں سال تک خاک میں دبا پڑا رہا۔ اب وہ کھود کر نکالا گیا ہے + اس کی سڑکیں۔ بازار گلی کُوچے اور مکان ابھی تک نہایت اچھی حالت میں ہیں + اُن کی دیواروں پر جو نقاشی کی گئی تھی۔ وہ اب تک جُوں کی توں موجود ہے۔ ہر جگہ فوارے سیر۔ تفریح اور کھیل تماشے کا سامان

موجود ہے ٭

ان چیزوں کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگ کتنے عقل مند۔ لائق اور ہُنر مند تھے ٭ یہ شہر اپنے زمانے میں سب شہروں سے زیادہ بارونق اور خوب صورت تھا ٭ تاریخ ہمیں بتلاتی ہے۔ کہ یہ لوگ بڑے عیش و آرام پسند ہو گئے تھے۔ خدا کو بالکل بھول گئے ٭ دیکھو یکایک اُن پر خدا کا کیسا عذاب نازل ہوا۔ کہ وہ بالکل تباہ اور برباد ہو گئے ٭ ہزاروں سال تک نام و نشان باقی نہ رہا۔ اور اب اُن کی لاشیں آہ کس حالت میں۔ لوگوں کے لئے نصیحت کا سامان بن گئی ہیں ٭

یہ تو تم جانتے ہو گے۔ کہ یورپ میں کاروبار کا بے حد زور رہتا ہے۔ لیکن ہم تو وہاں بھی کسی نہ کسی طرح وقت نکال کر نماز ادا کر لیتے تھے۔ اور اسی نماز نے ہمیں زندگی بخشی اور کئی آفتوں سے بچایا۔ نہیں تو ہم کبھی کے مچھلیوں اور دریائی جانوروں کا شکار ہو گئے ہوتے ٭

امریکہ جاتے ہوئے ہمیں راستے میں کئی حادثے پیش آئے۔ اوّل تو ہمارے جہاز امپریس آف برٹین میں آگ لگ گئی۔ لیکن خدا کے فضل سے زیادہ نہ بڑھنے پائی۔ پھر سفر کے آخری دن کُہرے نے آگھیرا جس کے سبب ہمارے جہاز کی ایک دوسرے جہاز سے ٹکر ہو گئی۔ اور ہم بال بال بچ گئے ٭ یہ مصیبت تو ٹل گئی۔ مگر کُہرا ابھی تک کم نہ ہوا۔ ہم سب گھبرا گئے۔ لائف بوٹ تیار ہو گئے۔ جب کُہرا بڑھتے بڑھتے بہت زیادہ بڑھ گیا۔ تو جہاز روک دیا

گیا۔ کیونکہ اب سامنے کوئی چیز دکھائی نہ دیتی تھی+ اب تو اماں جان بھی گھبرائیں۔ اُنہوں نے جلدی سے تسبیح اُٹھائی۔ مُصلّے پر جابیٹھیں۔ اور خدا سے دُعا مانگنے لگیں۔ کہ الٰہی ہمیں اس آفت سے بچا +

خدا کی قُدرت دیکھو۔ کہ کُہر آہستہ آہستہ کم ہونے لگا۔ اور چار گھنٹے بعد ہم صحیح سلامت بندرگاہ پر جا پہنچے+ وہاں ہزاروں آدمی راہ دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ اس جہاز پر سلطنت برطانیہ کے بڑے بڑے امیر وزیر سوار تھے۔ جو ایک بہت ضروری کانفرنس کے سلسلے میں جا رہے تھے+ یہ جہاز جو بڑی تیزی سے سفر کر رہا تھا۔ اور مُقررہ وقت سے چار گھنٹے پہلے پہنچنے والا تھا۔ بارہ گھنٹے دیر سے پہنچا+ انگلستان کے کئی وزیروں نے آکر اماں جان کا شُکریہ ادا کیا۔ کہ اُن کی دُعا نے سب کو بچا لیا+ کیونکہ اس کُہرے کی وجہ سے جہاز کی سلامتی کی کوئی اُمید باقی نہ رہی تھی +

غرض ایسی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ کہ مصیبت کے وقت خدا کو یاد کیا۔ تو وہ مصیبت ٹل گئی + یہ چونکہ میرا ذاتی تجربہ تھا۔ اس لئے لکھ دیا+

بچّو۔ ہمیشہ خدا سے ڈرو۔ اُس کا حکم بجا لاؤ۔ اور کوئی ایسا کام نہ کرو جس سے وہ ناراض ہو جائے+ اُس کی عبادت کرو۔ اس سے تمہارے دل کو چین اور سچّی خوشی حاصل ہو گی۔ اور تم اُس سے جو کچھ مانگو گے تمہیں مِل جائے گا+

تھوڑی دیر رہنے والی خوشی کے

لئے ہمیشہ رہنے والی خوشی کو ہاتھ سے
نہ دو۔ ہاں شوق سے سنیما دیکھو۔ اچھے
کھیل تماشوں میں حصّہ لو۔ لیکن وقت
پر کم از کم ایک دفعہ دن میں اپنے
پیدا کرنے والے کے آگے سر کو ضرور
جھکا دو۔ اور اُس کی یاد میں مصروف
ہو جاؤ ⁂

دولت خانم بنت حاجی عبداللہ ہارون کراچی

سیاہ دھبّہ

پیارے بچّو۔ اگر تمہیں فونٹین پن
دیا جائے۔ اور ساتھ تاکید کی جائے
کہ تم اس میں سیاہی کی بجائے پانی
بھر کر لکھو۔ تو تمہیں کیسی تکلیف ہوگی!
حمید کے ساتھ کیا گزری؟ آؤ تمہیں
سُنائیں ⁂

حمید کو اس کی سال گرہ کی خوشی
میں اُس کی دادی امّاں نے ایک
نیا سُنہری فونٹین پن دیا۔ جو بہت
خوب صورت تھا۔ لیکن اس کا کیا فائدہ۔
جب وہ اُس سے لکھ نہ سکتا تھا۔ اور
نہ اسے سیاہی کی شیشی رکھنے کی اجازت
تھی ⁂

اس کی ماں نے کہا "بیٹا اگر تمہیں
سیاہی قلم میں بھر دی۔ تو تم اپنا نیا سوٹ
خراب کر لوگے۔ اور دادی امّاں ناراض
ہوں گی۔ کل تمہیں سیاہی بھر دی
جائے گی"⁂

حمید سے بھلا صبر کہاں ہوتا تھا۔
اس نے پانی کے گلاس میں فونٹین
قلم ڈال کر اس کو بھرا۔ لیکن کاغذ پر
اس سے کچھ نہ لکھا گیا ⁂

حمید نے سوچا "اگر میں سیاہی سے

قلم بھرلوں۔ تو کیا اچھا ہو۔ سب دوستوں
اور رشتہ داروں کو شکریہ کے خط لکھ
سکوں گا"؛

وہ اِدھر اُدھر کمروں میں گھومنے
لگا۔ میزوں پر طرح طرح کے پھل اور
کھانے سجے ہوئے تھے۔ ان لذیذ کھانوں
اور پھلوں کو دیکھ کر اُسے کوئی خوشی
نہ ہوئی ؛

یکایک اس کی نظر ایک میز پر پڑی۔
جس پر ایک چاندی کی دوات رکھی تھی۔
حمید دبے پاؤں میز کی طرف بڑھا۔
اور یہ دیکھ کر کہ دوات سیاہی سے
لبالب بھری ہے۔ اس کی خوشی کی
حد نہ رہی ؛

حمید نے سوچا۔ کہ اگر میں قلم کو سیاہی
سے بھرلوں۔ اور پھر اُسے خالی کردوں
تو اس میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ چنانچہ
اُس نے قلم سیاہی سے بھرلیا۔ اور وہ
بہت خوش ہوا۔ کئی بار اُسے بھرا اور
خالی کیا۔ آخر اُس نے کاغذ پر لکھ کر
دیکھا۔ قلم خوب چلتا تھا؛

یکایک باہر سے کسی کے پاؤں کی
چاپ سُنائی دی۔ وہ فوراً میز سے ہٹ
گیا۔ مگر اس گھبراہٹ میں قلم ایک
دوسری میز پر گر پڑا۔ جس سے خوب
صورت میز پوش پر سیاہی کا دھبّہ پڑگیا؛

سیاہی کا دھبّہ بڑھتا ہی گیا۔ حمید
حیران کھڑا دیکھ رہا تھا۔ دوڑ کر سیاہی
چُوس کا ٹکڑا لایا۔ لیکن اس سے بھی
کچھ نہ بن سکا۔ دھبّہ بہت بڑا ہو گیا۔
مصیبت یہ تھی۔ کہ میز پوش کا یہ حصّہ
اس کی دادی امّاں کے بیٹھنے کی جگہ
کے بالکل سامنے تھا۔ حمید دادی امّاں
کی بڑی بڑی آنکھوں سے بہت ڈرتا

تھا۔ اس نے سوچا۔ اب اس کا علاج کرنا چاہیئے۔ لیکن کیسے؟ اس کو ایک تجویز سُوجھی۔ اس نے سفید کاغذ کاٹ کر گوند سے اس جگہ میز پر جما دیا۔ جہاں داغ پڑ گیا تھا۔ اب اُسے کسی کا ڈر نہ تھا۔ دھوبی کے پاس میز پوش کے جانے سے پہلے اُس کا قصور کسی پر ظاہر نہ ہو سکتا تھا۔ وہ وہاں سے بھاگا۔ دوسرے کمرے میں پہنچا۔ نئے کپڑے پہنے اور قلم کو میز کے دراز میں چھپا کر کھانے کے کمرے میں چلا آیا۔ اُسے رہ رہ کر دھبّے کا خیال ستا رہا تھا۔

میز پر کھانے لائے جا رہے تھے۔ مچھلی۔ قورمے کی رکابیاں لائی گئیں آخر میں پلاؤ لایا گیا۔ پلاؤ کی پلیٹ اسی دھبّہ پر رکھی گئی۔ جہاں کاغذ چپکایا گیا تھا۔ پلیٹ کی گرمی سے گوند پگھلا۔ جب کھانا ختم ہو چکا۔ اور برتن اُٹھائے گئے۔ تو گوند والا کاغذ بھی پلیٹ کی تہ کے ساتھ چپک گیا۔

حمید نے جب دھبّہ دیکھا۔ اس کے مُنہ سے چیخ نکل گئی۔ اس کی دادی امّاں بولی "حمید بیٹا تمہیں کیا ہوا؟" سب حیرانی سے دھبّے کو دیکھ کر رہے تھے۔ دادی امّاں کی آنکھیں غُصّے سے لال پیلی ہو رہی تھیں۔ اُنہوں نے پوچھا "سیاہی کس نے میز پر گرائی"۔

کچھ دیر سنّاٹا رہا۔ حمید آنکھیں نیچی کئے اپنی پلیٹ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ شرم سے سُرخ ہو گیا۔ آخر وہ بولا "مجھ سے ہی یہ غلطی ہو گئی ہے۔ فونٹین پن سے سیاہی گر گئی تھی"۔

وہ یہ کہہ کر اپنی جگہ سے اُٹھا۔ اور کمرے سے بھاگتا ہؤا سیڑھیوں سے

اُترا۔ اور اپنے سونے کے کمرے میں جا پہنچا۔ وہ اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ اور مُنہ سرہانے میں دبا کر پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگا۔

اتنے میں باہر سے کسی کے قدموں کی چاپ سُنائی دی۔ حمید نے آنکھ اُٹھا کر دیکھا۔ تو اُسے اپنی دادی امّاں آتی دکھائی دیں۔ وہ اَور بھی ڈر گیا۔ لیکن دادی نے کہا۔ "حمید میں تم پر خفا ہونے نہیں آئی۔ تم ہو تو بہت شریر۔ لیکن چونکہ تم نے سچ سچ کہہ دیا ہے۔ اس لئے میں تمہارا قصُور معاف کرتی ہوں"۔

حمید کو یہ سُن کر بڑی خوشی ہوئی۔ وہ چارپائی سے اُٹھا۔ اور دادی امّاں نے اُسے گلے سے لگا لیا۔

شیر محمد گجراتی

تتلی سے پھُول

آسٹریلیا میں ایک قسم کی تتلی پائی جاتی ہے۔ جو معمولی تتلیوں کی طرح پھُول پتّیوں سے اپنی خوراک حاصل کرتی ہے۔ لیکن یہ تتلی جس وقت خوراک کی تلاش میں ہوتی ہے۔ تو ایک قسم کا کیڑا اس کی گردن پر جم کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور تتلی کی ہزار کوششوں کے بعد بھی وہاں سے نہیں ہٹتا۔ اور تتلی کو بے چین کر دیتا ہے۔ آخر کار تتلی جان سے بیزار ہو کر زمین پر گر پڑتی ہے۔ اور اپنے جسم کے پچھلے حصّے کو زمین میں گاڑ دیتی ہے۔ چند روز میں نہ تتلی رہتی ہے۔ نہ کیڑا۔ بلکہ دونوں مِل کر ہاتھ بھر کا ایک پَودا بن جاتے ہیں۔ جس میں ایک خوبصورت پھول اسی تتلی کی شکل کا کھِلتا ہے۔ (تہذیب)

اڈیٹر: مولوی سید ممتاز علی۔ مسلم پریس بیرون اکبری دروازہ لاہور میں باہتمام بابو مولا داد پرنٹر چھپا۔ اور سید ممتاز علی مالک و منیجر نے دفتر پھول ریلوے روڈ لاہور سے شائع کیا

پھول
چھوٹے بچوں کا ماہوار
دارالاشاعت پنجاب لاہور

غلام عبّاس صاحب کی کتابیں

الحمرا کے افسانے

الحمرا کی عمارت ہسپانیہ کے مسلمان بادشاہوں کے زمانۂ اقبال کی مشہور یادگار ہے۔ امریکہ کے مشہور مُصنّف واشنگٹن ارونگ نے جب ہسپانیہ کی سیاحت کے دوران میں مسلمانوں کی عظمت کے ان مٹے ہوئے نقوش کو دیکھا۔ تو وہ بے حد متاثر ہوا۔ اور اس کے قلم سے یہ رنگین افسانے نکلے۔ جو رہتی دُنیا تک زندہ رہیں گے۔ مسٹر غلام عباس نے نہایت سلیقہ اور قابلیت سے ارونگ کی اس شہور زمانہ تصنیف کو اُردو کا جامہ پہنایا ہے۔ لیکن انداز بیان میں قدیم مشرقی قصہ نویسوں کا اسلوب ملحوظ رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے ترجمہ کی شگفتگی اور روانی اصل سے بڑھ گئی ہے۔ ان افسانوں کو پڑھتے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی ساحر نے جادو کے زور سے ہمیں خواب و خیال کی اس طلسمی دُنیا میں پہنچا دیا ہے۔ جو ہمیشہ کے لئے الحمرا کے کھنڈروں میں دفن ہو چکی ہے۔ غرناطہ کے بلند کوہستانوں اور سرسبز وادیوں۔ اشبیلیہ کے پُر بہار گلستانوں اور شاداب کنجوں اور طلیطلہ کی نشاط انگیز محفلوں اور عشرت گاہوں کا ذکر ایسے دلنشیں انداز میں کیا گیا ہے۔ کہ مسلمان سلاطین کے عہد کامرانی کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ یہ افسانے خاص اہتمام سے چھاپے گئے ہیں۔ سرورق چار رنگ کا ہے آٹھ رنگین تصویریں ہیں۔ جن میں دو تین تین رنگوں کی ہیں۔ اور چھ دو دو رنگوں کی۔ غرض بجا طور پر دعوے کیا جا سکتا ہے۔ کہ آج تک اُردو زبان میں لڑکوں کے لئے کوئی کتاب اس شان اور اہتمام سے شائع نہیں ہوئی۔ خوشی کی تقریبوں پر دوست احباب کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے نہایت اچھا تحفہ ہے۔ قیمت عہ/ر

ثریّا کی گڑیا

بچوں کے لئے ایک ناٹک جو گھر پر یا مدرسے میں بڑی آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ ناٹک کی کہانی یہ ہے۔ کہ ثریّا نے اپنی ہمجولی امیر سہیلی جمیلہ کو چائے پر بلا رکھا ہے۔ اور سوچ رہی ہے۔ کہ وہ آئے گی۔ تو اسے دکھانے کو میرے پاس کوئی بھی اچھا کھلونا نہیں۔ ثریا کا بھائی شوکت اُسے یہ ترکیب بتاتا ہے۔ کہ تم مجھے گڑیا کے طور پر جمیلہ کے سامنے پیش کر دینا۔ ثریّا اس کا بھیس بدل کر اُسے گُڈا سا بنا دیتی ہے۔ شوکت میاں جمیلہ کے سامنے کیا کچھ تماشے کرتے ہیں۔ اس کا پُر لطف حال کتاب پڑھ کر معلوم کرو۔ بہت آسان۔ دلچسپ اور ہنسانے والا کھیل جس میں ایکٹ کرنے کی بہت گنجائش رکھی گئی ہے ۵/ر

جادو کا لفظ یا گستاخ لڑکا

بچوں کے لئے بڑا دلچسپ۔ مزے دار اور سبق آموز ناٹک۔ ایک گستاخ لڑکے کی کہانی جس نے اپنی گستاخی سے ایک جادوگرنی کو ناراض کر دیا اور بڑی مصیبت اُٹھائی۔ اُوپر رنگین اور اندر فوٹو کی تصویریں۔ مدرسوں میں کرنے کیلئے لاجواب تماشہ ۵/ر

چاند کی بیٹی اور دوسری جاپانی کہانیاں

یہ کہانیاں ایسی دلفریب ہیں۔ کہ دُنیا کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ کتاب پر ایک خوشنما رنگین تصویر ہے۔ آنند چاند کی بیٹی۔ زبان کٹی بلبل۔ بھوتوں کی ضیافت۔ گیدڑ اور خرگوش۔ راشوموں کا دیو۔ اور سچی خوشی۔ چھ بہت ہی مزے دار کہانیاں ہیں جن میں سے کوئی شاعرانہ کہانی ہے۔ کوئی بہادری کا کارنامہ ہے۔ کوئی مذاقیہ کہانی ہے۔ تو کسی سے کوئی اخلاقی سبق ملتا ہے ۶/ر

ملنے کا پتہ:۔ **دفتر اخبار پھول۔ لاہور**

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷

پھول

یعنی

چھوٹے بچّوں کا ہفتہ وار دل بہلاؤ

سال بھر کی قیمت محصول سمیت پانچ روپیہ پیشگی ہے

جلد ۲۵ — لاہور ہفتہ ۶ مئی سنہ ۱۹۳۳ء — نمبر ۱۸

پھول

لاہور۔ ۱۰۔ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۲ھ

فہرست مضامین

مہاتما گاندھی نے مسٹر پٹیل سے جو علاج کے لئے وی آنا ٹھہرے ہوئے ہیں۔ تار کے ذریعے دریافت کیا تھا۔ کہ آپ کی صحت کیسی ہے۔ اس کے جواب میں مسٹر پٹیل کا تار آیا ہے۔ کہ اب میں پہلے کی نسبت تندرست ہوں۔

پچھلے دنوں ٹرکی میں بچّوں کی نمائش

ہوئی۔ جو ہفتہ بھر تک رہی ؛
مسٹر ریمزے میکڈانلڈ امریکہ سے واپس انگلستان روانہ ہو گئے ؛ معلوم ہوا ہے۔ کہ آپ جس مقصد کے لئے گئے تھے۔ وہ پورا ہو گیا ہے ؛
انگلستان کے مشہور ڈرامانویس اور شاعر شیکسپیر کی پیدائش کو پورے ۳۶۹ سال ہو چکے ہیں۔ چنانچہ پچھلے ہفتے لندن میں اس کی پیدائش کا دن بڑی دھوم دھام سے منایا گیا۔ لندن کے تمام بڑے بڑے بازاروں میں جھنڈے لہرائے گئے ؛ اس موقع پر بادشاہ سلامت کی طرف سے ایک نیا جھنڈا لہرایا گیا۔ لندن کے تمام بڑے بڑے لوگ جلوس کی صورت میں پیدل اُس مقام پر گئے۔ جہاں شیکسپیر پیدا ہوا تھا ؛

پیکن کے شمال میں چینیوں اور جاپانیوں کے درمیان زبردست جنگ ہو رہی ہے ؛ چینی ڈٹ کر مقابلہ کر رہے ہیں ؛
یونان کے ایک جزیرہ کوس میں سخت بھونچال آیا۔ جس سے ۱۱۹ آدمی ہلاک اور چھ سَو زخمی ہو گئے ؛
معلوم ہوا ہے۔ کہ پچھلے سال کی طرح اب کے بھی ہندوستان سے آم لندن بھیجے جائیں گے ؛ پچھلے سال لندن پہنچنے تک ہر ایک آم پر حکومت کے چھ پنس خرچ ہوئے تھے۔ لیکن اُمید ہے۔ کہ اب کے کم خرچ ہوگا ؛
کانپور میں ایک مقام پر آگ لگ جانے سے ساٹھ مکان جل گئے ؛
مدورا کے ایک موضع میں ایک جھونپڑی پر بجلی گرنے سے چھ آدمی ہلاک ہو گئے ؛

بولتی مچھلی

محمود ندّی کے کنارے ایک پتھر
پر بیٹھ گیا۔ گرمی کا موسم تھا۔ ہَوا چل
رہی تھی۔ سُورج دُور پہاڑوں کے
پیچھے غروب ہو رہا تھا۔ ندّی پر اِدھر
اُدھر بھونرے اور پتنگے اُڑ رہے تھے۔
ندّی خاصی گہری تھی۔ اور اس کا پانی
بِلّور کی طرح صاف اور شفّاف تھا۔
اس لیئے اس میں تَیرتی ہوئی مچھلیاں
صاف نظر آتی تھیں۔ محمود بڑی دلچسپی
سے ان مچھلیوں کو اِدھر اُدھر اُچھلتے
کُودتے دیکھ رہا تھا۔ کہ اتنے میں
ایک اچھی خاصی موٹی سی مچھلی اس
کے قریب آ کر اچھلی اور ایک اُڑتے
ہوئے بھونرے کو لپک کر مُنہ میں
لے لیا۔ جب مچھلی اُچھلی۔ تو محمود نے

اس کی گردن پر سبز اور سُرخ رنگ
کے گلپھڑے دیکھے۔ جو بہت خوب
صورت نظر آتے تھے۔ بھونرا کھا کر
مچھلی نے کہا۔
"دیکھا بھونرا اس طرح پکڑا جاتا ہے!"
محمود حیرانی سے اُچھل پڑا۔ اور
اپنا وزن تُلا نہ رکھ سکنے کی وجہ سے
پتھر پر سے گر پڑا۔ پھر تعجب سے چلّا اُٹھا
"ایں۔ یہ مچھلی تو باتیں کرتی ہے!"
مچھلی محمود کے پاؤں کے قریب آگئی
اور بولی:۔
"ہاں میاں لڑکے! مچھلیاں بہت
سی ایسی باتیں جانتی ہیں۔ جو تم نہیں
جانتے۔ اس سے بڑھ کر اَور کیا ہو سکتا
ہے۔ کہ وہ صاف اور سلیس اُردو بول
سکتی ہیں۔ بلکہ آج کل کی پڑھی لکھی۔
تو انگریزی بھی بول لیتی ہیں۔ پرسوں

پر لے روز کا ذکر ہے۔ کہ ایک بہت
بڑی عالم فاضل مچھلی نے ایک بھاری
علمی جلسے میں مچھلی کی قابلیت پر ایک
مضمون پڑھا تھا۔ کیا تمہارا خیال ہے
کہ ہم تعلیم سے کورے ہیں؟ اپنے
ابا جان سے پوچھنا۔ وہ تو ماہی گیر
ہیں۔ اور ان باتوں کو اچھی طرح سمجھ
سکتے ہیں۔ اگر میں نے اعلیٰ تعلیم حاصل
نہ کی ہوتی۔ تو کبھی کی شکار ہو گئی ہوتی۔
یہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے ہی کی برکت
ہے۔ کہ میں وزن میں سیر بھر ہو گئی ہوں۔
محمود حیرانی سے بول اُٹھا۔ "وہ
کیونکر"؟
مچھلی۔ بات دراصل یہ ہے۔ کہ جو مچھلیاں
تعلیم سے بے بہرہ اور بے وقوف
ہوتی ہیں۔ انہیں یا تو بگلے کھا جاتے
ہیں۔ اور یا وہ مچھیروں کے جال وغیرہ

میں پھنس جاتی ہیں۔ ایک عقلمند مچھلی
اپنی عقل کی بدولت ہر وقت خطرے
سے آگاہ رہتی ہے۔ اس کے علاوہ اسے
معلوم ہوتا ہے۔ کہ مجھے اپنی خوراک
کہاں سے ملے گی۔ مثال کے طور پر
مجھے ہی دیکھو۔ میں اس وقت یہاں
آگئی ہوں۔ کیونکہ شام کے وقت اس
بلوط کے درخت سے بہت سے عُمدہ
عُمدہ پروانے اور بھونرے نکلتے ہیں۔ جو
کھانے میں بہت لذیذ ہیں۔ بارش
کے بعد میں ندی کے چڑھاؤ کی طرف
چلی جاتی ہوں۔ بھلا جانتے ہو کیوں؟
محمود مچھلی پر اپنی بے علمی ظاہر
کرتے ہوئے جھینپ سا گیا۔ اور دھیمی
آواز سے بولا۔ "نہیں میں نہیں جانتا"۔
مچھلی۔ لاحول ولا قوۃ۔ ماشاء اللہ تم سات
آٹھ سال کے ہو گئے۔ لیکن اتنا بھی

نہیں جانتے۔ سُنو! میں اس لئے وہاں جاتی ہوں۔ کہ بارش کے بعد وہاں زمین سے بہت سے کیچوے اور کیڑے مکوڑے وغیرہ نکلتے ہیں ✤

محمود۔ (نفرت سے ناک چڑھا کر) توبہ! توبہ! تم کیڑے کس طرح کھالیتی ہو؟

مچھلی۔ مُنہ سے اَور کس طرح! شاید تمہارا مطلب یہ ہے۔ کہ میں کیڑے کیوں پسند کرتی ہوں؟

محمود۔ ہاں ✤

مچھلی۔ تم مچھلی گوشت پنیر اور کھانے کی اَور چیزیں پسند کرتے ہو نا؟

محمود۔ بے شک ✤

مچھلی۔ اب سمجھ لو۔ کہ ہر جان دار اپنی خوراک کیوں پسند کرتا ہے، کسی دن جب پانی ذرا گدلا ہوگا۔ تو تم بنسی کی ڈور پر ایک کیچوا لگا کر مجھے دھوکا دینے کی کوشش کرو گے لیکن مجھے اُمید ہے۔ کہ تم کامیاب نہیں ہو سکو گے۔ میں کوئی چیز بغیر دیکھے بھالے، مُنہ میں نہیں ڈالتی ✤

محمود۔ بڑے ہو کر اگر میں نے کبھی تمہیں پکڑ بھی لیا۔ تو پھر اسی پانی میں چھوڑ دوں گا ✤

مچھلی۔ مہربانی۔ اگر واقعی پکّا وعدہ کرتے ہو۔ تو میں کچھ دیر ٹھہر کر تم سے باتیں کرتی ہوں۔ ذرا ٹھہرنا ایک بھونرا آیا ہے۔

یہ کہہ کر چالاک مچھلی ہَوا میں اُچھلی۔ اور نہایت پُھرتی سے بھونرا پکڑ کر کھا گئی۔ اور پھر ہونٹ چاٹتی ہوئی واپس آگئی ✤

محمود۔ بھونرے پکڑنا بڑا ظلم ہے ✤

مچھلی۔ یقیناً۔ لیکن کیا مچھلی پکڑنا ظلم نہیں۔ میرا خیال ہے۔ تم اسکول میں

فلسفہ نہیں پڑھتے۔ ہر ایک کو دُنیا
میں زندہ رہنا ہے۔ اور میری ایک
سہیلی کو دریائی کُتّے نے پکڑتے وقت
بھی یہی کہا تھا۔
محمود۔ دریائی کُتّے کا کیا قصّہ ہے؟
مچھلی۔ یہ ایک افسوسناک واقعہ ہے۔
خیر چونکہ ہم سب کو کسی نہ کسی طرح
مرنا ہے۔ اس لئے افسوس کرنا بے فائدہ
ہے۔ اب سنو۔ کوئی ایک ہفتے کا ذکر
ہے۔ کہ میں اور ایک میری سہیلی ایک
رات کو یہاں پھر رہے تھے۔ ہم نے
پیٹ بھر کر کھانا کھا رکھا تھا۔ اس لئے
میری سہیلی پر کچھ سُستی سی چھائی تھی۔
اچانک پانی پر ایک سایہ سا پڑا۔ میں نے
اپنی سہیلی سے کہا۔ ہوشیار ہو جاؤ۔
دریائی کُتّا آ گیا ہے۔ لیکن اس سے
پہلے کہ میری سہیلی بھاگ سکے۔ دریائی
کُتّے نے اُس کو پکڑ لیا۔
محمود۔ میں دریائی کُتّے سے نفرت کرتا
ہوں۔
مچھلی۔ ہاں مجھے بھی اس سے نفرت
ہے۔ لیکن ہم اس کی خوراک ہیں۔ اور
آخر اُسے بھی زندہ رہنا ہے۔ اس کے علاوہ
ہمارے اَور بھی کئی دشمن ہیں۔ مثلاً
شارکیں۔ جانتے ہو شارک کیا ہوتی ہے؟
محمود۔ نہیں۔
مچھلی۔ شارک بھی ایک قسم کی مچھلی ہے۔
لیکن بڑی ظالم ہوتی ہے۔ آدمی پر
بھی حملہ کر بیٹھتی ہے۔ چھوٹی مچھلیوں
کی تو جانی دشمن ہے۔ ایک دن ایک
شارک نے مجھ پر حملہ کیا۔ اور میرے
پیچھے تیزی سے بھاگی۔ میں اُوپر اچھل
پڑی۔ اور وہ آگے نکل گئی۔ میں دوڑ کر
گھاس میں چھپ گئی۔ تم سمجھ سکتے ہو۔

کہ میرا دل کس قدر دھڑکتا ہوگا؟
محمود۔ تم کبھی بنسی سے بھی پکڑی گئی ہو؟
مچھلی۔ ہاں ایک دفعہ۔ ایک دن میں نے ایک خوب صورت سیاہ بھونرا پانی میں گرتا دیکھا۔ میں نے فوراً اُسے مُنہ میں ڈال لیا۔ لیکن وہ مجھے سُوکھا ہوا اور بے مزہ معلوم ہوا۔ میں نے اُسے مُنہ سے نکال دینا چاہا۔ لیکن کانٹا میرے مُنہ کے ایک طرف پھنس گیا۔ اس وقت میں نے دیکھا۔ کہ مولوکسان ہاتھ میں ایک لمبی سی بنسی لئے بیٹھا ہے۔ میں نے اپنی کئی سہیلیاں پھنستی ہوئی دیکھی تھیں۔ اس لئے میں جانتی تھی۔ کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ میں پُورے زور سے ندی کے چڑھاؤ کی طرف بھاگی۔ ایک زبردست جھٹکا لگا۔ اور آزاد ہوگئی۔ اس دن سے میں بہت ہوشیار رہتی ہوں۔

محمود۔ تمہیں تو اَور بھی بہت سے واقعات پیش آ چکے ہوں گے؟
مچھلی۔ ہاں بے شمار۔ اتنے بہت کہ ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے۔
ایک سیاہ مکّھی مچھلی کے مُنہ کے پاس اُڑ رہی تھی۔ محمود نے پوچھا "تم اس مکّھی کو کیوں نہیں پکڑ لیتیں"؟
مچھلی۔ جس طرح تم دسترخوان پر پلاؤ۔ زردہ۔ پنیر وغیرہ دیکھ کر چپاتیاں کھانے سے انکار کر دیتے ہو۔ اسی طرح مجھے آج بھونرے مل رہے ہیں۔ میں ان سیاہ مکّھیوں کو بھلا کیسے پسند کرسکتی ہوں۔
محمود۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمہیں کھانے کو اچھی اچھی چیزیں مل جاتی ہیں۔
مچھلی۔ بعض اوقات تو جو کچھ بھی مل جائے۔ غنیمت ہوتا ہے لیکن سردیوں

کے شروع میں تو ہر روز ضیافتیں اُڑتی ہیں، سب سے اچھا وقت مئی کا مہینہ ہے۔ ان دنوں ایک خاص قسم کے بھونرے اُڑتے ہیں۔ جو بہت ہی لذیذ ہوتے ہیں۔ ایک دن مو لو کسان اسی قسم کے بہت سے بھونرے لے کر آیا تھا۔ اس کا خیال تھا۔ کہ کافی شکار ہاتھ لگے گا لیکن میں نے دیکھا۔ کہ بس تھوڑی سی بے علم اور بے وقوف مچھلیاں ہی اس کے ہاتھ آئیں ❖

محمود۔ تم بہت اچھی مچھلی ہو میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں ❖

مچھلی۔ (ہنس کر) بھُنی ہوئی یا تیل میں تلی ہوئی؟

محمود۔ نہیں۔ میرا مطلب کھانے سے نہیں۔ بلکہ تمہیں دیکھنے اور تم سے باتیں کرنے سے ہے۔ بھلا تم کس قدر اُچھل سکتی ہو؟

مچھلی۔ میرا خیال ہے۔ کہ دو فٹ تک اُچھل سکتی ہوں، اگر تمہاری خواہش ہو تو اُچھلوں۔ لو ایک دو تین ❖

تین کہہ کر چالاک مچھلی پانی سے اُچھلی اور ہوا میں ایک قلابازی کھا کر دھڑام سے پانی میں آ رہی، جیسے ہی وہ پانی میں گری۔ اس نے "خدا حافظ" کہا ❖

محمود حیران ہو کر چلا اُٹھا "تم کہاں ہو" لیکن بولتی مچھلی پانی میں غائب ہو چکی تھی، اس وقت رات ہو چکی تھی۔ تاروں کا عکس شفاف پانی میں پڑ رہا تھا۔ اور محمود کے ابا جان اسے آوازیں دے رہے تھے، محمود ہرے بھرے میدان سے ہوتا ہوا گھر کی طرف چل دیا ❖

آغا عبدالحمید

دوسری دیوارِ چین

دیوارِ چین جس پر پچھلے دنوں جاپان نے اپنا جھنڈا گاڑا ہے۔ دُنیا کے عجائبات میں شُمار کی جاتی ہے۔ ان ہی دنوں خبر آئی ہے۔ کہ چینیوں نے دریائے ینگسی کے کنارے ایک اَور بڑی دیوار بنانی شروع کی ہے۔ جسے دیکھ کر ماننا پڑتا ہے۔ کہ اس گئے گزُرے زمانے میں بھی چینی قوم میں اپنے بزرگوں کی ہمّت اور حوصلے کا اثر باقی ہے۔

جو بچّے اخبار پڑھتے رہتے ہیں۔ انہیں معلوم ہوگا۔ کہ دریائے ینگسی میں اکثر سَیلاب آتا رہتا ہے۔ جس سے لاکھوں انسان برباد ہوجاتے ہیں۔ ابھی ۱۹۳۱ء کا ذکر ہے۔ کہ اس دریا میں بڑا زبردست سَیلاب آیا تھا۔ اس کی بدولت چینیوں پر جو آفت آئی۔ اس کا اندازہ اِس امر سے ہوسکتا ہے۔ کہ دریا نے ایک بہت بڑے علاقے کو جو رقبے میں انگلستان سے بڑا ہوگا۔ گھیر لیا تھا۔ اور دریا کے چڑھاؤ کا یہ حال تھا۔ کہ اُس کی گہرائی پچاس فُٹ سے زیادہ ہوگئی تھی۔ پانچ کروڑ کسانوں کو نُقصان پہنچا۔ اُن میں سے تین کروڑ ایسے تھے۔ جن کے گھر بالکل تباہ ہوگئے تھے۔ ایک کروڑ آدمی مُدتوں فاقے کرتے رہے۔ اور تقریباً ایک کروڑ ہلاک ہوگئے۔ گویا یوں کہنا چاہیے۔ کہ صرف سَیلاب کی بدولت چین پر جو آفت آئی۔ وہ جنگ جرمن کے ہاتھوں بھی دنیا پر نہیں ٹوٹی تھی۔ اس پر غضب یہ ہُوا۔ کہ مُلک میں قحط اور بیماری پھیل گئی۔ اس طرح جتنے لوگ ہلاک ہوئے۔ ان

کا علم خدا کی ذات کے سوا کسی کو نہیں*
کسی دُوسرے مُلک پر یہ بلا نازل
ہوئی ہوتی۔ تو خُدا جانے اُس کا کیا
حال ہوتا۔ لیکن بچارے چینی اِس
قسم کی بلاؤں کو جھیلنے کے عادی ہو چکے
ہیں+ سیلاب کے تھمتے ہی انہوں نے
دریا کے بندوں کی مرمّت شروع کردی
ادھر حکومت کو بھی خیال آیا۔ اور اُس
نے مصیبت زدوں کی اِمداد کے
لئے ایک فنڈ کھول دیا۔ جس سے تقریباً
ساٹھ لاکھ انسان موت کے مُنہ سے
بچ گئے*

چین کے دو دریا دریائے ینگسی اور
دریائے زرد مُدّت سے اسی طرح چینیوں
پر تباہی لا رہے ہیں۔ ان کے چڑھاؤ
کو روکنے کے لئے بہتیرے بند باندھے
گئے۔ لیکن یہ دریا ان بندوں سے
گزر کر مُلک کو تباہ کرتے رہے ہیں+
اب چینیوں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ دریائے
ینگسی کے کنارے کنارے ایک دیوار
بنائی جائے۔ جو تین فُٹ چوڑی اور
تیس فُٹ اُونچی ہو+ یہ دیوار ایک لاکھ
میل تک پھیلتی چلی جائے گی+ دیوار
بنانے کا کام شروع ہو گیا۔ اور چینیوں
نے پچھلے ایک سال کے اندر اتنی مٹّی
جمع کر لی ہے۔ جس سے یہ دیوار بنائی
جا سکے+ چنانچہ یہ مٹّی کا پُشتہ ایک لاکھ
میل تک پھیلا ہوا ہے*

اڈیٹر

جادو کا سونٹا

ایک لڑکا تھا جیک نام۔ بہت
ہی غریب۔ ایک دن اُس نے ارادہ

کیا- کہ کہیں باہر جا کر کمائی کرے۔ چنانچہ وہ ضروری سامان ساتھ لے روانہ ہو گیا۔ شام کے وقت وہ ایک دریا پر پہنچا- اس جگہ ایک بوڑھی عورت کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک تھیلا تھا- جب جیک وہاں پہنچا- تو اُس عورت نے کہا "بیٹا مجھے دریا سے پار اُتار دے"۔

جیک بہت رحم دل تھا- اس نے فوراً عورت کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں اُٹھا دوسرے کنارے پر پہنچا دیا- اُس عورت نے جیک کو اپنا تھیلا دے دیا- اور خود بغیر کچھ کہے سُنے غائب ہو گئی۔

جیک نے تھیلا کھولنا چاہا- لیکن اس میں سے آواز آئی "ابھی وقت نہیں آیا" جیک نے تھیلا بند ہی رہنے دیا- اور آگے روانہ ہوا۔ رات کے وقت وہ ایک درخت پر چڑھ گیا- یکایک دھم دھم کی آواز سے اس کی آنکھ کھُل گئی- کیا دیکھتا ہے- کہ کوئی بہت بڑی چیز آ رہی ہے- اتنے میں کسی نے پُکارا-

"دوڑیو . . . مدد . . . . . مدد"۔

جیک نیچے اترا- غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا- کہ ایک دیو چلا آ رہا ہے- معلوم ہوتا تھا- کہ اس نے کسی کو قید کر لیا ہے۔ جیک دل میں سوچنے لگا- کہ اگر دیو نے مجھے پکڑ لیا- تو میں کیا کروں گا۔ اتنے میں تھیلے میں سے آواز آئی-

"اب میرا وقت آ گیا"۔

اب جیک دیو کے پاس گیا- اور للکار کر کہا "اب او دیو کے بچے- اس آدمی کو چھوڑ دے- ورنہ یاد رکھنا سونٹے سے تیرا سر کچل ڈالوں گا"۔

دیو نے جیک کو دیکھا۔ اور کہا "چل تو بھی سہی"۔

یہ کہہ کر جیک کو پکڑنا ہی چاہتا تھا کہ وہ دس قدم پیچھے ہٹ گیا۔ ساتھ ہی اس نے تھیلے کا منہ کھول دیا۔ اُف تھیلے کا مُنہ کُھلنا تھا۔ کہ اس میں سے سونٹا نکلا۔ اور بے تحاشا دیو کو پیٹنے لگا۔ آخر کار دیو جیک کے قدموں پر گر پڑا۔ اور بہت گڑگڑا کر معافی مانگی۔ جیک نے اس شرط پر اس کو چھوڑ دیا۔ کہ جتنے قیدی تیرے پاس ہیں۔ سب کو آزاد کر دے۔ اور اس مُلک سے نکل جا۔

دیو نے منظور کر لیا۔ اور کہا "میرے پاس ایک شہزادہ ہے"۔

یہ کہہ کر اس نے شہزادے کو آزاد کر دیا۔ اور آپ ایسا سرپٹ بھاگا کہ اُس ملک کی سرحد پر جا کر ہی دم لیا۔

یہ دیو تمام مُلکوں کے لوگوں کو پریشان کیا کرتا تھا۔ آخر بادشاہ نے ڈھنڈورا پٹوایا۔ کہ جو کوئی اس دیو کو بھگا دے گا اس کے ساتھ شہزادی کی شادی کر دوں گا۔ جب دیو کے بھاگنے کی خبر بادشاہ کو ملی۔ تو وہ بہت خوش ہُوا۔ اور کہا۔ "جُس نے دیو کو بھگایا ہے۔ وہ میرے پاس آئے۔ اور اپنا انعام حاصل کرے"۔

اب سنو۔ کہ یہ شہزادہ جسے جیک نے چُھڑایا تھا۔ بہت مغرور اور شیخی باز تھا۔ اس نے جیک کا شُکریہ تک ادا نہ کیا۔ وہ سیدھا محل میں پہنچا۔ اور بادشاہ سے جا کر کہا۔ کہ میں نے دیو کو بھگایا ہے۔

جیک جب شہر میں پہنچا۔ اور انعام کی خبر سُنی۔ تو وہ سیدھا بادشاہ کے محل کو گیا۔ اور اندر جانے کی اجازت مانگی۔

دربان نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"
جیک نے کہا "میں وہ ہوں جس

کہ تجھ سے پہلے ایک اَور آدمی آیا ہے
وہ بھی کہتا ہے۔ کہ میں نے دیو کو

نے دیو کو بھگایا ہے"۔
دربان یہ سُن کر بہت ہنسا اور کہا۔

بھگایا ہے۔
جیک دربان کو دھکّا دے محل میں

داخل ہوگیا۔ سامنے تخت پر بادشاہ۔ ملکہ اور شہزادی بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وہ شہزادہ بڑی شان سے اپنی بہادری کا حال سُنا رہا تھا۔ شہزادی کو اس شیخی باز سے نفرت ہوگئی تھی۔ آخر اس نے پوچھا"لیکن تم نے بغیر تلوار کے اس کو کس طرح بھگا دیا؟"

شہزادے نے غرور سے کہا "شہزادی صاحبہ۔ واللہ اپنے اُستاد کو دُعا دینے کو جی چاہتا ہے۔ وہ وہ پیچ سکھا گئے۔ کہ اگر دشمن کے پاس تلوار ہو۔ اور میں نہتّا ہوں۔ تب بھی اُستاد کی دُعا سے اس پر قابو پالوں"۔

اتنے میں جیک نے زور سے کہا۔ "حضور۔ یہ سب غلط کہتا ہے۔ دیو کو میں نے بھگایا ہے"۔

شہزادی جیک کا خوب صورت چہرہ دیکھ کر خوش ہوگئی۔ اور کہا "مگر اس کا ثبوت کیا ہے؟"

"یہ دیکھئے"۔ کہہ کر جیک نے تھیلے کا مُنہ کھول دیا۔ پھر کیا تھا۔ شہزادے کی کھوپڑی پر سونٹا برسنے لگا۔ اور وہ مارے تکلیف کے ناچنے لگا۔ آخر خود ہی چیخ اُٹھا۔ "خدا کے واسطے مجھے بچاؤ۔ میں اقرار کرتا ہوں۔ اسی جوان نے دیو کو بھگایا ہے"۔

جب اس کو رہائی ملی۔ تو ایسا غائب ہُوا۔ جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ تمام دربار ابھی تک ہنس رہا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد جیک کی شادی شہزادی سے ہوگئی۔ اور وہ ہنسی خوشی رہنے لگے۔

طاہر غلام ناصر خاں
گورنمنٹ کالج۔ لاہور

دلچسپ معلومات

ایک نیا کلاک

اِن ہی دنوں ایک ایسا کلاک تیار کیا گیا ہے۔ جسے کبھی چابی دینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اور نہ وہ کبھی بگڑتا ہے۔ اگر کبھی اتفاق سے چلتے چلتے تھم جائے۔ تو کچھ دیر بعد آپ سے آپ پھر چلنے لگتا ہے۔ اگر اس پر کوئی چیز آگرے۔ یا اُسے گھمایا جائے تو اسے کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ اور یہ برابر چلتا رہتا ہے۔

۳۷ گز لمبی مچھلی

کوپن ہیگن سے خبر آئی ہے۔ کہ وہاں ایک ویل مچھلی پکڑی گئی ہے۔ جس کی لمبائی ۱۱۱ فٹ ہے۔ جب اُسے پکڑ کر کنارے پر لایا گیا۔ تو ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا سمندر کے کنارے کوئی دیوار کھڑی ہے۔ جس وقت اسے پکڑنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ تو اس نے اپنی دُم کے جھٹکے کے ساتھ پانچ دُخانی کشتیوں کو الٹ دیا تھا۔ کہتے ہیں۔ کہ ملّاح کئی گھنٹے تک ویل مچھلی کے ساتھ جنگ کرتے رہے۔ تب وہ کہیں قابو میں آئی۔ اس سمندر سے اتنی بڑی مچھلی پہلے کبھی نہیں پکڑی گئی۔

آنسہ فاضلہ بیگم بسون گڑھی بنگلور

لطیفے

ماسٹر صاحب بلیک بورڈ پر کچھ لکھ رہے تھے۔ کہ اُنہوں نے ایک لڑکے کو باتیں کرتے دیکھ لیا۔

ماسٹر صاحب - بشیر تم بنچ پر کھڑے ہو جاؤ ؛

بشیر - ماسٹر صاحب مجھے بلیک بورڈ اچھی طرح نظر آتا ہے - کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں ؛

اسحاق علی نظام آبادی

محمود - (جو امتحان میں فیل ہو گیا تھا) ابا جان آپ بڑے خوش قسمت ہیں ؟

باپ - بیٹا - وہ کیسے ؟

محمود - میں امتحان میں فیل ہو گیا ہوں اس لئے اس سال آپ کو میرے لئے نئے درجے کی کتابیں خریدنی نہیں پڑیں گی ؛

آنسہ فاضلہ بیگم

باجلاس تحصیلدار صاحب باغ - پونچھ

ڈوڈا خاں ولد گاڑا خاں عبد اللہ ولد اکو خاں قوم ڈھونڈ ساکن سوہاواہ بائعان

بحق پیر محمد گل احمد شاہ ولد پیر محمد سید علی شاہ قوم سید ساکن سوہاواہ مشتری

درخواست براد بیع اراضی نمبر خسرہ ۱۱۱۹ سے ۲/۱ وضمیمہ نمبر خسرہ ۱/۹۳۳ ومنجملہ نمبر خسرہ ۲/۱۶ ۸ جملہ ۵ مرلہ کنال احوض مبلغ اسی روپے

اشتہار

معاملہ عنوان الصدر میں بائعان نے بذریعہ بیان حلفی اطمینان دلایا ہے - کہ کاکا ولد کرماں قوم ڈھونڈ ساکن سوہاواہ مفقود الخبر ہے - اور اس کا بیان ہونا ضروری ہے - پس بذریعہ اشتہار ہذا بنابر آگاہی کاکا مذکور مشتہر کیا جاتا ہے - کہ بتاریخ ۲۳ جیٹھ سمت ۱۹۹۰ کو حاضر عدالت ہذا ہو کر جو عذر متعلق نہ ہونے بیع اراضی کے رکھتا ہو پیش کرے ورنہ بحق مشتری سفارش بیع کی جاوے گی ؛ تحریر ۱۰ بیساکھ سمت ۱۹۹۰

(دستخط حاکم)

اڈیٹر مولوی سید محمد ممتاز علی مسلم پرنٹنگ پریس بیرون اکبری دروازہ لاہور میں باہتمام بابو مولا داد پرنٹر چھپا - اور سید محمد ممتاز علی مالک و منیجر نے دفتر پھول ریلوے روڈ لاہور سے شائع کیا

بچّوں کے لئے پچیس پچیس کتابوں کے سٹ

نیچے لکھی ہوئی کتابیں بچوں اور بچیوں کے لئے بہت محنت اور کوشش سے تیار کی گئی ہیں۔ ساری کہانیاں بیحد دلچسپ اور مفید ہیں حرف موٹے موٹے سطریں کھلی کھلی اور عبارت بہت آسان بچوں کی دلچسپی کے لئے کتابوں میں خوشنما تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ کاغذ لکھائی۔ چھپائی عمدہ دوسرا سٹ آٹھ سے گیارہ سال تک کے بچوں کے لئے قیمت للعہ۔ تیسرا گیارہ سال سے چودہ سال تک کے بچوں کے لئے عہ

دوسرا درجہ

کتاب	قیمت
۱۔ بچوں کا انصاف	۳ر
۲۔ خزانہ کا مالک	۳ر
۳۔ سچا وعدہ	۳ر
۴۔ دو بہنیں	۳ر
۵۔ امیر اور بانس والا	۳ر
۶۔ عقل مند انگشتانہ	۳ر
۷۔ رُوس کا شہنشاہ	۳ر
۸۔ سفید کبوتر	۳ر
۹۔ لال بی بی	۳ر
۱۰۔ بہن کی محبت	۳ر
۱۱۔ گُل بانو	۳ر
۱۲۔ مینڈک شہزادہ	۳ر
۱۳۔ عجیب ہنس	۳ر
۱۴۔ احسان کا بدلہ	۳ر
۱۵۔ چُپ شہزادی	۳ر
۱۶۔ کبڑا بونا	۳ر
۱۷۔ فیاض بیگم	۳ر
۱۸۔ بدمزاج شہزادی	۳ر
۱۹۔ پتھر کا شیر	۳ر
۲۰۔ مغرور شہزادی	۳ر
۲۱۔ نیکی کا پھل	۳ر
۲۲۔ بدی کا بدلہ	۳ر
۲۳۔ بلوری جوتا	۳ر
۲۴۔ نقلی شہزادہ	۳ر
۲۵۔ ابراہیم ثانی	۳ر

تیسرا درجہ

کتاب	قیمت
۱۔ ستارہ کی گڑیا	۲ر
۲۔ شہزادہ عزیز	۴ر
۳۔ پہاڑی ماں کی کہانی	۳ر
۴۔ دُکھ کے بعد سُکھ	۳ر
۵۔ تقدیر اور تدبیر	۳ر
۶۔ پادری کا دلچسپ قصہ	۳ر
۷۔ چالاک چور	۳ر
۸۔ سمندر کی سُنہری پری	۳ر
۹۔ چالاک بلی	۳ر
۱۰۔ صابر شہزادی	۳ر
۱۱۔ بُقراط اور جالینوس	۳ر
۱۲۔ ایک سُست لڑکا	۴ر
۱۳۔ فتنہ کی کہانی	۳ر
۱۴۔ بُھول بھلیاں	۴ر
۱۵۔ جورو مار راجہ	۳ر
۱۶۔ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے	۳ر
۱۷۔ اپاہج فقیر	۳ر
۱۸۔ چالاک بھانجا	۳ر
۱۹۔ سعد اور سعید	۳ر
۲۰۔ دو بھائی	۶ر
۲۱۔ شہزادہ جمشید	۳ر
۲۲۔ جادو کا بُرج	۳ر
۲۳۔ جُھوٹ مُوٹ کا بُھوت	۲ر
۲۴۔ عجیب عینک	۳ر
۲۵۔ کچُھوا اور مانو	۶ر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷

یعنی

چھوٹے بچّوں کا ہفتہ وار دل بہلاؤ

سال بھر کی قیمت محصول سمیت پانچ روپیہ پیشگی ہے

جلد ۲۵ | لاہور ہفتہ ۲۰ مئی سنہ ۱۹۳۳ء | نمبر ۲۰

پھول

لاہور - ۲۴ - محرم الحرام سنہ ۱۳۵۲ھ

فہرست مضامین

بادشاہ سلامت کے بائیں شانے کے جوڑوں میں درد ہے۔ جس کے باعث کپڑے پہننے میں بھی تکلیف ہوتی ہے۔ اس وجہ سے آپ اس ہفتے دربار میں تشریف نہیں لائیں گے۔

سُنا ہے۔ کہ مہاتما گاندھی ۲۹ مئی کو جب اُن کا اکیس روز کا برت پورا ہو جائے گا۔ ایک اچھوت لڑکے کے ہاتھ سے

سنگترے کا رس پی کر برت توڑیں گے۔

پچھلے دنوں اسپین میں سینکڑوں آدمیوں کو گرفتار کیا گیا۔ ان میں فوج کے بارہ افسر بھی شامل ہیں۔ سُنا ہے۔ کہ یہ لوگ حکومت اسپین کا تختہ اُلٹ دینے کی فکر میں تھے۔

دیوار چین کے قریب چینی اور جاپانی فوجوں میں برابر لڑائیاں ہو رہی ہیں پچھلے تین روز میں چینیوں کے تین ہزار آدمی کام آئے۔ جاپانیوں نے چینیوں کو پیچھے ہٹا کر دریائے توآن پار کر لیا۔

ان ہی دنوں استنبول میں ایرج نامی ایک شخص کا اِنتقال ہؤا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ وہ دُنیا میں سب سے لمبا آدمی تھا۔ اس کا قد دس فُٹ تھا۔

جاپانی عورتوں کی ایک مجلس نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ ہم کسی ایسے مرد سے شادی نہیں کریں گے۔ جو خاص طور پر پانی نہ پیتا ہو۔ یعنی شراب۔ سوڈا واٹر۔ چائے وغیرہ پینے والے مردوں سے وہ شادی نہ کریں گی۔

وی آنا میں ایک شخص نے بلّی پال رکھی تھی۔ اِتّفاق سے وہ بلّی مر گئی۔ اُس شخص کو اس کے مرنے کا اس قدر صدمہ ہؤا۔ کہ اُس نے خودکشی کر لی۔

ان ہی دنوں شیفیلڈ میں ایک کسان نے ایک گائے جو باقاعدہ دودھ دیتی تھی۔ چھ آنے میں بیچی۔ وجہ یہ تھی کہ دانت نہ ہونے کے باعث لوگ اس گائے کو پسند نہ کرتے تھے۔

جرمنی نے ایسے گھوڑے جو دوسرے مُلکوں سے لاکر گھوڑ دوڑ میں دوڑائے جاتے ہیں۔ اپنے ملک سے نکال دینے کا حکم دیا ہے

سیبوں کی چوری

گاؤں کے اسکول میں کچھ بندر بیٹھے سبق یاد کر رہے تھے۔ اُن کی اُستانی مسز جمبو (ہتھنی) باہر کام کو گئی تھیں۔ یکایک ایک بندر جس کا

باقی بندر بولے۔ کہ "یار مار بہت پڑے گی۔ خیر تم ترکیب بتاؤ"۔ ٹامی نے ناک بھوں سکیڑ کر کہا۔ "بزدل کہیں کا۔ اب مار کی کسے پروا ہے۔ اچھا دیکھو میں دروازے میں ایک رسّی باندھ دیتا ہوں۔ مسز جمبو
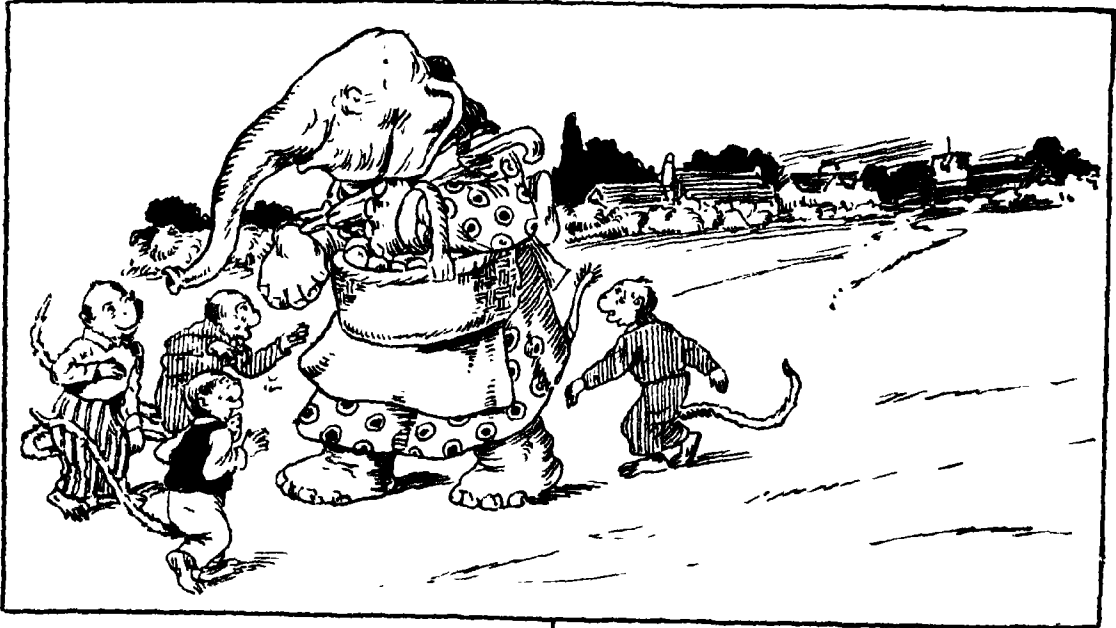
نام ٹامی تھا۔ کھڑا ہو گیا۔ اور بولا "بھائیو! آج میں نے ایک ترکیب سوچی ہے۔ آؤ مسز جمبو کی مرمت کریں"۔

آئیں گی۔ تو ان کے تو مُنہ کے آگے ناک سوجھے کیا خاک "بس اُلجھ کر گر پڑیں گی۔ اہا ہا! کیا لطف آئے گا۔ واہ رے

میں۔بس جی میں آتا ہے۔ اپنی زبان چوم لوں"۔

تجویز پاس ہوگئی۔ اور دروازے کے آرپار ایک رسّی باندھ دی گئی۔ اتنے میں کسی کی آہٹ معلوم ہوئی۔ سب بندر بیٹھ کر جلدی جلدی سبق دُہرانے لگے۔ مسٹر جمبو نے آتے ہی سب پر نگاہ ڈالی۔ اور خوش ہو کر کہا۔" میں بہت خوش ہوں۔ کہ تم اپنا سبق یاد کر رہے ہو۔ میں گاؤں کو جا رہی ہوں وہاں سے کچھ سیب خریدنا ہیں۔ آج تم کو آدھی چھٹّی ملے گی۔ اور ہر ایک کو ایک ایک سیب بھی ملے ... گا.."

رسّی مسٹر جمبو کی ٹانگوں میں اُلجھ گئی۔ اور وہ بھد سے زمین پر آرہیں۔ سب بندر اُٹھ کر جمع ہوگئے۔ اور مزاج پوچھنے لگے۔ ٹامی اُٹھے۔ اور جلدی سے رسّی ایک طرف ڈال دی۔ مسٹر جمبو نے دیکھ لیا۔ اور بولیں" اب سمجھی۔ یہ سب تمہاری کارستانی ہے۔ جاؤ بید لے آؤ"۔

ایک بندر جاکر بید اُٹھا لایا۔ اب مسٹر جمبو نے ہاتھ بڑھانے کو کہا۔ سب نے ہاتھ بڑھا دئے۔ اور مسٹر جمبو نے ان کو خوب مارا اور کہا۔"تمہیں آدھی چھٹّی تو ملے گی۔ لیکن سیب ایک بھی نہیں ملے گا۔ کم بختوں نے میری ٹُونڈ زخمی کردی"۔

چھٹّی کے بعد مسٹر جمبو نے بندروں سے کہا۔ کہ تم بید جمع کر کے لاؤ۔ اس کے بعد چھٹّی ہے۔ سب بندر بید کاٹنے چلے گئے۔ راستے میں ٹامی بولے۔"بھائیو! مسٹر جمبو کی مار نے تو ناک میں دم کر دیا ہے۔ آج میں نے ایک ترکیب سوچی

ہے۔ چھڑیوں میں ہم چاقو کا ایسا ہاتھ ماریں گے۔ کہ ظاہرا تو کچھ معلوم نہ ہو۔ لیکن جب مسز جمبو ہمیں ماریں۔ تو وہ فوراً ٹوٹ جائے"۔

سب نے اس ترکیب کی بہت تعریف کی۔ اور کہا۔ "ٹامی تم تو عقل کے پتلے ہو"۔

ٹامی بولے "بھئی یہ خاندانی بات ہے۔ میرے اَور رشتہ دار عقل مند ہونے کے باعث لندن کے چڑیا گھر میں بند ہیں"۔

تجربے کے واسطے ٹامی نے ایک چھڑی میں چاقو کا ہاتھ مار دیا۔ اور وہ چھڑی ایک بندر کے ہاتھ پر ماری۔ جُوں ہی وہ اس کے ہاتھ پر لگی۔ دو ٹکڑے ہوگئی۔ تجربہ کامیاب رہا۔ اور سب لکڑیوں میں یہی چالاکی کی گئی۔ پھر سب چھڑیوں کا گٹھا بنا کر مسز جمبو کے گھر ڈال آئے۔ اور خود اپنے مکان کو چل دئے۔

گرمی کا موسم تھا۔ بندروں نے اپنی اماں سے دریا کو جانے کی اجازت مانگی۔ اجازت مل تو گئی۔ لیکن اس شرط پر کہ اگر کپڑے بھیگ گئے۔ تو پھر کبھی اجازت نہ ملے گی۔ غرض سب دریا پر پہنچ گئے۔ ادھر سے مسز جمبو سیب لے کر آرہی تھیں۔ سیبوں کا سُرخ رنگ دیکھ کر ان کے مُنہ میں پانی ہی تو بھر آیا۔ بہتیری منتیں کیں لیکن ایک سیب بھی نہ ملا۔ مسز جمبو دم لینے کو دریا کے کنارے آکر بیٹھ گئیں۔ اتنے میں ایک چڑیا آئی۔ اور کہا "مسز جمبو آپ تھکی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ آپ سو جائیں۔ میں آپ کے سیبوں کی

حفاظت کروں گی" مسز جمبو نے چڑیا کا شکریہ ادا کیا۔ اور خود سو گئیں۔ شامی بولے۔" دوستو! سزا ملنے کا تو ڈر ہی جاتا رہا۔ آؤ کسی صورت سے سیب اُڑائیں"۔

اور کہا۔ کہ کل کو سزا دوں گی۔ جب یہ گھر پہنچے۔ تو ان کے کپڑے بھیگے ہوئے تھے۔ ان کی امّاں جان بہت غُصّے ہوئیں۔ اور سزا کے طور پر بھوکا ہی رکھا۔

جُوں ہی اُنہوں نے سیب اُٹھائے۔ چڑیا نے مسز جمبو کو جگا دیا۔ سب بندر بھاگے۔ لیکن مسز جمبو نے سُونڈ میں پانی بھر کر سب کے اوپر پھینک دیا۔

صبح کو جب یہ اسکول گئے۔ تو پٹنے کا ڈر تو تھا ہی نہیں۔ کیونکہ یہ سب چھڑیوں کو کاٹ چکے تھے۔ جب یہ وہاں پہنچے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ مسز

جمبو کی میز پر ایک بوتل میں کچھ دوا اور ایک گلاس رکھا ہے۔ مسز جمبو اُنہیں دیکھ کر بولیں۔ "سیبوں کی چوری کی سزا میں تمہیں مار نہیں پڑے گی۔ بلکہ ایک ایک گلاس اس دوا کا پینا پڑے گا"۔

سب بندر ایک دوسرے کا مُنہ دیکھنے لگے۔ آخر ٹامی نے کہا "جناب آپ ہمیں مار لیں۔ کیونکہ ہم سے دوا نہیں پی جائے گی"۔

لیکن مسز جمبو بھلا کہاں ماننے والی تھیں۔ مجبوراً سب کو دوا کا ایک ایک گلاس پینا پڑا۔ دوا بہت ہی کڑوی تھی۔ اس کے بعد سب نے توبہ کی۔ کہ مسز جمبو کے سیب کبھی نہیں چُرائیں گے۔

طاہر غلام ناصر خاں۔ گورنمنٹ کالج لاہور

بسون گڑھی

بسون گڑھی بنگلور شہر کے جنوب میں واقع ہے۔ اس جگہ کو آباد ہوئے ۳۲ برس ہو چکے ہیں۔ کہتے ہیں پہلے یہاں ایک بڑا جنگل ہوا کرتا تھا۔ خدا بخشے میرے تایا ڈاکٹر محمد عمر شریف صاحب نے شہر میں طاعون شروع ہو جانے پر یہاں سرکار سے زمین خرید لی۔ اور اس جنگل میں مکان بنوا کر رہنے لگے۔ پھر رفتہ رفتہ اَور لوگوں نے بھی زمینیں خرید کر مکان بنوا لئے اور یہ جگہ آباد ہوگئی۔ یہاں ہندوؤں کے دیوتا بسوانا کا مندر ہے۔ اس لئے سرکار نے اس جگہ کا نام بسون گڑھی رکھا ہے۔

ٹیپو سلطان شہید کے ایک رشتہ دا

نے اس جنگل میں اپنے لئے ایک بہت
بڑا باغ لگوایا تھا۔ جس کا نام میراں حسینی
کا باغ تھا۔ کہتے ہیں۔ اُن کے بعد یہ
باغ سرکار کے قبضے میں آگیا۔ اسی
لئے اس باغ کی پُرانی نشانی آم کے
درخت ہر گھر میں ایک یا دو ابھی تک
پائے جاتے ہیں +

یہاں کی ہوا بہت اچھی ہے۔ برسوں
کے بیمار یہاں صحت پاتے ہیں۔ کہتے
ہیں۔ پہلے یہاں صرف دس بیس
مکان تھے۔ مگر اب یہ حال ہے۔ کہ
فقط محمڈن بلاک میں مسلمانوں کے سَو
یا اس سے زیادہ گھر موجود ہیں۔ اور
اَور نئے مکان بھی بنوائے جارہے
ہیں۔ برہمنوں اور ہندوؤں کے تو ہزاروں
گھر ہیں۔ ہر سال گرمی کے موسم میں
حیدرآباد۔ مدراس وغیرہ سے لوگ
یہاں آتے۔ اور دو تین مہینے کے
لئے کرائے پر مکان لے کر رہتے ہیں +
ہندوؤں کے محلے میں اناج کی
منڈیاں اور کپڑوں کی دکانیں بےشمار
ہیں۔ پانچ چھ سال سے مسلمانوں نے
بھی محمڈن بلاک میں دکانیں کھول
رکھی ہیں۔ جس سے وقت بے وقت
کے لئے بہت آرام ہو گیا ہے +

ہاسپٹل اور واٹر ورکس بھی موجود ہے +
لڑکوں کے فٹ بال کھیلنے کے لئے
بہت بڑا میدان ہے۔ اسی میں پولیس
اسٹیشن بھی ہے +

بسون گڑھی کے مغرب میں ہیوگل
راک اور مشرق میں لال باغ ہے۔
یہاں شہتوت کا باغ ہے۔ شہتوت
کے کیڑوں سے ریشم نکال کر کپڑے
بُنے جاتے ہیں۔ اس جگہ کا نام سِلک فارم

ہے۔ اگر خدا نہ کرے۔شہر میں طاعون پھیل جائے تو صحت مند لوگوں کے رہنے کے لئے سرکاری کیمپ موجود ہیں۔ یہ کیمپ کھلے میدان میں ہیں۔ بیمار لوگ یہاں نہیں رہتے۔ اور نہ کوئی دوسرا بے ضرورت یہاں رہ سکتا ہے۔ بلکہ خاص ضرورت کے لئے یہ کیمپ ہیں۔ اور ان کا کچھ کرایہ ادا نہیں کرنا پڑتا۔

یہاں کا سماں بہت سُہانا ہے۔ چھوٹے اور بڑے خوب صورت مکان اور بنگلے۔ آس پاس کھیت۔ ایک بار کوئی بسون گڑھی میں آکر رہ جائے۔ تو برسوں یہاں سے دوسری جگہ جانے کو دل نہیں چاہتا۔ یہ جنگل اب گویا شہر بن رہا ہے۔ جابجا پُختہ سڑکیں اور نل ہیں۔ سڑکوں اور مکانوں میں بجلی کی روشنی بھی آگئی ہے۔

اگر شام کے پانچ بجے کی ہلکی ہلکی دھوپ میں بچّے سڑکوں اور کھیتوں میں رنگ برنگی لباس پہنے ہوئے سَیر کر رہے ہوں۔ تو ہمیں دُور سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ گویا پرستان میں ننھّی ننھّی خوب صورت پریاں چل پھر رہی ہیں۔ ہم بھی کبھی کبھی یہاں کے خوب صورت کھیتوں کی سَیر کو جاتے ہیں۔ شام کی ہلکی زرد زرد دھوپ میں لہلہاتے کھیت ایسی بہار دیتے ہیں۔ کہ یہاں سے واپس گھر جانے کو جی نہیں چاہتا۔ یہاں برسات کے دن بھی نہایت عُمدہ گزرتے ہیں۔

یہ لکھنا بھُول ہی گئی۔ کہ یہاں ایک یوروپین لیڈی مس رابن سن نے بچّوں کے لئے ایک "ہوم اسکول"

ایک خوب صورت بنگلے میں قائم کر رکھا ہے۔ جہاں بچّے بڑے شوق سے داخل ہو رہے ہیں۔ غرض اب میں بسون گڑھی کی تعریف کہاں تک کروں!

پھول بچّو! بسون گڑھی گو تاریخی شہر نہیں۔ نہ سہی۔ لیکن میرا دل چاہتا ہے۔ تم سب ہماری خوب صورت بسون گڑھی کو ایک دفعہ دیکھ لو۔

حامدہ افروز بسون گڑھی بنگلور

ڈھیلا اور پتّا

کسی میدان میں مٹّی کا ایک ڈھیلا پڑا تھا۔ ایک دن ایک پتّا بھی اُڑتے اُڑتے وہیں آگرا۔ پاس پاس رہنے سے آپس میں بات چیت تو ہوتی ہی ہے۔ بہت دنوں تک اِکھٹے رہنے سے اُن میں گہری دوستی ہو گئی۔

ایک دن ڈھیلے نے کہا "اب ہم تم اِکھٹے ہی رہا کریں گے"۔

پتّے نے کہا "بڑی اچھی بات ہے۔ ضرورت پڑنے پر ایک کو دوسرا مدد دے گا"۔

ڈھیلے نے کہا "اور تو کیا ضرورت پڑے گی۔ ہوا تم کو اُڑا نہ سکے گی۔ جب وہ چلنے لگے گی۔ تو میں تمہارے اُوپر بیٹھ جایا کروں گا"۔

پتّے نے کہا "میں تم کو پانی سے بچاؤں گا۔ جب پانی برسنے لگے گا۔ تو میں تمہارے اُوپر بیٹھ جاؤں گا۔ اور تمہیں گلنے نہ دوں گا"۔

کئی بار ایسا ہُوا۔ کہ ڈھیلے نے پتّے کو اُڑنے سے اور پتّے نے ڈھیلے

کو گلنے سے بچایا ٭

ایک دن آندھی اور بارش کا بہت بھاری طوفان آیا۔ اب تو بڑی ہل چل مچی۔ ڈھیلا کُود کر پتّے کے اُوپر بیٹھتا تھا۔ تاکہ وہ آندھی سے اُڑ نہ جائے۔ اور پتّا اُچھل کر ڈھیلے پر بیٹھتا تھا۔ تاکہ وہ پانی سے گل نہ جائے ٭ اِس اُچھل کود میں ڈھیلا تو گل گیا۔ اور پتّا اُڑ گیا۔ مگر جب تک ہو سکا۔ وہ ایک دُوسرے کی مدد کرتے رہے ٭

(ہندی سے ترجمہ)

محمد یعقوب حسن
دیال سنگھ ہائی سکول۔ لاہور

حیوانوں میں مذاق کی عادت

ولایت کے ایک مشہور عالم نے ایک مضمون لکھا ہے۔ جس میں اُس نے بتایا ہے۔ کہ اکثر جانوروں میں ہنسی دل لگی کی عادت ہوتی ہے ٭ وہ کہتا ہے۔ کہ میں نے ایک کتّا دیکھا جس کی طبیعت میں مسخرہ پن بہت تھا ٭ وہ اکثر سمندر کے کنارے جا بیٹھتا۔ اور ریت میں ایک سُوراخ کرکے اس میں کیکڑے ڈال دیتا۔ پھر اس سُوراخ کو ریت سے بھر کر کچھ دُور بیٹھ رہتا۔ بے چارے کیکڑے آہستہ آہستہ سُوراخ سے نکلنے کی کوشش کرتے جب اُن کے جسم کا کوئی حصّہ ریت کے باہر نظر آتا۔ تو وہ بہت اُچھلتا کُودتا اور خوش ہو کر بھونکنا شروع کر دیتا ٭

کُتّے عام طور پر آنکھ مچولی بھی کھیلتے ہیں ٭ ان کے بعض کھیل بچّوں کے کھیلوں سے بہت ملتے ہیں ٭ بندروں

میں ہنسی دل لگی کا مادہ بہت ہوتا ہے۔ ایک دفعہ چڑیا گھر کے ایک بندر نے ایک شخص کی عینک چھین کر خود لگالی۔ دُوسرے بندر اسے دیکھ کر خوب شور مچاتے۔ اور خوش ہوتے تھے۔

اسی طرح ایک بندر نے ایک شخص کی جیب سے گھڑی نکال لی اور اُسے اچھی طرح پریشان کرنے کے بعد پھر اُس کی جیب میں ڈال دی۔

نسیمہ الماس بسون گرڈھی بنگلور

تُم کیا بنو گے؟

۲- کپتان

لڑائی تین طرح سے ہوتی ہے۔ خُشکی پر۔ ہَوا میں اور سمندر میں۔ ان سب میں سمندری لڑائی بڑی دلچسپ ہے۔ مگر اس میں بڑی بہادری دکھانی پڑتی ہے۔

نیلسن ایک انگریز کپتان تھا۔ جو وکٹری نامی جہاز کی افسری پر مُقرّر تھا۔ واٹرلو کی لڑائی میں اس نے فرانس کے شہنشاہ نپولین بوناپارٹ کو شکست دی تھی۔ اس لئے اُس کا نام آج تک زندہ ہے۔ انگریز اس کا ذکر بڑی محبت سے کرتے ہیں۔

تُرکی افسر رؤف بے جو آج کل ہندوستان آئے ہوئے ہیں۔ وہ بھی ایک جہاز کے کپتان تھے۔ اور جنگ جرمن میں تُرکوں کی طرف سے انگریزوں سے بڑی بہادری سے لڑے تھے۔

جنگی جہاز کے افسر کو کپتان کہتے ہیں۔ لیکن ایک قسم کا جہاز اَور ہوتا ہے۔ جو ایک بندرگاہ سے دوسری بندرگاہ تک صرف مسافر اور تجارتی سامان لے جاتا ہے۔ اس کا افسر بھی کپتان کہلاتا ہے۔

چونکہ ہندوستانی اب بہت لائق اور قابل ہوتے جاتے ہیں۔ اس لئے سرکار نے اجازت دے دی ہے۔ کہ اُن کو بھی جہازوں کا افسر بنایا جائے۔ اِس حکم سے پہلے کوئی ہندوستانی کپتان نہیں بنایا گیا۔

کپتان بننا آسان نہیں ہے۔ اس کے لئے ضرورت ہے۔ کہ نظر بڑی اچھی ہو۔ جسم مصیبت اُٹھانے کا عادی ہو۔ اور دل بہت مضبوط ہو۔ جو خطروں کو دیکھ کر گھبرا نہ جائے۔

ڈفرن نامی جہاز پر ہندوستانی بچوں کو جہاز چلانے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اُن کو بارہ تیرہ برس کی عمر میں لے لیا جاتا ہے۔ مگر اس کام کے لئے خرچ زیادہ کرنا پڑتا ہے۔ شاید ستّر روپے ماہوار کے لگ بھگ ہے۔

میں نے ناسک میں تعلیمی کانفرنس کے زمانے میں ڈفرن جہاز کا ایک فلم دیکھا تھا۔ اُس کے کپتان صاحب نے لکچر بھی دیا تھا۔ اُنھوں نے اس بات پر زور دیا تھا۔ کہ ہندوستانی بچوں کو جہاز رانی کی تعلیم حاصل کرنا چاہئے۔

میں نے فلم کے اندر جب ہندوستانی بچوں کو ملاّحوں کا لباس پہنے ہوئے اُچھلتے کودتے دیکھا۔ تو یقین ماننا اُس وقت میرا دل بھی چاہنے لگا۔

کہ کاش میں بھی تمہاری طرح بارہ تیرہ
برس کا لڑکا ہوتا۔

ملاحی لباس بڑا خوب صورت ہوتا
ہے۔ سفید پتلون۔ چھوٹا سا سفید کوٹ
نیلا فیتہ لگا ہوا۔ ایک خاص قسم کا کالر
اور سمندری ٹوپی ـــ تم نے تصویروں
میں اس لباس کو ضرور دیکھا ہو گا۔
میں اُمید کرتا ہوں۔ کہ تم میں سے
بہت سے بچے اس کو پہن کر پھولے
نہ سمائیں گے۔

ڈفرن جہاز میں تعلیم پانے والے
بچے اتنے نڈر ہوتے ہیں۔ کہ وہ اُس
کے لمبے مستول پر چڑھ کر بے باکی سے
سمندر کی پہاڑ سی موجوں کا تماشا دیکھتے
ہیں۔ خدا کرے۔ تم بھی ایسے ہی
نڈر ہو جاؤ۔

ذرا آنکھیں بند کر کے خیال کرو۔
ایک بڑا سا جہاز ہے۔ وہ سمندر کی
سطح پر ہچکولے کھاتا ہوا۔ ہلتی ہوئی
بلند لہروں پر جھونٹے لیتا ہوا چلا
جا رہا ہے۔ اُس پر ایک خوب صورت
سا جھنڈا لہرا رہا ہے۔ مسافر بھرے
ہوئے ہیں۔ تجارتی سامان لدا ہوا
ہے۔ رات کا وقت ہے ـــ چاروں
طرف سمندر ہی سمندر ہے۔ اُوپر نظر
اُٹھاؤ۔ تو نیلا آسمان ہے۔ اس میں
چاند کی قندیل اور ستاروں کے چراغ
رَوشن ہیں۔ اُن کا عکس پانی میں پڑ
رہا ہے۔ سمندر میں چٹان کے اُوپر
ایک بہت بلند رَوشنی کا مینار قُطب
مینار کی طرح پانی سے سر نکالے کھڑا
ہے۔ اُس کے اندر سے صاف شفاف
کرنیں نکل نکل کر چاروں طرف پھیل
رہی ہیں ـــ اور تم کپتان کا لباس

پہنے ہوئے جہاز کے تختے پر کھڑے ہوئے اپنے ماتحتوں پر حکم چلا رہے

نیا ملک۔ نئے رسم و رواج۔ ہر روز نیر۔ آج لندن۔ کل مصر۔ پرسوں
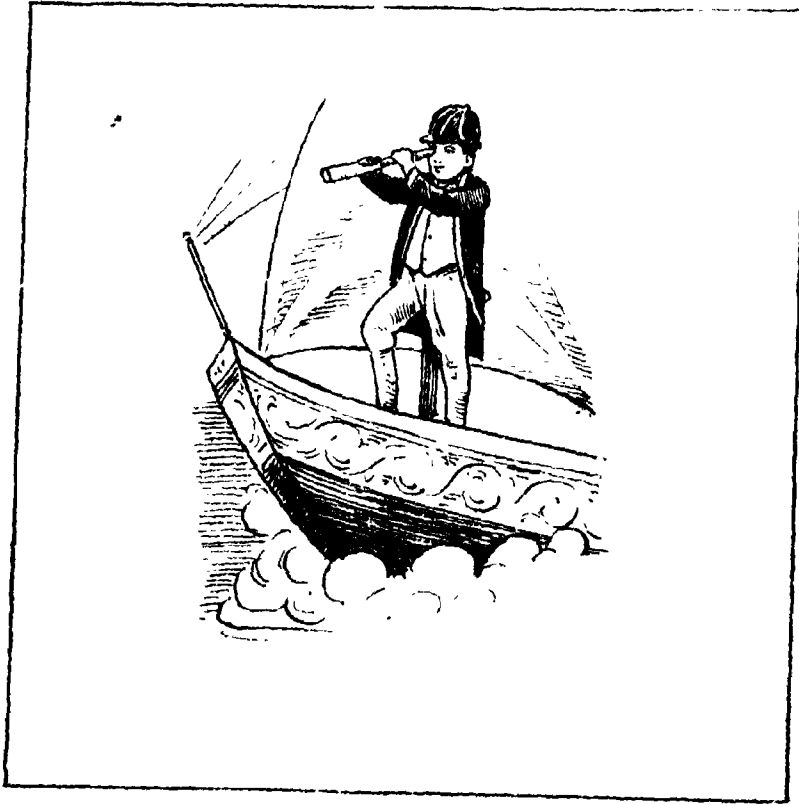
ہو ——— کیوں۔ کپتان بنو گے؟

عرب۔ ہندوستان گھوم رہے ہو! کپتان بننا منظور ہے؟

پڑھو۔ محنت کرو۔ صحت مند بنو۔ جن بھوت۔ دیوؤں اور ہوّؤں سے ڈرنا بھول جاؤ۔ دل کو مضبوط بناؤ۔ اور خوب اُچھلو خوب کُودو — پھر ابّا سے ضِد کرو۔ کہ وہ تمہیں ڈفرن جہاز میں داخل کرا دیں ٭

سیّد ابو طاہر داؤد۔ بی۔ ایس۔ سی (لک)

شان دار نتیجہ

اسلامیہ ہائی سکول گوجر خاں علاقہ پوٹھوہار کے مسلمانوں کا تنہا اسکول ہے۔ جسے انجمن حمایت اسلام لاہور اپنے خرچ پر چلا رہی ہے ٭ اس سال اس اسکول کے بائیس طُلبا میٹرک کے امتحان میں شریک ہوئے۔ خدا کے فضل سے بائیس کے بائیس نہایت اعلیٰ نمبر لے کر کامیاب ہوئے تین لڑکے فرسٹ ڈویژن میں۔ ۱۵ سیکنڈ ڈویژن میں۔ اور ۴ تھرڈ ڈویژن میں پاس ہوئے ٭ چنانچہ یہ اسکول اپنے اس شان دار نتیجے کے لحاظ سے پنجاب بھر کے اسلامیہ ہائی سکولوں میں اوّل رہا ہے ٭

اس خوشی میں اسکول کے طُلبا اور شہر کے بڑے بڑے لوگوں کا جلوس بھی نکالا گیا۔ اور ۱۳۱ روپے انعام کے طور پر طُلبا میں بانٹے گئے ٭ اس بے مثل اور شان دار کامیابی کا سہرا سیّد احمد حسین صاحب ترمذی بی۔ اے (آنرز) بی ٹی ہیڈ ماسٹر سکول کے سر ہے جنھوں نے اپنی اعلیٰ قابلیت اور ہر دلعزیزی کی وجہ سے اس اسکول کو کامیابی کے اُونچے درجے تک پہنچا دیا ہے ٭

فضل الدین احمد سکرٹری ٹیچرز ایسوسی ایشن اسلامیہ

مولوی سیّد ممتاز علی مسلم پریس بیرون اکبری دروازہ لاہور میں باہتمام بابو مولا داد پرنٹر چھپا۔ اور سیّد ممتاز علی مالک و منیجر نے دفتر پھول ریلوے روڈ لاہور سے شائع کیا

تصانیف محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ

امتیاز پچیسی

ننھے بچوں کے لئے کہانیوں کی اتنی سادہ اور آسان کتاب۔ جو قاعدہ پڑھنے کے بعد پڑھی جا سکتی ہے۔ باتصویر ۳ ر ۱۱ پائی

تاج گیت

اس کتاب میں ننھے بچوں کے لئے بہت آسان گیت درج ہیں۔ جو دو تین دفعہ پڑھنے سے خود بخود یاد ہو جاتے ہیں۔ ۱ ر ۰ پائی

تاج پھول

ایسی فائدہ مند باتیں ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے بچہ سب کی آنکھ کا تارا بن جائے۔ قیمت ۲ ر ۹ پائی

ریاض پھول

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ کی وہ بہت دلچسپ کہانیاں۔ جو پھول میں چھپ کر بہت پسند کی گئی تھیں۔ ۳ ر ۹ پائی

دلچسپ کہانیاں

ننھے بچوں کے لئے ۲۷ دلچسپ اور پُر لطف کہانیوں کی بہت عمدہ کتاب۔ باتصویر۔ قیمت ۴ ر ۱۱ پائی

دل پسند کہانیاں

وہ کہانیاں جو دہلی میں مائیں بچوں کو سناتی ہیں۔ اُن ہی کی میٹھی بولی میں۔ باتصویر۔ قیمت ۹ ر

تین بہنوں کی کہانی

تین بہن بھائیوں میں سے کس طرح بہن بولتی چڑیا گانے والا درخت اور سنہری فوارہ پہاڑ پر سے لے آئی۔ ۳۔ ر

علی بابا چالیس چور

جنہوں نے لوٹ مار کا مال ایک جادو کے غار میں جمع کر رکھا تھا۔ کس طرح ایک ہوشیار لڑکی کے ہاتھ سے تمام ہوئے۔ ۲ ر ۸ پائی

آج کل

آج کا کام کل پر ٹالنے سے ایک کھاتے پیتے گھر کی عورت کی زندگی کیونکر برباد ہو گئی۔ بہت پُر اثر قصہ۔ جن بہنوں کو آج کا کام کل پر ٹالنے کی عادت ہو۔ وہ اس قصے کو ضرور پڑھیں۔ قیمت ۳ ر ۲ پائی

شریف بیٹی

ایک غریب اور سگھڑ لڑکی کی دلچسپ کہانی۔ جو اپنی ہمت اور استقلال سے ترقی کرتے کرتے امیر کبیر بن گئی۔ ۲ ر ۸ پائی

چندن ہار

مانگے تانگے کی چیزیں استعمال کرنے سے کیا کیا دکھ اٹھانے پڑتے ہیں۔ اس مضمون پر بے حد موثر قصہ۔ ۱ ر ۱۱ پائی

انگریزی گریمر

ایک بہت چھوٹی سی گریمر۔ جس میں انگریزی سیکھنے کی تمام ضروری باتیں لکھی گئی ہیں۔ قیمت ۲ ر

چوہے بلی نامہ

ایک دفعہ چوہوں اور بلیوں میں تلوار چل گئی۔ اس لڑائی کا حال بہت مزے کی نظم میں۔ باتصویر۔ قیمت ۱ ر

ملنے کا پتہ:۔ دفتر اخبار پھول۔ لاہور

Title & Picture Printed at the Victoria Press, Ry. Road, Lahore.

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷

پھول

یعنی

چھوٹے بچّوں کا ہفتہ وار دل بہلاؤ

سال بھر کی قیمت محصول سمیت پانچ روپیہ پیشگی ہے

جلد ۲۵ | لاہور ہفتہ ۲۷ مئی ۱۹۳۳ء | نمبر ۲۱

پھول

لاہور ۱ صفر المظفر ۱۳۵۲ھ

فہرست مضامین

جاپانی فوجوں نے چین کے صدر مقام پیکن پر قبضہ کر لیا ہے۔ چینی فوجوں نے جاپانیوں کے حملہ سے پہلے ہی شہر کو خالی کر دیا تھا۔

چین اور جاپان میں جلد صلح ہو جائے گی۔ چین نے صلح کی شرطیں لکھ کر جاپان کے پاس بھیج دی ہیں۔

ریاست حیدر آباد دکن کے ولی عہد

شہزادہ اعظم جاہ اور شہزادی دُرشہوار انگلستان روانہ ہو گئے ہیں ❖

لندن سے ایک نوجوان ہوا باز جس کا نام ولسن ہے۔ یہ دعوے کر کے چلا تھا۔ کہ میں مونٹ ایورسٹ پر پہنچ کر انگلستان کا جھنڈا گاڑ دوں گا لیکن ابھی تک وہ ہندوستان نہیں پہنچا۔ اور راستے میں ہی گم ہو گیا ہے ❖

آپ کے یورپ میں ہندوستان کے آموں کی بہت مانگ ہے۔ اس وقت تک بمبئی سے دو سو ٹن آم دوسرے ملکوں کو بھیجے جا چکے ہیں ❖

ضلع چاندا میں ایک شیر نے بہت اندھیر مچا رکھا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ اس کے مُنہ کو انسان کا خون لگ گیا ہے۔ جہاں کسی آدمی کو دیکھ پاتا ہے۔ فوراً حملہ کر دیتا ہے۔ اس وقت تک وہ ڈیڑھ سَو آدمیوں کو ہلاک کر چکا ہے ❖

انبالہ کے ساہوکار رائے بہادر بنارسی داس نے اپنی لاہور والی جائداد جس کی قیمت سات لاکھ روپیہ ہے۔ ہندو قوم کو دے دی ہے۔ کئی بڑے بڑے ہندوؤں کی ایک کمیٹی مقرر کی جائے گی۔ جو اس جائداد کی آمدنی تعلیم اور دوسرے کاموں میں خرچ کرے گی ❖

مہاراجہ الور یورپ جا رہے ہیں۔ وہ دو سال تک ہندوستان واپس نہیں آئیں گے ❖

گاندھی جی کی حالت اب پہلے سے بہت اچھی ہے۔ اُن کی کمزوری دُور ہوتی جاتی ہے۔ لوگ اُنہیں تحفے بھیج رہے ہیں ❖

کلکتہ یونی ورسٹی نے باگیر ہاٹ کالج کا نام سر پی سی رائے کے نام پر پروفلا چندر کالج

بوڈیشیا کا حلوا

یونان کے پایہ تخت ایتھنز میں بڑی خوشی منائی جا رہی تھی۔ وجہ یہ تھی۔ کہ وہاں کے بادشاہ کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ جب وہ کچھ دنوں کی ہوگئی۔ تو اس کا نام تجویز کرنے کے لئے ایک جلسہ قرار پایا۔ آخر سب لوگوں کی رائے سے شہزادی کا نام بوڈیشیا رکھا گیا۔

ننھی شہزادی بوڈیشیا کا جھولا درمیان میں رکھا تھا۔ اس کے اردگرد پریاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ کہ اچانک ایک بوڑھی پری نمودار ہوئی۔ وہ بہت ہی غصے تھی۔ کیونکہ اُسے جلسے میں نہیں بُلایا گیا تھا۔ اُس نے آتے ہی چیخ کر کہا۔" جب شہزادی ہوش سنبھالے گی۔ تو اسے پکانے کا بہت شوق ہوگا۔ وہ ایک قسم کا حلوا پکایا کرے گی۔ جو شخص اس حلوے کی پوری رکابی کھالے گا۔ وہ فوراً مر جائے گا۔ لیکن اگر کسی نے یہ حلوا ہضم کر لیا۔ تو شہزادی کی شادی اُسی سے ہوگی ورنہ کسی سے نہیں"۔

تمام دربار میں سناٹا چھا گیا۔ لوگ ایک دوسرے کا مُنہ دیکھنے لگے۔ پری اُسی طرح غصے میں بھری ہوئی غائب ہوگئی۔

جب شہزادی بڑی ہوئی۔ تو سچ مچ اُسے پکانے کا بہت شوق تھا۔ وہ اپنا حلوہ خود ہی کھاتی تھی۔ کیونکہ پری کی بدعا سے کوئی دوسرا شخص وہ حلوا کھا کر زندہ نہ رہ سکتا تھا۔ بادشاہ کو بوڈیشیا سے بہت ہی محبت تھی۔

اور وہ اُسے ہر وقت باورچی خانے میں
دیکھ کر بہت کُڑھتا تھا۔ خاص کر یہ خیال
کہ بوڈیشیا عمر بھر
کنواری رہے
گی۔ اُسے بہت
تکلیف دیتا تھا
اس نے ملکہ سے
صلاح کی۔ کہ لگے
ہاتھوں مُلک
میں ڈھنڈورا
پٹوا دیں۔ کہ
شخص شہزادی
حلوا ہضم
لے گا۔ اس
ے ساتھ شہزادی کی شادی ہو جائے
اشا
ملکہ چاہتی تھی۔ کہ اس مقابلے میں

صرف شہزادے حصّہ لیں۔ لیکن بادشاہ
نے کہا۔ کہ جس شخص میں بوڈیشیا کا حلوا
ہضم کرنے
کی ہمت
ہو گی۔ وہ
ضرور کسی
زبردست
طاقت کا
مالک ہو گا۔
اس لئے
میں شہزادے
کی قید نہیں
رکھتا۔ چنانچہ
بادشاہ نے
ڈھنڈورچی کو بُلا کر شہر بھر میں ڈھنڈورا
پٹوا دیا۔ کہ جو شخص شہزادی بوڈیشیا کا
حلوا ہضم کرلے گا۔ اس کی شادی
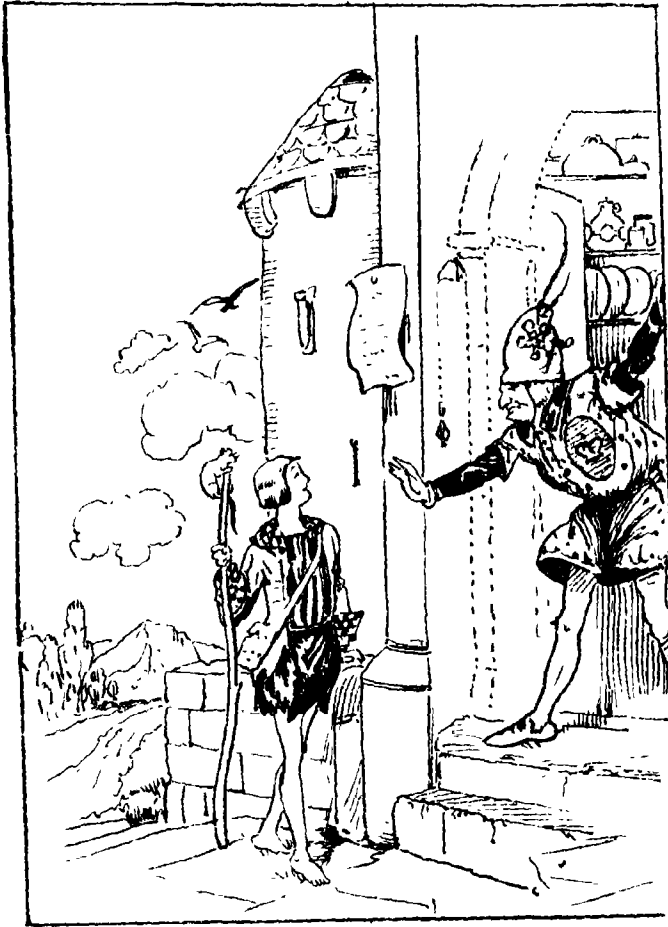
شہزادی بوڈیشیا سے کردی جائے گی"
شہزادی بوڈیشیا حد سے زیادہ خوب صورت تھی۔ اس لئے بہت سے شہزادے اس سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ جب اُنہوں نے یہ ڈھنڈورا سُنا۔ تو فوراً ایتھنز کو روانہ ہو گئے۔ لیکن جس کسی نے بھی بوڈیشیا کا حلوا کھایا۔ دوسرے ہی دن مر گیا۔ چنانچہ ایک راستے سے شہزادے بڑی شان سے آتے تھے۔ اور دوسرے دن دوسرے راستے سے اُن کے جنازے جاتے تھے۔
جب کوئی شخص بھی شہزادی بوڈیشیا کا حلوا ہضم نہ کرسکا۔ تو بادشاہ اور ملکہ کو بہت مایوسی ہوئی۔ اُنہوں نے دل میں سمجھ لیا۔ کہ نہ کوئی شخص بوڈیشیا کا حلوا ہضم کرسکے گا۔ اور نہ بوڈیشیا کی شادی ہوگی۔ اور وہ عمر بھر کنواری رہے گی۔ یہ سب اُس بوڑھی پری کی کارستانی تھی۔ بادشاہ اور ملکہ اُسے پانی پی پی کر کوستے تھے۔
ایک دن ایک غریب لڑکا بادشاہ کے محل کے پاس آیا۔ وہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے تھا۔ ننگے سر ننگے پَیر۔ اس کی آنکھیں نیلی تھیں۔ صورت بہت بھولی بھالی تھی۔ اور اس کے لمبے لمبے گھونگریالے بال بہت خوب صورت معلوم ہوتے تھے۔ اس کے کاندھے پر ایک تھیلا تھا۔ وہ محل کے پاس کھڑا ہو کر سیٹی بجانے لگا۔ اس کی سیٹی کی لَے میں ایسا جادو تھا کہ دربان بے اختیار اندر سے نکلا۔ اور کہنے لگا "میاں لڑکے تم کیا چاہتے ہو؟ اگر تمہیں نوکری کرنا ہے۔ تو میں

افسوس سے کہتا ہوں۔ کہ یہاں کوئی جگہ خالی نہیں"۔

لڑکے نے جس کا نام مارکس تھا۔ ہنس کر جواب دیا" صاحب میں نوکری کرنے نہیں آیا۔ بلکہ شہزادی کا حلوا کھا کر اس کے ساتھ شادی کروں گا"۔

دربان نے کہا۔ "خدا کے واسطے ایسا ارادہ نہ کرو۔ تم ابھی لڑکے ہی ہو۔ تم نے ابھی دُنیا میں دیکھا ہی کیا ہے"؟

مارکس نے کہا" آپ اس بات کی فکر نہ کریں۔ مجھے سب حال معلوم ہے۔ میں نے کئی دن سے روٹی نہیں کھائی۔ اگر مر گیا۔ تو روز کی مصیبت سے چھٹکارا پاؤں گا۔ اور اگر زندہ رہا۔ تو شہزادی بوڈیشیا سے شادی کروں گا"۔

دربان نے مارکس سے کہا" اچھا میں تمہیں محل میں لے جاؤں گا۔ لیکن ذرا وہ سیٹی پھر تو بجاؤ جو تم ابھی بجا رہے تھے"۔

مارکس نے سیٹی بجانی شروع کی۔ دربان مست ہو کر جھومنے لگا۔ اتنے میں شہزادی بوڈیشیا نے مارکس کی سیٹی سُن لی۔ اور بہت پسند کی۔ اس نے اندر سے آواز دی" یہ کون سیٹی بجا رہا ہے۔ اس کو اندر بھیجو"۔

مارکس اندر گیا۔ شہزادی بوڈیشیا کو جُھک کر سلام کیا۔ اور کہا "حضور میں بہت بھوکا ہوں۔ کچھ کھلوائیے"۔

شہزادی نے اپنا تیار کیا ہوا حلوا ایک رکابی میں رکھ کر مارکس کو دیا۔ مارکس بہت شوق سے حلوا کھانے لگا۔ شہزادی نے کہا "لڑکے تم سیٹی تو بہت عمدہ بجاتے ہو۔ مجھے پھر سناؤ گے؟" مارکس نے جواب دیا۔ "پہلے کھا لوں"۔ یہ کہہ کر وہ پھر کھانے میں مشغول ہو گیا۔ نوکروں کے چہروں سے اُداسی ٹپکنے لگی۔ کیونکہ انہیں یقین تھا۔ کہ حلوا کھا کر نہ تو مارکس زندہ رہے گا۔ اور نہ سیٹی بجا سکے گا۔

مارکس کو اچھی طرح معلوم تھا۔ کہ حلوے کی پوری رکابی کھا کر میں کبھی زندہ نہ رہ سکوں گا۔ اس نے پہلے تو بہت بڑے بڑے لقمے لئے لیکن پھر وہ چُپکے چُپکے تھوڑا تھوڑا حلوا اپنے تھیلے میں ڈالنے لگا۔ تھیلے میں اس کا پالتو چوہا تھا۔ وہ حلوا کھا لیتا تھا۔ اتنے میں کسی نے بادشاہ اور ملکہ کو خبر کر دی۔ کہ ایک آدمی شہزادی بوڈیشیا کا حلوا بہت شوق سے کھا رہا ہے۔ اور اس پر حلوے کا کچھ اثر نہیں ہُوا۔ بادشاہ اور ملکہ دوڑتے ہوئے باورچی خانے پہنچے۔ جب ملکہ نے مارکس کو دیکھا۔ تو چیخ ماری "اُرے یہ تو پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ہے۔ اس کی شادی بوڈیشیا سے ہو گی ..... ارے میرے اللہ ....."

یہ کہہ کر وہ بے ہوش ہو گئی۔ بادشاہ نے جلا ہُوا پتر اُس کی ناک کو لگایا۔ جس سے ملکہ ہوش میں آ گئی۔ بادشاہ نے

کہا" غریب ہے تو کیا ہے - میں قول ہار چکا ہوں - اور اب اسے نبا ہوں گا - چاہے شہزادی اُس کے ساتھ شادی کرنے پر رضا مند ہو یا نہ ہو - اسے

نیلی آنکھیں اور سیٹی بہت پسند ہیں" اتنے میں وہی بوڑھی پری آئی - غصّے کے مارے اس کے مُنہ سے جھاگ نکل رہا تھا - اس نے چیخ کر

شادی کرنی ہی پڑے گی"۔

شہزادی بوڈیشیا جلدی سے بول اٹھی "لیکن میں اس کے ساتھ شادی کرنے پر رضا مند ہوں - مجھے اس کی

کہا" مارکس نے چال چلی ہے - اس نے حلوا نہیں کھایا - اس کی تلاشی لو" لیکن مارکس نے حلوا ختم کرتے ہی چوہے کو چھوڑ دیا تھا - جب اس

کی تلاشی لی گئی۔ تو اس کے پاس کچھ بھی نہ نکلا، پری بہت حیران ہوئی۔ دوسرے دن مارکس کی شادی شہزادی بوڈیشیا سے ہوگئی، دوپہر کے وقت جو ایک خادمہ باورچی خانے میں گئی۔ تو مارکس کا چوہا اس کی ٹوپی میں پڑا سو رہا تھا۔ خادمہ بہت حیران ہوئی اور بھاگتی ہوئی شہزادی کے پاس گئی شہزادی بوڈیشیا نے کہا۔ "یہ کیا شور مچا رکھا ہے۔ خاموش بیٹھو"۔ خادمہ نے کہا "حضور دیکھئے یہ کتنا خوب صورت چوہا ہے"۔ شہزادی نے خوش ہو کر کہا۔ "یہ چوہا میں مارکس کو دوں گی۔ وہ سفید چوہوں سے بہت محبت کرتا ہے"۔ (مارکس کے چوہے کا رنگ بھی سفید تھا)۔

مارکس اپنے چوہے کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ لیکن اس نے اپنی چال کسی کو نہیں بتائی۔ شہزادی بوڈیشیا کو بھی نہیں۔

طاہر غلام ناصر خاں
گورنمنٹ کالج لاہور

تم کیا بنو گے؟

۳۔ لفٹنٹ

محمود نے عرشی کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا۔ "بڑے وہاں سے آئے لفٹنٹ صاحب بن کر"۔

عرشی نے اکڑتے ہوئے کہا۔ "جی ہاں۔ لفٹنٹ تو ہیں ہی، اب نہیں تو چند سال کے بعد ہو جائیں گے"۔

سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔ "لفٹنٹ صاحب بنو گے۔ تو جان سے

ہاتھ دھو بیٹھو۔ گولی ٹھائیں سے آ کر لگے گی"۔

عرشی نے جوش میں اپنے چوڑے سینے کو پھلاتے ہوئے کہا۔"ارے یہ سینہ اللہ میاں نے گولیاں کھانے ہی کے لئے بنایا ہے۔ لڑنا بھڑنا اور میدان میں جان دینا بہادر سپوتوں کا کام ہے۔ جن کو اپنی جان کا ڈر ہو۔ وہ چوڑیاں پہن کر گھروں کے اندر بیٹھ رہیں۔ میں موت سے نہیں ڈرتا ہوں۔ میں عرب سورماؤں کی اولاد میں سے ہوں اور راجپوت بہادروں کے ملک میں پیدا ہوا ہوں۔ اس لئے میں موت کو شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ ٹھنڈا خیال کرتا ہوں ...."

"ہرّے ہرّے۔ زندہ باد عرشی۔ زندہ باد ہندوستانی" کے جوش سے بھرے ہوئے نعرے ان لوگوں نے لگائے۔ جو بہادری کو پسند کرتے تھے۔ ڈرپوک لڑکے سر جھکا کر چلے گئے۔

خدا کی قدرت ہے۔ اُس وقت کے کہے ہوئے الفاظ عرشی کے دماغ میں پتھر کی لکیر بن گئے۔ اور جب وہ انٹرنس پاس ہوا۔ تو اُس نے اپنے ابا جان سے کہہ دیا۔ کہ میں فوج میں لفٹننٹ بننا چاہتا ہوں۔

عرشی کی بی امّاں ایک کمزور ہندوستانی بی بی عورت تھیں۔ اُنہوں نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ کہ نا بابا میں اپنے اکلوتے لڑکے کو موت کے مُنہ میں نہیں دھکیل سکتی ....

عرشی کے والد ایک جوشیلے مسلمان تھے۔ وہ اپنے پیارے بیٹے عرشی کے اس بہادری کے خیال سے بہت

خوش ہوئے۔ اور اُس کی ماں کے ڈر پر بہت ناراضی ظاہر کی۔ کہنے لگے۔ "دُنیا بھر کی فوج میں کیا سب بِن ماں باپ ہی کے بچے ہیں۔۔۔ تم اپنی مامتا سے اندھی بن کر میرے شیر کو گیدڑ مت بناؤ"۔۔۔

عرشی سے کہنے لگے۔ "آ میرے دولھا۔ میں تیرا مُنہ چومتا ہوں۔ تو دُنیا میں بہت بڑا آدمی ہوگا۔ زندہ باد عرشی"۔

اس کے بعد اُنہوں نے کوشش کرکے ڈیرہ دون کے فوجی کالج میں میاں عرشی کو داخل کرا دیا۔

آج ہندوستان کو سوراج ملا ہے۔ دہلی کے فوجی میدان میں پلٹنوں کی پریڈ ہو رہی ہے۔ وائسرائے بہادر اور کمانڈر ان چیف سلامی لینے کے لئے آئے ہیں۔ جس طرف نگاہ اُٹھتی ہے۔ اُس طرف خاکی وردیوں کی دیوار کھڑی معلوم ہوتی ہیں۔ سپاہی اس طرح دم سادھے کھڑے ہیں۔ جیسے پتھر کے بت عجائب خانے میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اُن کی قطاریں ایسی سیدھی ہیں۔ جیسی تمہاری کاپی کی لکیریں۔

ہم نے قریب سے جاکر دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ گورے سپاہیوں کی سینکڑوں پلٹنیں ہیں۔ اور ہر پلٹن کا ایک افسر اُن کے آگے کھڑا ہے۔

آہا دیکھنا۔ ایک سانولے رنگ کا نوجوان جس کی مونچھیں بھی ابھی نہیں نکلی ہیں۔ ان افسروں کے درمیان کھڑا ہے۔ فوجی پوشاک اس

کے جسم پر کیا پھب رہی ہے۔ چمڑے کے جوتے جو گھٹنوں تک چڑھے ہوئے ہیں۔ اس کے پیروں پر کیسے بھلے معلوم ہو رہے ہیں۔ کمر میں ایک پیٹی لگی ہوئی ہے۔ اُس میں ایک قیمتی پستول لگا ہے۔ سر پر ایک فوجی ٹوپی بھی پہنے ہوئے ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک ننگی کرچ ہے۔ جس پر سورج کی کرنیں پڑتی ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک سچ مچ چمکتی ہوئی بجلی ہے ۔

تم نے پہچانا۔ یہ ہمارا عرشی ہے۔ آج دیکھو۔ یہ کالے رنگ کا ہندوستانی ان گورے چمڑے والے سپاہیوں کا اعلیٰ افسر بنا ہوا کھڑا ہے ۔

وائسرائے آگے بڑھ رہے ہیں۔ دیکھو لفٹننٹ عرشی رعب دار آواز سے اپنی پلٹن کو کچھ حکم دیتا ہے۔ جس کو سُن کر گورے سپاہی اپنے ہاتھ کی بندوقوں کو جن میں چمکتی ہوئی سنگینیں لگی ہیں۔ پھرتی سے اُٹھا کر اپنے اپنے مُنہ کے سامنے لے آتے ہیں۔ عرشی بھی اپنی کرچ کو ایک ہاتھ میں لے کر اپنے چہرے کے سامنے لے آتا ہے ۔

فوجی سلام ہے۔ وائسرائے خوش ہو جاتے ہیں۔ اور اس نوجوان ہندوستانی افسر کا سلام مسکرا کر قبول کرتے ہیں . . . . تم بھی عرشی کی طرح لفٹننٹ بن سکتے ہو۔ اگر چاہو تو ۔

سید ابو طاہر داؤد
بی۔ ایس۔ سی (لگ)

سنگر

پھول بھائیو! اگر تم دُنیا میں دولتمند بننا چاہتے ہو۔ اور یہ چاہتے ہو۔ کہ سارا زمانہ تمہیں عزّت کی نظر سے دیکھے۔ اور تمہارا نام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہے۔ تو سب سے پہلے مستقل مزاج بنو۔ اس کے بعد اپنے میں کام کرنے کی عادت ڈالو۔ جس کام کو شروع کرو۔ اس کو بغیر ختم کئے ہرگز نہ چھوڑو۔ جس مقصد کی تلاش میں نکلو۔ وہ جب تک پورا نہ ہو جائے۔ ہرگز واپس نہ پھرو۔

تم اپنے شہر یا گاؤں کی سَیر تو ضرور ہی کرتے ہو گے۔ اور اس سَیر میں تم نے بیسیوں قسم کی کپڑا سینے کی مشینیں بھی دیکھی ہوں گی اور شاید تم نے انہیں میں سنگر کمپنی کی مشہور و معروف مشین بھی دیکھی ہو۔ آؤ میں تمہیں اس مشین کے بنانے کے حالات سُناؤں۔ تاکہ تمہیں یہ معلوم ہو جائے۔ کہ انسان کو کامیابی صرف مستقل مزاج بننے اور کام کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

یہ حالات میں نے چند صاحبوں سے سنے ہیں۔ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ اس مشین کے بنانے والے کا نام سنگر تھا۔ سنگر نے دل میں سوچا۔ کہ انسان کو خوراک کی طرح کپڑوں کی بھی بے حد ضرورت ہے۔ خوراک ملے یا نہ ملے۔ لیکن لباس کے بغیر نہ وہ کوئی کام کر سکتا ہے۔ نہ کسی سے مل سکتا ہے۔

اس خیال کے آتے ہی اُس نے

پکّا ارادہ کر لیا۔ کہ کوئی ایسی مشین بنائی جائے۔ جس پر کپڑا اچھی طرح سل سکے۔ چنانچہ وہ اسی ٹوہ میں لگا رہا۔ اور کئی نقشے تیار کئے۔ بیسیوں ڈھانچے بنائے لیکن سب کے سب بے کار گئے۔ ساری دولت خرچ کر دی۔ فقیر ہو گیا۔ محتاج ہو گیا۔ مگر ہمت کا دھنی اور ارادے کا پکّا تھا۔ محنت سے مُنہ نہ موڑا۔

مثل مشہور ہے۔ کہ جو ڈھونڈے سو پائے۔ جو سوئے سو کھوئے۔ چنانچہ ایک وقت ایسا آیا۔ کہ وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو گیا۔ مشین بنائی۔ جو دُنیا کے کونے کونے میں پہنچ گئی۔ اور اس کے ذریعے سے اُس کے بنانے والے کا نام بھی ساری دُنیا میں ہوا ہو گیا۔

اس کی کامیابی کی حکایت بھی عجیب و غریب ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ ایک رات وہ اسی دُھن میں سو گیا۔ رات کو خواب میں اُسے اس مشین کا نقشہ نظر آیا۔ چنانچہ صبح اُٹھ کر اسی کے مطابق اس نے مشین تیار کی۔ جو ہر طرح سے کامیاب ثابت ہوئی۔

پھول بھائیو! اب یہ بتلانے کی ضرورت نہیں۔ کہ بعد میں وہ کس قدر دولت مند بن گیا۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ جب تک یہ دُنیا قائم رہے گی۔ اس وقت تک اس کا نام نہیں مٹ سکتا۔ اور دُنیا میں اُس کی یہ یادگار ستارے کی طرح چمکتی رہے گی۔ اور بچّہ بچّہ اس کی ہمت اور استقلال کی داد دیتا رہے گا۔

حافظ اعجاز الدین احمد۔ تلی گاؤں (برار)

دلچسپ شعبدہ

ایک دیا سلائی کی ڈبیا لو۔ اور اُس کے اندر کا خانہ جس میں سلائیاں رکھی ہوتی ہیں۔ نکال کر ٹیبل یا زمین پر اوندھا رکھ دو اور اُس کے اُوپر اُس کا ڈھکن اس طرح رکھ دو۔ جیسا کہ نیچے تصویر میں ہے*

ڈھکن
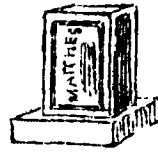
اندر کا خانہ

اب اپنے کسی دوست سے کہو۔ کہ اس دیا سلائی کو اُلٹا کر کے زمین پر رکھ دو۔ اس طرح کہ اس کا اندر کا خانہ اُوپر آجائے۔ اور ڈھکن نیچے چلا جائے۔ (یعنی اُلٹ دو) لیکن شرط یہ ہے۔ کہ نچلے خانے کو بالکل نہ چھُوا جائے*

جب کوئی نہ کر سکے۔ تو تم ڈھکن کو ذرا نیچے کی طرف دبا کر اُس کے اُوپر کے حصّے پر مُنہ رکھ کر سانس کو خوب زور سے اندر کی طرف کھینچو۔ تاکہ ہوا کے کھنچاؤ سے خانہ ڈھکن کے ساتھ چپکا رہے۔ پھر جلدی سے اپنا مُنہ اُوپر کی طرف کر دو۔ اور آہستہ سے ڈھکن اپنے مُنہ سے نکال کر ٹیبل یا ہموار زمین پر رکھ دو*

مسعود محی الدین صوفی جبل پور

ایک بہادر بنگالی

ان ہی دنوں بنکورا کے ضلع میں ایک بیس سال کے بنگالی نے بڑی بہادری دکھائی ہے* اس بنگالی کا نام بنسی مکرجی ہے۔ وہ گاؤں کے بعض لوگوں کے ساتھ

جنگل میں جا رہا تھا۔ کہ اچانک سامنے سے ایک شیر نکل آیا۔

گاؤں کے سب لوگ شیر کو دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ مگر مکرجی وہیں ڈٹا رہا۔ اور اس نے ایک چھرا کھینچ کر شیر پر پھینکا۔ شیر نے غصے میں آ کر مکرجی پر حملہ کر دیا۔ اور دونوں گتھ گئے۔ مکرجی نے کیا کیا کہ نڈر ہو کر اپنا ہاتھ شیر کے منہ میں دے دیا۔ اور اس کی زبان پکڑ لی۔ پھر شیر سے خوب کشتی کی اور زور لگا کر اسے دبا لیا۔

شیر کو دبا ہوا دیکھ کر گاؤں والے بھی آ گئے۔ اور لاٹھیاں برسا برسا کر اس کا کام تمام کر ڈالا۔ مکرجی کو کئی زخم آئے۔ اس کا علاج ہو رہا ہے۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ ضلع کے مجسٹریٹ اس بہادری پر اسے کوئی انعام دیں گے۔ موہن لال آہوجہ

بعدالت لالہ ہرگوپال صاحب نائب تحصیلدار اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم امرتسر

ہزارہ سنگھ نمبردار ولد ٹھاکر سنگھ قوم جٹ سکنہ گمٹالہ تحصیل امرتسر مدعی

بنام کشن سنگھ ولد میاں سنگھ قوم جٹ سکنہ امرتسر متصل ریلوے اسٹیشن احاطہ سکھاں مدعا علیہ

دعوے بقایا معاملہ مال معہ (-/۴/-67) از ابتدا فصل ربیع سنہ ۱۹۳۰ء خریف سنہ ۱۹۳۰ء ربیع سنہ ۱۹۳۱ء ربیع سنہ ۱۹۳۲ء واجب چہار فصل بابت اراضی واقعہ رقبہ گمٹالہ تحصیل امرتسر حسب دفعہ ۷ شق سوم حرف ع ایکٹ ۱۷ سنہ 87

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں حسب درخواست مدعی پایا جاتا ہے۔ کہ مدعا علیہ تعمیل سمن سے عمداً گریز کرتا ہے اس لئے بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہ بتاریخ 33/6/31 حاضر عدالت ہو کر جوابدہی مقدمہ نہیں کرے گا۔ تو اس کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جائے گی۔

(دستخط حاکم)

مولوی سید ممتاز علی مسلم پرنٹر نے بیرون اکبری دروازہ لاہور میں باہتمام بابو مولاداد پرنٹر چھاپا۔ اور سید ممتاز علی مالک و مہتمم نے دفتر پھول ریلوے روڈ لاہور سے شائع کیا

تصانیف محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ

امتیاز پہیلی
ننھے بچوں کے لئے کہانیوں کی اتنی سادہ اور آسان کتاب ۔ جو قاعدہ پڑھنے کے بعد پڑھی جا سکتی ہے ۔ باتصویر ۳ ر ۱۱ پائی

تاج گیت
اس کتاب میں ننھے بچوں کے لئے بہت آسان گیت درج ہیں جو دو تین دفعہ پڑھنے سے خود بخود یاد ہو جاتے ہیں ۔ ۱ ر ۷ پائی

تاج پھول
ایسی فائدہ مند باتیں ہیں ۔ جن پر عمل کرنے سے بچہ سب کی آنکھ کا تارا بن جائے ۔ قیمت ۲ ر ۹ پائی

ریاض پھول
محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ کی وہ بہت دلچسپ کہانیاں ۔ جو پھول میں چھپ کر بہت پسند کی گئی تھیں ۔ ۳ ر ۹ پائی

دلچسپ کہانیاں
ننھے بچوں کے لئے ۲۷ دلچسپ اور پُر لطف کہانیوں کی بہت عمدہ کتاب ۔ باتصویر ۔ قیمت ۴ ر ۱۱ پائی

دل پسند کہانیاں
وہ کہانیاں جو دہلی میں مائیں بچوں کو سناتی ہیں ۔ اُن ہی کی میٹھی بولی میں ۔ باتصویر ۔ قیمت ۹ ر

تین بہنوں کی کہانی
تین بہن بھائیوں میں سے کس طرح بہن بولتی چڑیا گانے والا درخت اور سنہری فوارہ پہاڑ پر سے لے آئی ۔ ۳ ر

علی بابا چالیس چور
جنہوں نے لوٹ مار کا مال ایک جادو کے غار میں جمع کر رکھا تھا ۔ کس طرح ایک ہوشیار لڑکی کے ہاتھ سے تمام ہوئے ۔ ۲ ر ۸ پائی

آج کل
آج کا کام کل پر ٹالنے سے ایک کھاتے پیتے گھر کی عورت کی زندگی کیونکر برباد ہو گئی ۔ بہت پُر اثر قصہ ۔ جن بہنوں کو آج کا کام کل پر ٹالنے کی عادت ہو ۔ وہ اس قصے کو ضرور پڑھیں ۔ قیمت ۳ ر ۲ پائی

شریف بیٹی
ایک غریب اور سگھڑ لڑکی کی دلچسپ کہانی ۔ جو اپنی ہمت اور استقلال سے ترقی کرتے کرتے امیر کبیر بن گئی ۔ ۲ ر ۸ پائی

چندن ہار
تانبے تا بنجے کی چیزیں استعمال کرنے سے کیا کیا دُکھ اُٹھانے پڑتے ہیں ۔ اس مضمون پر بے حد موثر قصہ ۔ ۱ ر ۱۱ پائی

انگریزی گریمر
ایک بہت چھوٹی سی گرمر ۔ جس میں انگریزی سیکھنے کی تمام ضروری باتیں لکھی گئی ہیں ۔ قیمت ۲ ر

چوہے بلی نامہ
ایک دفعہ چوہوں اور بلیوں میں تلوار چل گئی ۔ اس لڑائی کا حال بہت مزے کی نظم میں ۔ باتصویر ۔ قیمت ۱ ر

ملنے کا پتہ :۔ دفتر اخبار پھول ۔ لاہور

Title & Picture Printed at the Victoria Press, Ry. Road, Lahore.

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۸

قیمت فی پرچہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷

یعنی

چھوٹے بچّوں کا ہفتہ وار دل بہلاؤ

سال بھر کی قیمت محصول سمیت پانچ روپیہ پیشگی ہے

نمبر ۲۲	لاہور ہفتہ ۳ جون ۱۹۳۳ء	جلد ۲۵

پھُول

لاہور ۸ صفر المظفر ۱۳۵۲ھ

فہرست مضامین

گاندھی جی کا برت پُورا ہو گیا۔ ان کی حالت اچھی ہے۔ لیکن ڈاکٹروں نے کہا ہے۔ کہ ابھی کچھ دنوں تک اُن کی دیکھ بھال ضروری ہے جس دن اُنہوں نے برت کھولا۔ انہیں ہندوستان کے مُختلف حصّوں سے پانچ سَو سے زیادہ مُبارک باد کے تار وصول ہوئے۔ اِن ہی دنوں ایک چینی کا اِنتقال ہُوا

ہے۔جس کا نام لی چنگ ین تھا۔کہتے ہیں۔اس کی عمر ۲۵۶ سال کی تھی ❖

بغداد ۳۰ مئی۔پچھلے ہفتے ہزمیجسٹی شاہ فیصل کی سالگرہ بڑی دھوم دھام سے منائی گئی ❖

ٹرکی میں تشگیبر نام ایک شہر ہے۔جس کی آبادی تین ہزار ہے۔کہتے ہیں۔کہ آٹھ سال سے اس بستی کا ایک شخص بھی فوت نہیں ہوا ❖

سُنا ہے۔کہ حکومت ہند ریاست اور کو پچاس لاکھ روپیہ قرض دے گی ❖

کاٹھیاوار سے خبر آئی ہے۔کہ بمبئی سے بارہ جہاز آرہے تھے۔جن میں سے تین طوفان کی وجہ سے ڈوب گئے ❖

سُنا ہے۔کہ حضور وائسرائے اور اُن کی بیگم صاحبہ ۲۰ جون کو سری نگر جائیں گے۔اور پندرہ روز تک وہاں ٹھہریں گے ❖

پیسہ اخبار لاہور کے اڈیٹر اور مالک منشی محبوب عالم صاحب ۷۴ برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔آپ اُردو کے بہت پُرانے اخبار نویس تھے۔سب سے پہلے آپ ہی نے اُردو کا روزانہ اخبار جاری کیا تھا ❖

سُنا ہے۔کہ حضور نظام یروشلم کی اسلامی یونیورسٹی کو چھ لاکھ روپیہ عطا کریں گے ❖

نواب سر ذوالفقار علی خاں جو ایک عرصہ سے بیمار تھے۔شملہ میں انتقال کر گئے ❖

فرید پور میں ہندوؤں اور اچھوتوں کا کرکٹ میچ ہُوا۔اچھوتوں نے ہندوؤں کو ہرا دیا ❖

سونے کی مُورتی

راج کُمار کوسا بڑا سخی رحم دل اور عقل مند تھا۔ اُس کی ان خوبیوں کی وجہ سے راجا اور پرجا سب اُس پر جان چھڑکتے تھے۔ لیکن اُس میں ایک عیب بھی تھا۔ وہ یہ۔ کہ وہ بہت بدصورت تھا۔ جو شخص بھی اُسے پہلی مرتبہ دیکھتا۔ نفرت سے مُنہ پھیر لیتا۔ لیکن دو تین مُلاقاتوں میں جب اُس پر راج کُمار کی نیک دلی اور حلیمی ظاہر ہو جاتی۔ تو وہ راج کُمار سے ایسی محبت کرنے لگتا۔ کہ اُس کی صورت کی اُسے ذرا پروا نہ رہتی۔

کوسا کا بیاہ اب تک نہ ہُوا تھا۔ وجہ یہ کہ وہ اپنی بدصورتی کی وجہ سے شادی کرنا پسند نہ کرتا تھا۔ لوگ بہتیرا سمجھاتے۔ کہ سیرت کے مُقابلے میں صورت کوئی چیز نہیں۔ اگر راج کُمار حسین نہیں۔ تو کیا ہُوا۔ خدا نے اُس کا دل تو خوب صورت بنایا ہے۔ لیکن شہزادہ ایک نہ سُنتا۔ چونکہ راجہ کے اَور کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لئے انہیں کوسا کا بیاہ دیکھنے کی بڑی آرزو تھی۔ اُنہوں نے کئی بار کوسا پر اپنی یہ تمنا ظاہر کی۔ لیکن راج کُمار ہمیشہ انکار کر دیتا رہا۔

اب راجہ کا یہ دستور ہو گیا۔ کہ ہر روز صبح اُٹھ کر کوسا کو منانے جاتے۔ آخر جب کوسا تنگ آ گیا۔ تو اُس نے ایک ترکیب سوچی۔ اور اُسی وقت اُس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ پھر ایک دن وہ راجہ کے پاس گیا۔ اور کہا۔ کہ میں

شادی کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن ایک شرط ہے۔ کہ مجھے ہُوبہُو ایسی دُلہن چاہئے۔ جیسی یہ مُورتی ہے"۔

یہ کہہ کر کوسا نے سونے کی ایک مورتی راجہ کے پیش کی۔ یہ ایک بے حد خوب صورت لڑکی کی مُورتی تھی۔ جس کے لمبے لمبے نرم سُنہرے بال تھے۔ اور رنگ روپ اور حُسن وجمال میں اپنا جواب نہ رکھتی تھی۔ یہ بُت خالص سونے کا بنایا گیا تھا۔ اور کوسا کی کاری گری کا اعلیٰ نمونہ تھا۔

راجہ بڑا فِکرمند ہُوا۔ بیٹے کی بات ماننے کے سوا چارہ نہ رہا۔ ادھر کوسا بے حد خوش تھا۔ کہ روز روز کی مصیبت سے چھٹکارا ملا۔ اُسے پوری اُمید تھی کہ دُنیا بھر میں کوئی لڑکی اس مورتی کے برابر حسین نہ ملے گی۔ کیونکہ وہ تو خیالی تصویر تھی۔

کئی سال تک راجہ کے قاصد اس لڑکی کی تلاش میں دُنیا بھر کا چکّر لگاتے رہے۔ کونا کونا چھان مارا۔ لیکن ایسی لڑکی کہیں نہ ملی۔ جو ملیں۔ اُن میں کسی کا قد چھوٹا تھا۔ کسی کا رنگ سانولا تھا۔ یا خط وخال میں فرق تھا۔ آخر مایوس ہوکر واپس لَوٹے۔ جب اپنا دیس اُن کا چند منزلیں دُور رہ گیا۔ تو رات نے آلیا۔ شہر ماڈا قریب تھا۔ رات بسر کرنے کے لئے اس شہر میں داخل ہوگئے۔ خیال تھا۔ کہ رات سرائے میں بسر کریں گے۔ اور صبح پھر سفر پر چل دیں گے۔ جب سرائے میں پہنچے۔ تو سرائے کے مالک نے ایک کمرہ دے دیا۔ رات کو جب تینوں قاصد سو گئے۔

توسرائے کا مالک آہستہ آہستہ اُن کے کمرے میں داخل ہوا۔ اُس نے ان مسافروں کے پاس ایک گٹھڑی دیکھی تھی۔ جس میں کوئی چمکتی ہوئی چیز بندھی ہوئی تھی۔ اسی کی ٹوہ میں وہ آیا تھا۔ چُپکے چُپکے گٹھڑی کھول ہی رہا تھا۔ کہ ایک قاصد کی آنکھ کُھل گئی۔ دوڑ کر سرائے کے مالک کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اسی گڑبڑ میں دوسرے قاصد بھی جاگ اُٹھے۔ اب سرائے کا مالک بہت شرمندہ ہوا۔ اور معافی مانگنے لگا۔ قاصدوں نے جب سُنا۔ کہ وہ صرف مورتی دیکھنا چاہتا تھا تو اُنھوں نے گٹھڑی کھول دی۔ سرائے کے مالک نے پوچھا "کیا تم یہ راج کماری پدماوتی کی مُورتی راجہ ماڈا کی خدمت میں پیش کرنے آئے ہو؟"

تینوں قاصدوں نے بے اختیار ہو کر کہا۔ "شہزادی پدماوتی؟"

سرائے کا مالک۔ (نزدیک جاکر) ہاں ہاں بالکل وہی ہے۔ وہی ناک نقشہ چہرہ مُہرہ۔

تینوں قاصدوں نے پوچھا "کیا یہ سچ ہے۔ کہ ایسی لڑکی دُنیا میں موجود ہے؟" اور وہ حیرت سے مُنہ کھولے جواب کے لئے سرائے کے مالک کی طرف دیکھنے لگے۔ مالک بھی حیران تھا۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اگر یہ راج کماری کو نہیں جانتے۔ تو اُس کی مورتی ان کے پاس کیسے آئی؟ جب اُس نے ساری کہانی سُنی۔ تو کہا۔ کہ راج کماری پدماوتی ہی وہ لڑکی ہے۔ جس کی تم تلاش کر رہے تھے۔

دوسرے دن صبح کو تینوں قاصد

راجہ ماڈا کے پاس پہنچے۔ اور سارا حال بیان کیا۔ راجہ خوش ہو گیا۔ کیونکہ اُس نے اُکاکا کے راجہ اور اُس کے لڑکے کی بڑی تعریف سُنی تھی۔ اور یہ بھی جانتا تھا۔ کہ اگر میں نے انکار کر دیا۔ تو اُکاکا کا راجہ مجھ سے خفا ہو جائے گا۔ اور شاید لشکر کشی کر بیٹھے۔

راجہ کی آٹھ بیٹیاں تھیں۔ اُس نے آٹھوں راج کماریوں کو بلایا۔ قاصدوں نے دیکھا۔ کہ سب خوب صورت ہیں۔ اور مورتی سے ملتی جلتی ہیں۔ مگر پدماوتی اور مورتی میں بال برابر بھی فرق نہ تھا۔

جب اُکاکا کے راجہ نے یہ خبر سُنی۔ تو بے حد خوش ہوُا۔ اور تینوں قاصدوں کو مالامال کر دیا۔ مگر جس وقت کوسا نے یہ سُنا۔ سر پیٹ کر رہ گیا۔ اُسی وقت باپ کی خدمت میں حاضر ہوُا۔ اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا "میں نے جب یہ وعدہ کیا تھا۔ تو یہ نہ جانتا تھا۔ کہ سچ مچ ایسی لڑکی مل جائے گی۔ خیر اب اگر میرا بیاہ کرنا ہی ہے۔ تو کسی مجھ جیسی بدصورت لڑکی سے کر دیجئے۔ ذرا سوچئے تو۔ اگر میں نے اس کماری سے بیاہ کر بھی لیا۔ تو وہ میری صورت تک دیکھنا گوارا نہ کرے گی۔ اور میرے لئے اس سے مر جانا بہتر ہو گا"۔

لیکن راجہ نے نہ مانا۔ اور کہا۔ اطمینان رکھو۔ میں نے اس کا علاج سوچ لیا ہے۔ جب ہم کماری کو بیاہ کر لائیں گے۔ تو اُس سے کہیں گے۔ کہ ہمارے خاندان کا رواج ہے۔ کہ ایک سال تک دلہن اپنے شوہر کی صورت روشنی میں نہ دیکھے۔ جب

رات کو تمہارے آنے کا وقت ہو۔ تو اُسے چاہیئے۔ کہ کمروں کی روشنی گُل کر دے"۔ کوسا نے درد بھری آواز میں پوچھا"لیکن اس سے کیا فائدہ ہو گا؟ ایک سال بعد وہ مجھ سے ضرور نفرت کرنے لگے گی"۔

راجہ نے کہا"نہیں نہیں کُمار۔ ایک سال بعد وہ تمہاری سیرت سے واقف ہو جائے گی۔ اور صورت کی اتنی پروا نہ کرے گی"۔ مجبوراً کوسا کو ماننا پڑا۔ اور اُس کی شادی بڑی دُھوم دھام سے راج کماری پدماوتی سے رچا دی گئی۔

جب پدماوتی نے اس عجیب رسم کا حال سُنا۔ تو دنگ رہ گئی۔ لیکن رواج کو نبھانا بھی ضروری تھا۔ اب ہر روز رات کو کمار کوسا روشنی گُل ہوتے دیکھ کر پدماوتی کے کمرے میں آتا۔ اور اُسے قسم قسم کی کہانیاں اور قصّے اپنی میٹھی آواز میں سناتا۔ چونکہ اُسے گانے بجانے کا بھی شوق تھا۔ اُس نے جلد ہی شہزادی کا دل موہ لیا۔

شہزادی بڑی خوش تھی۔ اور سمجھتی تھی۔ کہ کوسا جس قدر رحم دل مہربان اور عقل مند ہے۔ اسی قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ وہ خوبصورت بھی ہو گا۔ جب کمار کوسا بین بجاتا۔ تو کماری بے حد خوش ہوتی۔ اور اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُس کی شکل دیکھنا چاہتی۔ جوں جوں پدماوتی کی محبت بڑھتی جاتی۔ کوسا کو دیکھنے کا شوق اُس کے دل میں ترقی کرتا جاتا۔ اُس نے کئی بار کوسا سے اپنا یہ خیال ظاہر کیا۔ کوسا سُن کر دم بخود

رہ جاتا۔ اُس کا سارا جسم پسینے میں تر ہو جاتا۔ آخر وہ بڑی مشکل سے کہتا۔ "پیاری کماری رواج کو توڑنا دیوتاؤں کو ناراض کرنا ہے۔ بہتر ہے۔ ہم ایک سال تک صبر کرلیں۔ وقت جلد گزر جائے گا۔ اب اگر دیکھو گی۔ تو شاید کوئی آفت نازل ہو جائے۔ اور ہمیں بعد میں پچھتانا پڑے"۔

پدماوتی یہ سُن کر خاموش ہو جاتی۔ لیکن اُس کی یہ آرزو بڑھتی ہی جاتی۔ اُس کا دن کا چین اور رات کی نیند حرام ہو گئی۔ دن رات اُسے کوسا کی پیاری صورت کا خیال رہتا۔ سوچتی اس طرح کی ناک ہوگی۔ ایسا رنگ ہو گا۔ ایسے خط و خال ہوں گے۔ اُسے خوب صورتی کا دیوتا سمجھتی۔ اور دل ہی دل میں اُس کی پوجا کرتی۔ لیکن کوسا سے جب کبھی اُس کے حُسن کا ذکر کرتی۔ وہ بات ٹال دیتا"

(باقی پھر)

دولت خانم بنت حاجی عبداللہ مارون

ایم۔ ایل۔ سی۔ کراچی

شیشے کی سڑکیں

مٹی اور کنکر پتھر کی سڑکوں کی ردی حالت دیکھ کر انگلستان والے ایک عرصے سے شیشے کی سڑکیں تیار کرنے کے تجربے کر رہے ہیں۔ اور انہیں اس میں ایک حد تک کامیابی بھی ہوگئی ہے، چنانچہ وہ دن دُور نہیں جب تمام دُنیا میں بلوری سڑکوں کا جال پھیل جائے گا۔

شروع شروع میں تو اس خیال

کا ہر جگہ مذاق اُڑایا جاتا رہا۔ لیکن اب
اس میں کامیابی دیکھ کر تمام یورپ
اور امریکہ والوں کی آنکھیں اس ایجاد
کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ کہ یہ مکمل ہو۔
تو ہم بھی اس سے فائدہ اُٹھائیں ٭
شیشے کی سڑکیں بنانے کا خیال
آج سے چھ سال پہلے لندن کے ایک
نوجوان مسٹر جارج جے رکٹس کو سوجھا۔
اور وہ اس وقت سے لے کر اب تک
مضبوط سے مضبوط شیشے تیار کرنے
میں مصروف ہے۔ اس نوجوان کو
بہت دفعہ ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑا۔ مگر
اس کی ہمت و استقلال میں کچھ فرق
نہ آیا۔ چند ماہ گزرے۔ کہ اسے اپنی
محنتوں کا پھل ایک حد تک مِل گیا۔
یعنی وہ شیشے کی ایسی اینٹ بنانے
میں کامیاب ہو گیا۔ جس پر تیل۔ تیزاب۔
پانی اور گرمی سردی کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔
اور نہ بوجھ کی زیادتی سے یہ اینٹ ٹوٹ
سکتی ہے ٭

تجربے کے طور پر ایک مضبوط نوجوان
کو ایک ساڑھے تین سیر وزنی ہتھوڑا
دے دیا گیا۔ اور وہ گھنٹہ بھر تک لگاتار
اس اینٹ پر ہتھوڑے کی ضربیں
لگاتا رہا۔ مگر اس پر ذرا اثر نہ ہوا۔ آخر
نوجوان نے تھک کر ہتھوڑا پھینک
دیا ٭

شیشے کی یہ خاصیت ہے۔ کہ اسے
جوں جوں پگھلاتے جاؤ۔ وہ چٹان
کی طرح سخت ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جس
شیشے کی یہ اینٹ بنائی گئی۔ اُسے کئی
بار پگھلایا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ
ہتھوڑے کی ضربیں اسے کچھ نقصان
نہ پہنچا سکیں ٭

دُوسرا تجربہ اس بات کے متعلق کیا گیا۔ کہ گرمیوں کی کڑی دھوپ میں شیشے کی یہ اینٹ کہیں پگھل تو نہ جائے گی۔ اس تجربے میں بھی یہ اینٹ بہت کامیاب رہی۔ کیونکہ نازک سے نازک شیشے کے پگھلاؤ کا درجہ بھی ۱۶۰۰ فارن ہائٹ ہے۔ اور لندن میں گرمی کا درجہ زیادہ سے زیادہ ۹۵-۱۰۰ فارن ہائٹ ہوتا ہے۔

اسی طرح تیزاب۔ تیل۔ پٹرول اور پانی وغیرہ کے تجربے کئے گئے۔ اور ان تمام چیزوں کا بھی اس اینٹ پر کچھ اثر نہ ہوا۔

یہ اینٹ پانچ انچ مُربع ہے۔ اور اس کی موٹائی ڈیڑھ انچ ہے۔ اس کے اُوپر کے رُخ پر اس قسم کے نقش اور لکیریں وغیرہ بنی ہوئی ہیں جیسی عام طور پر ہیروں میں ہوتی ہیں۔ اس کے دو فائدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس سے اینٹوں کی خوب صورتی بڑھ جائے گی۔ دوسرے یہ کہ ان لکیروں اور نقش و نگار کے باعث ان پر سے پھسلنے کا کم اندیشہ ہوگا۔

ان اینٹوں کی سب سے بڑی اور حیران کر دینے والی خوبی یہ ہے۔ کہ ان کے بنانے میں بہت کم خرچ آتا ہے۔ یہی وہ خوبی ہے۔ جس کو دیکھ کر خیال ہوتا ہے۔ کہ تھوڑے ہی عرصے میں تمام دُنیا میں ان سڑکوں کا رواج ہو جائے گا۔

لندن میں ہر روز بیسیوں من شیشے کے بے کار ٹکڑے۔ ٹوٹی ہوئی بوتلیں اور شیشیاں ردّی مرتبان اور دوسرے برتن کُوڑے کرکٹ پر پھینکے جاتے

جاتے ہیں۔ یہ سب اینٹیں بنانے
کے کام میں لائے جائیں گے۔ اور
اس طرح ایک اینٹ پر دو پینی سے
زیادہ لاگت نہ آئے گی۔ یوں سمجھنا
چاہئے۔ کہ جن سڑکوں پر لکڑی استعمال
کی گئی ہے۔ ان کی نسبت بہت کم خرچ
ان بلوری سڑکوں پر ہوگا۔ کیونکہ لکڑی
کے ایک ہزار بلاک پر دس پونڈ سے
زیادہ روپیہ صرف ہوتا ہے*

شیشے کی سڑکیں بن جانے سے
آمدورفت میں جس قدر سہولت ہوگی
اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔
سب سے بڑی بات یہ کہ ان سڑکوں
پر کیچڑ نام کو بھی نہ ہوگی۔ نہ گاڑیوں
کے چلنے میں ہچکولے لگیں گے۔ اور
نہ پھسلن ہوگی + علاوہ ازیں ان سڑکوں
کی وجہ سے شہر کی خوب صورتی میں
چار چاند لگ جائیں گے۔ یہی وہ باتیں
ہیں۔ جن کی وجہ سے یورپ اور امریکہ
کے لوگ مسٹر رکٹس کی اس ایجاد کو
ہاتھوں ہاتھ لینے کے لئے تیار ہیں
سب سے پہلے اٹلی نے اپنے ہاں
شیشے کی سڑکیں بنانے پر آمادگی
ظاہر کی ہے۔ چنانچہ مسولینی کے عہد کا
سب سے بڑا انجینئر پیرو پوریسلی اس
مقصد کے لئے مسٹر رکٹس سے بات
چیت کر رہا ہے*

اڈیٹر

بے اجازت چیز اُٹھانا

تین سال ہوئے مجھے ٹائیفائڈ
بخار ہوگیا تھا۔ اُنیس روز کے بعد
جب میں وکٹوریا اسپتال سے اچھا

ہو کر گھر آگیا۔ تو میرے چند دوست ہر روز مجھ سے ملنے آتے تھے۔ وہ ہر روز میری خیریت دریافت کرکے تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھتے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے۔ اور پھر اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے +

میرے کمرے میں بستر کے قریب ایک چھوٹی سی میز تھی۔ جس پر میری دوائیں۔ دودھ۔ مصری۔ پیپرمنٹ اور دانت صاف کرنے کے لئے پھٹکری رکھی رہتی تھی + ایک دن صبح صبح میرے دوست میرے پاس آئے۔ لیکن اُس دن وہ روز کے خلاف جانے کے لئے جلد اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اجازت مانگی + میں اُن کا مطلب نہ سمجھا۔ اور جانے کی اجازت دے دی +

جب وہ لوگ باہر جانے لگے۔ تو میں بھی آہستہ آہستہ چل کر اُنہیں چھوڑنے کے لئے اپنے برآمدے میں آیا۔ وہاں پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہوں وہ سب راستے میں کھڑے کسی چیز کے حصّے بخرے کر رہے ہیں۔ اور بڑا حصّہ لینے کے واسطے آپس میں جھگڑ رہے ہیں + جیسے ہی اُنہوں نے اپنا اپنا حصّہ لے کر مُنہ میں ڈالا۔ لگے تھُو تھُو کرنے اور بُرے بُرے مُنہ بنانے +

جب میں نے یہ تماشہ دیکھا۔ تو سوچنے لگا۔ کہ اُنہوں نے کیا چیز کھا لی۔ جس سے یوں تھُوک رہے ہیں ، آخر بہت دیر کے بعد مجھے معلوم ہُوا۔ کہ وہ میری میز پر سے ایک بڑا پھٹکری کا ٹکڑا مصری سمجھ کر اُٹھا لے گئے تھے۔

اور اسی لئے آپس میں جھگڑ رہے تھے۔
میں بہت ہی ہنسا۔ اور دل میں
کہا۔ کہ سچ ہے۔ بے اجازت کسی
کی چیز اُٹھانا نُقصان سے خالی نہیں۔
محمد نذر اللہ شریف طالب علم بنگلور

تتلی
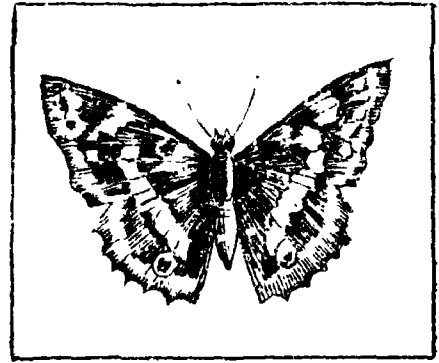
تتلی میری کالی پیلی۔
رنگ رنگیلی چھیل چھبیلی۔
پَر ہے اس کا بَرقی پنکھا۔
ظالم کیا ڈھائے گی لنکا۔
پیٹھ ہے اس کی کیسی مُلائم۔
پیٹ رہا پھر کیونکر قائم!
مُنہ سے اس کو کام نہیں ہے۔
کھانے کا کچھ نام نہیں ہے۔
بے کھائے جیتی ہے وہ
رس پھولوں کا پیتی ہے وہ۔
گُل بوٹا ہے اِس بِن سُونا۔
بن کا رُوپ ہے اِس سے دُونا۔
رنگ اچھوتے ہاتھ سے چھُوٹیں
چھُونے والے کے ہاتھ ہی ٹُوٹیں۔
ممتاز النسا۔ گوندیا (سی۔پی)

مہربانی کا نتیجہ

تم نے کونٹ ٹالسٹائی کا نام سُنا
ہو گا۔ وہ رُوس کے بہت مشہور کتابیں
لکھنے والے تھے۔ اُن کی ایک چھوٹی

لڑکی تھی۔ جب وہ لڑکی دس برس
کی تھی۔ تو ایک روز وہ اپنے مکان
کے سامنے دُوسرے لڑکوں کے
ساتھ کھیل رہی تھی۔ کھیلتے کھیلتے
ان بچّوں میں لڑائی ہو گئی۔ اور ایک لڑکے
نے اُس لڑکی کے ہاتھ پر چھڑی دے ماری
لڑکی روتی ہوئی گھر گئی۔ اور اپنے
باپ سے کہنے لگی" اس بُرے لڑکے
نے میرے ہاتھ میں چوٹ لگائی۔ ابّا
آپ جاکر اُس کو چابک سے ماریں"۔
لڑکی کی یہ بات سُن کر ٹالسٹائی
نے اس کو گود میں اُٹھا لیا۔ اور بہت
پیار سے کہا" بیٹی! اگر میں جاکر اُس
لڑکے کو چابک سے ماروں۔ تو تم کو
کیا فائدہ ہو گا؟ کیا تمہارے ہاتھ کا
درد جاتا رہے گا؟ اس نے تمہیں اس
لئے مارا۔ کہ وہ تم سے ناراض تھا۔ اور
وہ تھوڑی دیر کے لئے تم سے خفا ہو گیا
تھا۔ اگر میں اس کو جاکر ماروں۔ تو وہ
مجھ سے بھی ناراض ہو جائے گا لیکن
اگر ہم کوشش کریں۔ تو شاید وہ ہم کو
پیار کرنے لگے گا۔ بہتر یہ ہے۔ کہ تم
رس بھری کی عمدہ جیلی لے جاکر اُس
کو دو"۔

بچّو! کیا تم بتا سکتے ہو۔ کہ جب اُس
چھوٹی لڑکی نے وہ عمدہ مزے دار
جیلی لے جاکر اُس لڑکے کو دی۔ تو
اس لڑکے نے کیا کیا؟ (خزینۂ جواہر)

حامدہ افروز بسون گڑھی بنگلور

دلچسپ معلومات

انگریزی گز

انگلستان میں اس وقت ناپنے

کے لئے جو گز جاری ہے۔ وہ ہنری شاہ انگلستان کے عہد میں ایجاد ہؤا تھا۔ اس سے پہلے مُلک میں مُختلف لمبائی کے گز استعمال کئے جاتے تھے۔ مگر بادشاہ نے خود اپنے ہاتھ کی لمبائی دے کر جو ۳۲۔ انچ تھی حُکم دیا۔ کہ آیندہ اسی لمبائی کا گز سرکاری گز سمجھا جائے گا۔ اس کے بعد سے دوسرے گز موقوف ہو گئے۔

فصل سُکھانے کی مشین

امریکہ کے ایک سائنس دان نے ایک مشین تیار کی ہے۔ جس کی مدد سے فصل فوراً سُوکھ جاتی ہے۔ تجربے کے طور پر ایک ایکڑ کے برابر فصل کاٹ کر اُس مشین میں سُکھائی گئی۔ تو صرف چھ گھنٹے میں سُوکھ گئی۔ جو اگر معمولی طریقے پر سُکھائی جاتی۔ تو کسی طرح تین دن سے کم میں نہ سُوکھتی۔

چاندی کا تاریخی کُرہ

امریکہ کے ایک عجائب خانے میں بارہ انچ گولائی کا ایک کُرہ ہے۔ جو سارے کا سارا چاندی کا بنا ہؤا ہے۔ اس میں تمام سیّاروں وغیرہ کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ اس کی قیمت ۱۵،۸۰۰۰ ڈالر لگائی گئی ہے۔ یہ کُرہ آج سے چار سَو سال پہلے کا بنا ہؤا ہے۔

برطانیہ نے ۱۹۱۸ء سے لے کر اب تک پچاس کروڑ پونڈ اپنی بڑی بڑی سڑکوں اور پُلوں پر خرچ کئے ہیں۔

لندن کی سڑکوں پر جو حادثے ہر روز ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی

وجہ سے لندن کے ہسپتالوں کو ۱/۲ ۲ لاکھ پونڈ سالانہ خرچ کرنا پڑتا ہے ٭

آصف بنگلور

دُنیا میں سب سے عمدہ جیل خانہ سٹنجی کا ہے۔ اس میں قیدیوں کو ہر قسم کا آرام پہنچایا جاتا ہے۔ ہندوستان اور دوسرے ملکوں کے قید خانوں کی طرح اس کے ارد گرد کوئی دیوار نہیں ہے۔ وہاں مجرموں کو اُن کی پسند کے مطابق کمرے دے دئیے جاتے ہیں۔ اور وہ ان میں اپنی مرضی کے مطابق رہتے سہتے ہیں۔ کھانے پینے کا انتظام بھی بہت اچھا ہے۔ سگرٹ ہر وقت پینے کو دئے جاتے ہیں۔ ان سے نہ تو کوئی کام لیا جاتا ہے اور نہ انہیں خاص قسم کا قیدیوں کا لباس پہننے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ بعض تیوہاروں پر قیدیوں کو اپنے دوستوں کی دعوت کرنے کی بھی اجازت دی جاتی ہے ٭

جنوبی امریکہ میں ایک درخت پایا جاتا ہے۔ جس کی چھال اوڑھنے کے کام آتی ہے۔ یہ بہت نرم اور موٹی ہوتی ہے۔ درخت پر سے چھ سات فٹ لمبی چوڑی چھال آسانی سے اُتاری جاسکتی ہے۔ وہاں کے رہنے والے اُسے پتھر پر رکھ کر خوب کُوٹتے ہیں۔ جس سے اُوپر کا سخت چھلکا اُتر جاتا ہے۔ اور بیچ میں سے ایک موٹا سا کمبل نکل آتا ہے۔ وہاں کے لوگ اُسے کئی کئی سال تک اوڑھتے ہیں ٭

نسیمہ الماس بسون گڑھی

اڈیٹر مولوی سید ممتاز علی مسلم پریس بیرون اکبری دروازہ لاہور میں باہتمام بابو مولاداد پرنٹر چھپا۔ اور سید ممتاز علی مالک و منیجر نے دفتر پھول ریلوے روڈ ...

پھول
چھوٹے بچوں کا دل بہلاؤ
دارالاشاعت پنجاب لاہور

غلام عباس صاحب کی کتابیں

الحمرا کے افسانے

الحمرا کی عمارت ہسپانیہ کے مسلمان بادشاہوں کے زمانۂ اقبال کی مشہور یادگار ہے۔ امریکہ کے مشہور مُصنف واشنگٹن ارونگ نے جب ہسپانیہ کی سیاحت کے دوران میں مسلمانوں کی عظمت کے ان مٹتے ہوئے نقوش کو دیکھا۔ تو وہ بے حد متاثر ہوا۔ اور اس کے قلم سے یہ رنگین افسانے نکلے۔ جو رہتی دُنیا تک زندہ رہیں گے۔ مسٹر غلام عباس نے نہایت سلیقہ اور قابلیت سے ارونگ کی اس مشہور زمانہ تصنیف کو اُردو کا جامہ پہنایا ہے۔ لیکن انداز بیان میں قدیم مشرقی قصہ نویسوں کا اسلوب ملحوظ رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے ترجمہ کی شگفتگی اور روانی اصل سے بڑھ گئی ہے۔ ان افسانوں کو پڑھتے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی ساحر نے جادو کے زور سے ہمیں خوابِ خیال کی اس طلسمی دُنیا میں پہنچا دیا ہے۔ جو ہمیشہ کے لئے الحمرا کے کھنڈروں میں دفن ہو چکی ہے۔ غرناطہ کے بلند کوہستانوں اور سرسبز وادیوں۔ اشبیلیہ کے پُربہار گلستانوں اور شاداب کنجوں اور طلیطلہ کی نشاط انگیز محفلوں اور عشرت گاہوں کا ذکر ایسے دلنشیں انداز میں کیا گیا ہے۔ کہ مسلمان سلاطین کے عہد کامرانی کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ یہ افسانے خاص اہتمام سے چھاپے گئے ہیں۔ سرورق چار رنگ کا ہے آٹھ رنگین تصویریں ہیں۔ جن میں دو تین تین رنگوں کی ہیں۔ اور چھ دو دو رنگوں کی۔ غرض بجا طور پر دعوےٰ کیا جا سکتا ہے۔ کہ آج تک اُردو زبان میں لڑکوں کے لئے کوئی کتاب اس شان اور اہتمام سے شائع نہیں ہوئی۔ خوشی کی تقریبوں پر دوست احباب کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے نہایت اچھا تحفہ ہے۔ قیمت عہ

ثریا کی گڑیا

بچوں کے لئے ایک ناٹک جو گھر پر یا مدرسے میں بڑی آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ ناٹک کی کہانی یہ ہے۔ کہ ثریا نے اپنی بیحد امیر سہیلی جمیلہ کو چائے پر بُلا رکھا ہے۔ اور سوچ رہی ہے۔ کہ وہ آئے گی۔ تو اسے دکھانے کو میرے پاس کوئی بھی اچھا کھلونا نہیں۔ ثریا کا بھائی شوکت اُسے یہ ترکیب بتاتا ہے۔ کہ تم مجھے گڑیا کے طور پر جمیلہ کے سامنے پیش کر دینا۔ ثریا اس کا بھیس بدل کر اُسے گُڈّا سا بنا دیتی ہے۔ شوکت میاں جمیلہ کے سامنے کیا کچھ تماشے کرتے ہیں۔ اُن کا پُرلطف حال کتاب پڑھ کر معلوم کرو۔ بہت آسان۔ دلچسپ اور ہنسانے والا کھیل جس میں ایکٹ کرنے کی بہت گنجائش رکھی گئی ہے۔ ۵؍

جادو کا لفظ یا گستاخ لڑکا

بچوں کے لئے بڑا دلچسپ۔ مزے دار اور سبق آموز ناٹک۔ ایک گستاخ لڑکے کی کہانی جس نے اپنی گستاخی سے ایک جادوگرنی کو ناراض کر دیا۔ اور بڑی مصیبت اُٹھائی۔ اُوپر رنگین اور اندر فوٹو کی تصویریں۔ مدرسوں میں کرنے کیلئے لاجواب تماشہ ۵؍

چاند کی بیٹی اور دوسری جاپانی کہانیاں

یہ کہانیاں ایسی دلفریب ہیں۔ کہ دُنیا کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ کتاب پر ایک خوشنما رنگین تصویر ہے۔ اندر چاند کی بیٹی۔ زبان کٹی بلبل۔ بھوتوں کی ضیافت۔ گیدڑ اور خرگوش۔ راشوموں کا دیو۔ اور سچی خوشی۔ چھ بہت ہی مزے دار کہانیاں ہیں جن میں سے کوئی شاعرانہ کہانی ہے۔ کوئی بہادری کا کارنامہ ہے۔ کوئی مذاقیہ کہانی ہے۔ تو کسی سے کوئی اخلاقی سبق ملتا ہے۔ ۶؍

ملنے کا پتہ:۔ **دفتر اخبار پھول۔ لاہور**

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷

پھول

یعنی

چھوٹے بچّوں کا ہفتہ وار دل بہلاؤ

سال بھر کی قیمت محصول سمیت پانچ روپیہ پیشگی ہے۔

نمبر ۲۳	لاہور ہفتہ ۱۰ جون ۱۹۳۳ء	جلد ۲۵

پھول

لاہور ۱۵ صفر المظفر ۱۳۵۲ھ

فہرست مضامین

چین اور جاپان میں صلح ہوگئی۔ دونو حکومتوں نے صلح نامے پر دستخط کر دئے۔

بادشاہ سلامت کی سال گرہ کی خوشی میں شملہ میں فوجی پریڈ کی گئی۔ اس موقع پر حضور وائسرائے۔ کمانڈر انچیف گورنر پنجاب اور تمام اعلیٰ افسر موجود تھے۔

حضور نظام نے ضلع بیدر میں ایک ہسپتال تیار کرانے کے لئے اکتیس ہزار روپیہ عطا فرمایا ہے۔

ولایت کا ایک ہوا باز ایم ولسن موئٹ ایورسٹ پر برطانی جھنڈا گاڑنے کی نیّت سے ہندوستان آیا ہے۔

پچھلے ہفتے ایک امریکن ہوا باز جیمز میٹرن پونے اُنتیس گھنٹوں میں نیویارک سے ماسکو پہنچا۔

گاندھی جی کی صحت روز بروز اچھی ہو رہی ہے۔ وہ آج کل بکری کا دودھ پھل اور سبزیاں استعمال کر رہے ہیں۔

جاوا کی خبر ہے۔ کہ وہاں ایک عجیب قسم کے طوطے پائے جاتے ہیں۔ جو رات کو ٹانگیں اُوپر اور سر نیچے کر کے سوتے ہیں۔ وہ بھونرے کی طرح پھولوں کا رس چوستے ہیں۔ اور یہی اُن کی خوراک ہے۔

شنگھائی میں ایک شخص نے بے روزگار نوجوانوں کو جمع کر کے کہا۔ کہ اگر تم اپنے سر مُنڈوا دو گے۔ تو میں تمہیں نوکری دلا دوں گا۔ بارہ نوجوان سر مُنڈوانے پر تیار ہو گئے۔ اس شخص نے سر مُنڈوانے کے لئے اُنہیں اپنی جیب سے پیسے دیئے۔ اور کہا۔ کہ کل فُلاں جگہ آنا۔ جب وہ سر مُنڈا کر آئے۔ تو وہاں کوئی بھی موجود نہ تھا۔ بہت دیر تک راہ دیکھنے کے بعد وہ پریشان ہو کر چلے گئے۔ اور پولیس میں رپٹ لکھوا دی۔ آخر وہ شخص گرفتار کر لیا گیا۔ اس نے کہا۔ کہ میں نے تو صرف مذاق کیا تھا۔

پچھلے ہفتے لندن میں پہلا ہندوستانی بولنے والا فلم دکھایا گیا۔

سونے کی مورتی

(پہلے حصّے کے لئے دیکھو صفحہ ۲۹۴)

آخر کُماری سے نہ رہا گیا۔ اُس نے اپنے فکر کا سبب اپنی باندی سے بیان کیا۔ اور اُسے انعام اکرام دے کر راضی کر لیا۔ کہ جب موقع ملے۔ مجھے کوسا کا چہرہ دکھلا دینا۔

شادی کو چار مہینے گزرے تھے۔ کہ کوسا کی سال گرہ کا دن آیا۔ اس خوشی میں ایک بڑا بھاری جلوس نکلنے والا تھا۔ چونکہ پدماوتی کا کمرہ سڑک کی طرف نہ تھا۔ اس نے باندی سے مدد چاہی۔ باندی نے اُسے ایک ایسے کمرے میں پہنچا دیا۔ جس کی کھڑکی سڑک کی طرف تھی۔ راج کُماری اس کمرے میں چھُپ کر بیٹھ رہی۔ اُس کا دل خوشی کے مارے بلّیوں اُچھل رہا تھا۔

اتنے میں باجے کی آواز اور شور سُنائی دیا۔ جلوس آہستہ آہستہ محل کی طرف آ رہا تھا۔ جب وہ قریب پہنچا۔ تو شہزادی نے جُھک کر دیکھا۔ کہ کوسا زرق برق لباس پہنے ایک سفید ہاتھی پر سوار ہے۔ اور اشرفیاں اور پھُول اُس پر نچھاور کئے جا رہے ہیں۔ لیکن اُس کا چہرہ ایک سُنہرے چتر کی اوٹ میں تھا۔ اتنے میں ایک آواز بلند ہوئی۔ "زندہ باد شہزادہ عالی کوسا"۔ چتر سرکا۔ اور اب شہزادے کی صورت صاف دکھائی دینے لگی۔ پدماوتی کا رنگ فق ہو گیا۔ "ہیں! کیا یہ کوسا ہے؟ نہیں نہیں؟ یہ ڈراؤنی صورت میرے کوسا کی نہیں ہو سکتی۔

میری آنکھ نے ضرور دھوکا کھایا ہے" جی کڑا کیا۔ اور ایک دفعہ پھر کھڑکی سے باہر جھانکا + چہرے پر دہشت چھا گئی۔ باندی کو بُلایا۔ اور پوچھا۔ "کیا یہی کوسا کُمار ہے؟"

باندی نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "ہاں"۔

شہزادی کا چہرہ مارے غصّے کے سُرخ ہو گیا۔ وہ روتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف دوڑی۔ اور سامان باندھنے لگی۔ راجہ کو کہلا بھیجا۔ کہ راج کُماری پدماوتی نے کوسا کمار کا چہرہ دیکھ لیا ہے۔ اور اب وہ محل میں نہیں رہنے کی + اُسے جلد اُس کے شہر ماڈا میں پہنچا دیا جائے +

راجہ نے اُسے روکنا چاہا۔ لیکن کوسا نے منع کیا۔ اور کہا۔ "میں اسی دن کے لئے شادی نہ کرتا تھا" + آخر پدماوتی کوسا سے ملے بغیر روانہ ہو گئی + وہ کوسا کی نیک دلی اور شفقت بھول چکی تھی۔ اُسے بس رہ رہ کے کوسا کے ڈراؤنے چہرے کا خیال آتا اور وہ کانپ اُٹھتی +

کوسا شہزادی پدماوتی کے چلے جانے سے بڑا اُداس ہو گیا۔ کیونکہ اُسے پدماوتی سے بڑی محبت ہو گئی تھی + اُس نے اُس کا خیال دل سے نکال دینا چاہا۔ مگر یہ اُس کے بس کی بات نہ تھی + اسی طرح دو تین مہینے گزر گئے + آخر جب شہزادے سے نہ رہا گیا۔ تو وہ پیدل ہی ماڈا کی طرف چل دیا۔ اور بڑی تکلیفیں اُٹھا کر ماڈا پہنچا +

جب رات خاصی بیت گئی۔ تو وہ راجہ کے محل کے نیچے جا کھڑا ہوا۔ اور بین نکال کر ایک درد بھرا گیت بجانے

لگا + جب یہ آواز سونے والوں کے کانوں میں پہنچی۔ تو وہ نیند میں مُسکرانے لگے۔ اُنہوں نے خیال کیا۔ کہ ہم کوئی سُہانا خواب دیکھ رہے ہیں + لیکن جب پدماوتی کے کان میں بین کی آواز پہنچی۔ تو وہ چونک اُٹھی۔ وہ سمجھ گئی کہ کوسا آیا ہے + یکایک اُسے کوسا کی مُحبّت اور شفقت یاد آگئی۔ اور وہ چاہتی تھی۔ کہ کوسا کے پاس جا پہنچے۔ کہ پھر اُسے اُس کی ڈراؤنی صورت یاد آگئی۔ اور وہ رونے لگی +

کوسا واپس چلا گیا۔ اُس نے سمجھا شاید راج کُماری سو رہی ہوگی + چونکہ وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا۔ کہ پدماوتی مجھ سے ملنا پسند بھی کرتی یا نہیں۔ اُس نے کسی کو اپنا نام نہ بتایا۔ اُسے پُوری اُمید تھی۔ کہ اگر میں راجہ کے پاس جاؤں۔ تو وہ ضرور پدماوتی کو زبردستی میرے ساتھ کر دے گا۔ لیکن راج کُماری کو دُکھ پہنچانا اُسے گوارا نہ ہُوا۔ اور اُس نے یہ ارادہ چھوڑ دیا +

کوسا کو پیٹ بھرنا بھی ضروری تھا۔ اس لئے وہ ایک کُمہار کے ہاں کام کرنے لگا + جب کُمہار نے اس کا خوب صورت کام دیکھا۔ تو راجہ کی خدمت میں لے جا کر پیش کیا۔ راجہ بہت خوش ہوا۔ اور چونکہ پدماوتی کو خوب صورت چیزوں کا بڑا شوق تھا۔ اُس نے کوسا کے ہاتھ کے بنے ہوئے برتن راج کُماری کو بھجوا دیئے + راج کماری پہلے تو بہت خوش ہوئی۔ لیکن جب غور سے دیکھا۔ تو ہر ایک برتن پر اپنا نام کھُدا ہُوا پایا + اُسے

یقین ہو گیا۔ کہ یہ کام کوسا کے سوا اَور کسی کا نہیں ہو سکتا۔ اُس نے سب چیزیں توڑ پھوڑ کر کُمہار کو واپس کر دیں +

کوسا بے چارے کا دل ٹوٹ گیا۔ لیکن اُس نے ہمت نہ ہاری۔ اور اب کے محل کے باورچی خانے میں نوکر ہُوا + جب راجہ نے اُس کے ہاتھ کا پکا ہُوا کھانا چکھا۔ تو بہت لذیذ پایا۔ اُسی وقت حُکم دیا۔ کہ یہ باورچی خاص میرا اور میری لڑکیوں کا کھانا پکایا کرے + لیکن پدماوتی نے دیکھ لیا۔ کہ کھانے کی جو طشتری آتی ہے۔ اُس پر کسی نہ کسی طریقے سے میرا نام ہوتا ہے۔ وہ فوراً تاڑ گئی۔ کہ یہ بھی کوسا ہی کا کام ہے۔ اُسی وقت حکم دیا۔ کہ میرے لئے کوئی اَور باورچی کھانا پکایا کرے +

اُس کی بہنوں نے کہا۔ کہ تم دیوانی ہو۔ جو ایسا لذیذ کھانا نہیں کھاتیں۔ آخر کیا سبب ہے؟ لیکن پدماوتی نے اصل بات کسی کو نہیں بتائی +

غریب کوسا کو جب یہ خبر پہنچی۔ تو اس کی رہی سہی اُمیدیں بھی خاک میں مل گئیں۔ وہ واپس جانے کی تیاری کر ہی رہا تھا۔ کہ اُس نے سُنا۔ راجہ ماڈا پر آفت آنے والی ہے۔ سات راجوں نے مل کر اُس کی راج دھانی پر دھاوا بول دیا ہے + یہ ساتوں راجے پدماوتی سے بیاہ کرنے کی تمنا رکھتے تھے۔ لیکن چونکہ پدماوتی کا شوہر زندہ تھا۔ اس لئے راجہ ماڈا نے اُن کی یہ خواہش پوری کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اب ساتوں راجوں نے مل کر فیصلہ کیا تھا۔ کہ پدماوتی کو

اُٹھا لے جائیں - اور پھر ہم میں سے کوئی ایک اُس سے شادی کر لے۔

جب راجہ ماڈا نے یہ سُنا - تو اُکا کا کے راجہ سے مدد مانگنے کا ارادہ کیا - لیکن پھر خیال آیا - کہ کس مُنہ سے یہ درخواست کروں - کیونکہ وہ پدماوتی کے ہاتھوں سخت بے عزّت ہو چکے تھے - آخر سب نے یہ فیصلہ کیا - کہ پدماوتی ہی کو موت کے گھاٹ اُتار دیا جائے - جس سے یہ جھگڑا ختم ہو - ورنہ بہت سے لوگوں کی جانیں ناحق ضائع ہوں گی - اور مُلک کو نقصان پہنچے گا۔

یہ سُن کر کوسا سے رہا نہ گیا - وہ راجہ کی خدمت میں حاضر ہوا - اور کہا - کہ "میں بدنصیب کوسا ہوں - اور شہزادی کو لینے آیا ہوں"۔

راجہ نے کہا "کُمار تم دیر سے آئے - اب تو شہزادی کو قتل کیا جا رہا ہے"۔

لیکن کوسا نہ مانا - اور فوج مانگی - راجہ نے بہتیرا منع کیا - کہ وہ ہم سے سات گُنا زیادہ ہیں - لیکن کوسا نے جواب دیا - کہ میں اکیلا ہی کافی ہوں۔

بہادر کوسا تھوڑے ہی دنوں میں ساتوں راجوں کو قید کر لایا - اور ماڈا کے راجہ کے سامنے لا کھڑا کیا - راجہ نے کہا - کہ "یہ فتح تمہارے سر ہے - تم جو مناسب جانو کرو"۔

چونکہ کوسا نہایت ہی رحم دل تھا - اُس نے راجہ سے درخواست کی - کہ ساتوں کُماریوں کی شادی ان ساتوں راجوں سے کر دی جائے۔ ماڈا کے راجہ نے مان لیا - تو کوسا

نے واپس لوٹنے کی اجازت چاہی۔ راجہ نے بہتیرا کہا۔ کہ پدماوتی کو ساتھ لے جاؤ۔ لیکن اُس نے منظور نہ کیا۔ اور ستانے کے لئے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ وہاں وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں اُس کے قدموں کے پاس کسی کے آہیں بھرنے کی آواز سُنائی دی۔ آنکھ اُٹھا کر دیکھا۔ تو پدماوتی تھی۔ وہ زمین پر بیٹھی زار و قطار رو رہی تھی۔ کو سا گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ اور پدماوتی کو اُٹھا کر پاس بٹھایا۔ کُماری نے معافی کی درخواست کی۔ لیکن کوسا نے کہا۔ "معافی تو مجھے مانگنی چاہیے۔ جس نے تم جیسی حسین شہزادی سے شادی کر کے تمہیں مصیبت میں ڈالا۔ اے کاش میں خوب صورت ہوتا!"

راج کُماری بولی۔ "ایسا نہ کہو۔ اگر تم خوب صورت ہوتے۔ تو شاید مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی۔ جتنی آج ہے۔ میری نظروں میں تم حُسن کے دیوتا ہو"

دولت خانم

بنت حاجی عبداللہ ہارون۔ کراچی

ہم
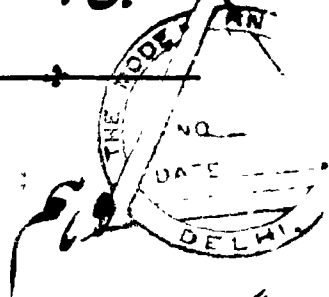
گرمیوں کا موسم تھا۔ شام کا وقت ہم سب صحن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ کسی نے باہر سے ایک پارسل لا کر دیا۔ ہم نے پارسل لے کر دیکھا۔ تو لکھا ہوا تھا۔ "ننھے کے واسطے"۔ سب کو خیال ہوا۔ کہ کسی نے بھائی صاحب کے بچے کے واسطے تحفہ بھیجا ہے۔ جو چار پانچ دن ہوئے پیدا ہوا تھا

میری بہن صاحبہ نے پارسل لے کر کھولنا شروع کیا۔ مگر وہ بہت مضبوطی سے دو سخت گتّوں کے درمیان کپڑے میں سِلا ہوا تھا۔ آخر اُنہوں نے ایک طرف سے کھول کر جلدی سے اندر دیکھا۔ دیکھتے ہی ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ اور گھبرا کر بولیں "اوئی اس میں تو سانپ ہے"۔

سانپ کا نام سُننا تھا۔ کہ سب جمع ہو گئے۔ اور باری باری سے ہر ایک نے بڑی احتیاط سے پارسل کے سوراخ میں سے دیکھنا شروع کیا۔ ہر ایک کو سانپ ہی معلوم ہوا۔ میں نے بھی ڈرتے ڈرتے دیکھا۔ اور کہا۔ کہ "ہاں سانپ ہی تو ہے۔ دیکھو تو اس کا سر بھی دکھائی دیتا ہے"۔

والدہ صاحبہ فرمانے لگیں "دیکھو تو کسی نے کیسی دشمنی کی۔ بچّے کے واسطے سانپ بند کر کے بھیج دیا۔ اللہ یہ کس نے کیا۔ معلوم تو کرو۔ یہ کس نے بھیجا ہے"۔

میں نے دیکھا۔ تو ایک طرف لکھا تھا "چکدرہ سوات"۔ لیکن ساتھ ہی میں نے یہ بھی کہہ دیا۔ کہ سانپ بھیجنے والے نے اپنے پتے کے بجائے یہ پتہ لکھ دیا ہے۔ تا کہ لوگ سمجھیں۔ کہ ہمارے رشتہ دار کا پارسل ہے۔

پارسل کبھی ایک کے ہاتھ میں جاتا۔ کبھی دوسرے کے ہاتھ میں۔ مگر کسی کو کھولنے کی ہمّت نہ ہوتی تھی۔ والد صاحب قبلہ بھی موجود تھے۔ مگر ان کو یقین نہ ہوتا تھا۔ کہ اس میں سانپ ہے۔ انہیں یقین دلانے کو میں نے

پارسل روشنی کے سامنے کیا - اور کہا کہ دیکھیں - یہ سانپ کا کالا سر دکھائی دے رہا ہے ۔

اُنھوں نے مُسکرا کر کہا۔ "تم کھولو شاید کوئی اَور چیز ہو - مگر میں کب اسے کھولتی تھی ۔ کسی نے کہا - بوتل لے کر اس میں پارسل کی یہ کھُلی طرف رکھ دو - سانپ بوتل میں اُتر جائے گا - کسی نے کہا - نہیں پھر بھی خطرہ ہے - یوں کرو - کہ پارسل کو پہلے پتھر سے خوب کُوٹو - جب سانپ مر جائے - تو پھر کھول کر دیکھنا - غرض بہت سی تدبیریں سوچی گئیں ۔ میں نے کہا "پارسل کو اسی طرح رہنے دو - بھائی صاحب آ جائیں - تو ان کے سامنے کھولیں گے" ۔

ہمشیرہ "ق" صاحبہ بہت نڈر واقع ہوئی ہیں - امّی جان اور میں ڈر کے مارے کانپ رہی تھیں - اُنھوں نے پارسل لے کر کھولنا شروع کیا ۔ سب دُور دُور کھڑے ہو گئے - آنکھیں مارے ڈر کے پھٹی پڑ رہی تھیں - کہ بہن صاحبہ نے پارسل ایک دم چاک کر دیا ۔ اللہ میں کیا بتاؤں - کہ کتنا مذاق اُڑا - اور کیسی شرمندگی ہوئی - جب اس میں سے سانپ کے بجائے خوب صورت پہاڑی پرندے کی کلغی چونچ سمیت نکل آئی - جو ہمارے ایک رشتہ دار نے بچّے کی ٹوپی پر لگانے کے لئے بھیجی تھی ۔ کالی کالی چونچ دیکھ کر سب کو سانپ کا گمان ہوا تھا ۔

اب سب ہنسی سے بے تاب ہو رہے تھے - والد صاحب قبلہ نے ہماری

خوب ہنسی اُڑائی۔ اور ہم بھی اپنی بے
وقوفی پر بہت شرمندہ ہوئے۔ وہم
کا نتیجہ اکثر شرمندگی ہوتا ہے۔ مگر کیا
عجب کہ کسی وقت اسی وہم کی بدولت
انسان کسی بڑے خطرے سے بچ
جائے ۔ (تہذیب سے)

حامدہ افروز بسون گڑھی بنگلور

چاکلیٹ کا کُتّا

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کراچی میں
ایک بہت امیر آدمی رہا کرتا تھا۔ اُس
کی ایک ننھی مُنّی اور پیاری بیٹی تھی۔
جسے وہ جان سے زیادہ عزیز رکھتا
تھا۔ طرح طرح کے کھلونے لاکے
دیتا۔ اعلےٰ سے اعلےٰ مٹھائی کھلاتا۔
اس کی بیٹی جس کا نام روزی تھا۔
اُسے بھی اپنے باپ سے بہت محبت
تھی ۔

ایک دفعہ اس کے باپ کو کسی کام
پر دہلی جانا پڑا۔ جب روزی نے یہ
سنا۔ کہ میرا باپ دہلی جا رہا ہے۔ تو
اس کا ننھا سا دل ٹوٹ گیا۔ اور وہ
چُھپ کے بہت روئی۔ آخر وہ وقت
آپہنچا۔ جب اس کے باپ کو دہلی جانا
تھا۔ اس کے دوست اس کو رخصت
کرنے سٹیشن پر آئے۔ تو روزی بھی
ساتھ ہولی۔ جب اس کا باپ گاڑی
میں بیٹھا۔ تو روزی کہنے لگی" ابا جان
میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی"۔

اس نے کہا" بیٹی تم اپنی امّاں
کے پاس ہی رہو۔ کیونکہ وہ اکیلی ہیں"۔
اس کا باپ ابھی اتنا ہی کہنے پایا
تھا۔ کہ گارڈ نے سیٹی دی۔ اور ریل

کراچی اسٹیشن سے روانہ ہوگئی۔ اور روزی رونے لگی۔ آخر کار وہ گھر آئی۔ اور کھانا کھا کے سوگئی۔

ان کے گھر کے پاس سمندر تھا۔ روزی کو جل پریاں دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ اس واسطے وہ کبھی کبھی سمندر کے کنارے جایا کرتی تھی۔

رات کا وقت تھا۔ چاند اپنا جلوہ دکھا رہا تھا۔ اس وقت روزی اپنی امی کے پاس سو رہی تھی۔ یکایک اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس کا دل بہت اداس تھا۔ وہ اٹھی اور منہ ہاتھ دھوکر سمندر کے کنارے پھرنے لگی۔ وہ اسی طرح پھر رہی تھی۔ کہ اسے ایک طرف سے بلبلے اٹھتے دکھائی دیئے۔ حیران ہوکے اس طرف دیکھنے لگی۔ اس نے دیکھا کہ کچھ جل پریاں اس کی طرف آرہی ہیں۔ پہلے تو وہ ڈری۔ مگر پھر شوق سے انہیں دیکھنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد وہ جل پریاں اس کے بہت نزدیک آگئیں۔ اور کہنے لگیں۔ "روزی کیا تم ہمارے ساتھ چلو گی؟ ہمیں معلوم ہے۔ کہ تمہیں جل پریاں دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ آؤ ہم تمہیں سمندر کی سیر کرا لائیں"۔

روزی اُن کے ساتھ ہولی۔ جب وہ سمندر کی تہہ پر پہنچی۔ جہاں اُن کا محل تھا۔ تو وہ بہت حیران ہوئی۔ اُس نے دیکھا۔ کہ محل کے آس پاس بہت سی جل پریاں بیٹھی ہنسی مذاق کی باتیں کر رہی ہیں۔ ایک طرف ایک چھوٹا سا تالاب ہے جس میں فوارے چھوٹ رہے ہیں۔ ایک طرف ایک کوچ پر ملکہ بیٹھی ہوتی ہے

اُس کے اِردگرِد لونڈیاں باندیاں کھڑی ہیں *

جل پریاں روزی کو ملکہ کے پاس لے گئیں۔ ملکہ روزی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ پھر اُس نے اپنا سارا محل باغیچے تالاب وغیرہ اُسے دکھایا، روزی نے کہا۔ اب مجھے گھر بھیج دو۔ اس نے کہا۔ اچھا اور اُسے ایک بہت خوب صورت چاکلیٹ کا کُتا دیا۔ اور کہا "آنکھیں بند کرو" * روزی نے آنکھیں بند کیں۔ جب آنکھیں کھولیں۔ تو اپنے آپ کو سمندر کے کنارے پایا، وہ خوشی خوشی اپنے گھر آگئی۔ اور کُتے کو کھانے لگی، اس کی ماں نے پوچھا "بیٹی کیا کھاتی ہو؟ اُس نے اسے سارا حال کہہ سُنایا، اب جب کبھی روزی کا دل اُداس ہوجاتا ہے تو وہ سمندر

کے کنارے کھڑی ہو جاتی ہے۔ اور جل پریاں اُسے سمندر کی سیر کرا لاتی ہیں ۔

جمیلہ بیگم عمر دس سال
جماعت پنجم لیڈی میکلیگن گرلز سکول لاہور

بندر نے کاٹ کھایا

بعض بچے ایسے شریر ہوتے ہیں۔ کہ ان کی شرارت سے نہ صرف انہیں ہی نقصان ہوتا ہے۔ بلکہ اُن کے ماں باپ کو بھی بہت تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے۔ میں تمہیں ایک شریر لڑکے کا سچا قصہ سناتی ہوں ۔

بہت دنوں کا ذکر ہے۔ ہمارے محلے میں کہیں سے دو بندر آ گئے۔ اور گھروں میں گھس کر چیزوں کو توڑنے پھوڑنے لگے۔ ان بندروں کی وجہ سے محلے بھر میں ایک شور و غل مچا ہوا تھا۔ چھوٹے بڑے سب مل کر انہیں نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ کوئی پتھر پھینکتا کوئی لکڑی سے ڈراتا۔ ایک تو بچوں کا شور و غل۔ دوسرے لوگوں کی بھیڑ۔ تیسرے انہیں طرح طرح سے ستایا جا رہا تھا۔ چنانچہ بندر دیوانے ہو گئے ۔

ان بچوں میں ایک شریر لڑکا بھی تھا۔ اس کو جو شرارت سوجھی۔ ایک بندر کو پکڑ لیا۔ اور اس پر طرح طرح کے ظلم کرنے لگا۔ ہم سب کہہ رہے تھے۔ کہ تم اس بے چارے کو دُکھ نہ دو۔ اسے چھوڑ دو۔ مگر اس شریر پر ہماری بات کا کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ ہنس ہنس کر کہتا۔ "ایسی سزا دوں گا۔ کہ پھر یہاں

آنے کا نام نہ لے گا"۔

اس کی شیخی اللہ میاں کو کب بھلی لگتی تھی۔ دُوسرا بندر جو تھا۔ پیچھے سے اس کی پیٹھ پر چڑھ گیا۔ اور اس کی ٹوپی نیچے پھینک کر دانتوں سے سر نوچنے لگا۔ سر نوچنا تھا۔ کہ شریر لڑکے کی عجب حالت ہوئی۔ لگا ناچنے کُودنے۔ اور بندر کو ہٹانے۔ بندر کو ایسا غصہ آیا۔ کہ اُس کا سر لہولہان کر دیا۔ آخر لڑکا بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ یہ دیکھ کر سب لوگ ڈر گئے۔ بندر کے پاس جا کر اُسے ہٹانے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ اتنے میں کسی نے جا کر اس لڑکے کے ماں باپ کو خبر کر دی۔ وہ بیچارے روتے پیٹتے آئے۔ اپنے لڑکے کو بے ہوش اور خون میں لتھڑا ہوا دیکھ کر تڑپ اُٹھے۔ اسی وقت گاڑی منگا کر لڑکے کو ہسپتال لے گئے۔ جب ڈاکٹر نے دیکھا۔ تو کہا۔ کہ تمہارے لڑکے کو دیوانے بندر نے کاٹ کھایا ہے۔ تم بہت جلد اس کو لے کر نیل گری چلے جاؤ۔ وہاں اس کا اچھا علاج ہو جائے گا۔ نہیں تو دیوانے بندر کے دانت کا زہر چڑھ کر لڑکا دیوانہ ہو جائے گا"۔

ماں باپ یہ سُن کر بہت فکر مند ہوئے۔ لڑکے کو لے کر واپس گھر آئے۔ دوسرے روز صبح کو وہ سب سے مل ملا کر لڑکے کو نیل گری لے گئے۔ وہاں برابر ایک سال تک اس کا علاج ہوتا رہا۔ تب وہ کہیں اچھا ہُوا۔ اور بنگلور واپس آیا۔

پیارے پھول بھائی بہنو! تم نے دیکھا شرارت کا نتیجہ۔ اگر وہ شریر لڑکا

بندر کو نہ ستاتا تو کیوں اس مصیبت میں پڑتا۔ تم ہرگز شرارت نہ کرو۔ اگر تم بے زبان جانوروں پر مہربانی کروگے۔ تو اللہ میاں تم پر خوش ہو کر ان جانوروں کو تم پر مہربان کر دیں گے۔

فائزہ بیگم بسون گڑھی بنگلور

بلند عمارتیں

امریکہ میں زمین کی قیمت بہت بڑھ گئی ہے۔ اس لئے وہاں جو عمارت بنائی جاتی ہے۔ اس میں بہت سی منزلیں رکھی جاتی ہیں۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس میں رہ سکیں۔

وہاں بے شمار ایسی عمارتیں ہیں جن کی چالیس چالیس پچاس پچاس بلکہ ساٹھ ساٹھ منزلیں ہیں۔

لندن میں سب سے اونچی عمارت ایک گرجا گھر کی ہے۔ جس کی بلندی ۳۶۶ فٹ ہے۔ امریکہ کے شہر نیویارک میں بہت سی عمارتیں اس سے بھی زیادہ اونچی ہیں۔ سنگر کمپنی کی عمارت جس کی سلائی کی مشینیں مشہور ہیں ۶۱۲ فٹ بلند ہے۔ اور اس میں ۴۹ منزلیں ہیں۔

ان بلند عمارتوں پر چڑھنے کے لئے بجلی کی کلیں استعمال کی جاتی ہیں جنہیں لفٹ کہتے ہیں۔ ہر منزل میں ٹیلی فون۔ پانی اور روشنی کا عمدہ انتظام ہے۔ اور رہنے والوں کے آرام کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔

نسیمہ الماس بسون گڑھی

ایڈیٹر۔ مولوی سید ممتاز علی۔ مسلم پریس بیرون اکبری دروازہ لاہور میں باہتمام بابو مولا داد پرنٹر چھپا۔ اور سید ممتاز علی مالک و منیجر نے دفتر پھول ۲ ریکورڈ لا

بچوں کے لئے پچیس پچیس کتابوں کے سٹ

بچے لکھی ہوئی کتابیں بچوں اور بچیوں کے لئے بہت محنت اور کوشش سے تیار کی گئی ہیں۔ ساری کہانیاں بیحد دلچسپ اور مفید ہیں۔ حرف موٹے سطریں کھلی کھلی اور عبارت بہت آسان۔ بچوں کی دلچسپی کے لئے کتابوں میں خوشنما تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ کاغذ۔ لکھائی چھپائی عمدہ
دوسرا سٹ آٹھ سے گیارہ سال تک کے بچوں کے لئے قیمت للعہ۔ تیسرا گیارہ سال سے چودہ سال تک کے بچوں کے لئے ؏

دوسرا درجہ

نمبر	نام کتاب	قیمت
۱	بچوں کا انصاف	۳ر
۲	خزانہ کا مالک	۳ر
۳	سچا وعدہ	۳ر
۴	دو بہنیں	۳ر
۵	امیر اور بانس والا	۳ر
۶	عقل مند انگشتانہ	۳ر
۷	روس کا شہنشاہ	۳ر
۸	سفید کبوتر	۳ر
۹	لال بی بی	۳ر
۱۰	بہن کی محبت	۳ر
۱۱	گل بانو	۳ر
۱۲	مینڈک شہزادہ	۳ر
۱۳	عجیب ہنس	۳ر
۱۴	احسان کا بدلہ	۳ر
۱۵	چپ شہزادی	۳ر
۱۶	کبڑا بونا	۳ر
۱۷	فیاض بیگم	۳ر
۱۸	بدمزاج شہزادی	۳ر
۱۹	پتھر کا شیر	۳ر
۲۰	مغرور شہزادی	۳ر
۲۱	نیکی کا پھل	۳ر
۲۲	بدی کا بدلہ	۳ر
۲۳	بلوری جوتا	۳ر
۲۴	نقلی شہزادہ	۳ر
۲۵	ابراہیم ثانی	۳ر

تیسرا درجہ

نمبر	نام کتاب	قیمت
۱	ستارہ کی گڑیا	[illegible]
۲	شہزادہ عزیز	۴ر
۳	پہاڑی ماں کی کہانی	۳ر
۴	دکھ کے بعد سکھ	۳ر
۵	تقدیر اور تدبیر	۳ر
۶	پادری کا دلچسپ قصہ	۳ر
۷	چالاک چور	۳ر
۸	سمندر کی سنہری پری	۳ر
۹	چالاک بلی	۳ر
۱۰	صابر شہزادی	۳ر
۱۱	بقراط اور جالینوس	۳ر
۱۲	ایک سست لڑکا	۴ر
۱۳	فتنہ کی کہانی	۳ر
۱۴	بھول بھلیاں	۴ر
۱۵	جورو مار راجہ	۳ر
۱۶	لوہے کو لوہا کاٹتا ہے	۳ر
۱۷	اپاہج فقیر	۳ر
۱۸	چالاک بھانجا	۳ر
۱۹	سعد اور سعید	۳ر
۲۰	دو بھائی	۶ر
۲۱	شہزادہ جمشید	۳ر
۲۲	جادو کا برج	۳ر
۲۳	جھوٹ موٹ کا بھوت	۲ر
۲۴	عجیب عینک	۳ر
۲۵	کچھو اور مانو	۶ر

ملنے کا پتہ :- دفتر اخبار پھول لاہور۔

پھول
چھوٹے بچوں کا
دارالاشاعت پنجاب لاہور

غلام عباس صاحب کی کتابیں

الحمرا کے افسانے

الحمرا کی عمارت ہسپانیہ کے مسلمان بادشاہوں کے زمانۂ اقبال کی مشہور یادگار ہے۔ امریکہ کے مشہور مُصنّف واشنگٹن ارونگ نے جب ہسپانیہ کی سیاحت کے دوران میں مسلمانوں کی عظمت کے ان مٹے ہوئے نقوش کو دیکھا۔ تو وہ بے حد متاثر ہوا۔ اور اس کے قلم سے یہ رنگین افسانے نکلے۔ جو جتنی دُنیا تک زندہ رہیں گے مسٹر غلام عبّاس نے نہایت سلیقہ اور قابلیّت سے ارونگ کی اس مشہور زمانہ تصنیف کو اُردو کا جامہ پہنایا ہے۔ لیکن انداز بیان میں قدیم مشرقی قصّہ نویسوں کا اسلوب ملحوظ رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے ترجمہ کی شگفتگی اور روانی اصل سے بڑھ گئی ہے۔ ان افسانوں کو پڑھتے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی ساحر نے جادو کے زور سے ہمیں خواب و خیال کی اس طلسمی دُنیا میں پہنچا دیا ہے۔ جو ہمیشہ کے لئے الحمرا کے کھنڈروں میں دفن ہو چکی ہے۔ غرناطہ کے بلند کوہستانوں اور سرسبز وادیوں۔ اشبیلیہ کے پُر بہار گلستانوں اور شاداب کُنجوں اور طلیطلہ کی نشاط انگیز محفلوں اور عشرت گاہوں کا ذکر ایسے دلنشیں انداز میں کیا گیا ہے۔ کہ مسلمان سلاطین کے عہد کامرانی کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ یہ افسانے خاص اہتمام سے چھاپے گئے ہیں۔ سرورق چار رنگ کا ہے آٹھ رنگین تصویریں ہیں۔ جن میں دو تین تین رنگوں کی ہیں۔ اور چھ دو دو رنگوں کی۔ غرض بجا طور پر دعوے کیا جا سکتا ہے۔ کہ آج تک اُردو زبان میں لڑکوں کے لئے کوئی کتاب اس شان اور اہتمام سے شائع نہیں ہوئی۔ خوشی کی تقریبوں پر دوست احباب کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے نہایت اچھا تحفہ ہے۔ قیمت عمار

ثریا کی گڑیا

بچوں کے لئے ایک ناٹک جو گھر پر یا مدرسے میں بڑی آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ ناٹک کی کہانی یہ ہے۔ کہ ثریا نے اپنی بیحد امیر سہیلی جمیلہ کو چائے پر بُلا رکھا ہے۔ اور سوچ رہی ہے۔ کہ وہ آئے گی۔ تو اسے دکھانے کو میرے پاس کوئی بھی اچھا کھلونا نہیں۔ ثریا کا بھائی شوکت اُسے یہ ترکیب بتاتا ہے۔ کہ تم مجھے گڑیا کے طور پر جمیلہ کے سامنے پیش کر دینا۔ ثریا اس کا بھیس بدل کر اُسے گڈا سا بنا دیتی ہے۔ شوکت میاں جمیلہ کے سامنے کیا کچھ تماشے کرتے ہیں۔ اُن کا پُر لطف حال کتاب پڑھ کر معلوم کرو۔ بہت آسان۔ دلچسپ اور ہنسانے والا کھیل جس میں ایکٹ کرنے کی بہت گنجائش رکھی گئی ہے ۵ر

جادو کا لفظ یا گستاخ لڑکا

بچّوں کے لئے بڑا دلچسپ۔ مزے دار اور سبق آموز ناٹک۔ ایک گستاخ لڑکے کی کہانی جس نے اپنی گستاخی سے ایک جادوگرنی کو ناراض کر دیا۔ اور بڑی مصیبت اُٹھائی۔ اُوپر رنگین اور اندر فوٹو کی تصویریں۔ مدرسوں میں کرنے کیلئے لاجواب تماشہ ۵ر

چاند کی بیٹی اور دوسری جاپانی کہانیاں

یہ کہانیاں ایسی دلفریب ہیں۔ کہ دُنیا کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ کتاب پر ایک خوشنما رنگین تصویر ہے۔ اندر چاند کی بیٹی۔ زبان کٹی بُلبل۔ بھوتوں کی ضیافت۔ گیدڑ اور خرگوش۔ راشوموں کا دیو۔ اور سچی خوشی۔ چھ بہت ہی مزے دار کہانیاں ہیں جن میں سے کوئی شاعرانہ کہانی ہے۔ کوئی بہادری کا کارنامہ ہے۔ کوئی مذاقیہ کہانی ہے۔ تو کسی سے کوئی اخلاقی سبق ملتا ہے ۶ر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۷۱

یعنی

چھوٹے بچّوں کا ہفتہ وار دل بہلاؤ

سال بھر کی قیمت محصول سمیت پانچ روپیہ پیشگی ہے

نمبر ۲۴	لاہور ہفتہ ۔ ۱۷ ۔ جون سنہ ۱۹۳۳ء	جلد ۲۵

پھول

لاہور ۔ ۲۲ ۔ صفر المظفر ۱۳۵۲ھ

فہرست مضامین

شاہ نادر خاں کے سوتیلے بھائی سردار محمد عزیز خاں کو جو برلن میں افغانی سفیر تھے ۔ ایک افغان طالب علم نے ریوالور سے ہلاک کر دیا ۔

گاندھی جی کی صحت برت توڑنے کے بعد کچھ دن تک تو بہت ترقّی کرتی رہی ۔ مگر اب اس میں فرق آ رہا ہے ۔ سُنا ہے ۔ کہ دو دن میں آپ

کا وزن دو پونڈ کے قریب کم ہوگیا ٭
پچھلے دنوں لوانائی نامی ایک فقیر نے
افغانستان کے بعض علاقوں میں گڑ
بڑ مچا رکھی تھی۔ سُنا ہے۔ کہ اب
اُسے گرفتار کرکے کابل پہنچا دیا گیا ہے ٭
نیپلز سے خبر آئی ہے۔ کہ اٹلی کا مشہور
جوالا مُکھی پہاڑ ویسیو ویس پھٹ پڑا۔
اس کے دہانے سے آگ کی لپٹیں۔
اور گرم پگھلا ہُوا مادہ نکل رہا ہے۔
آس پاس کے گاؤں والے ڈر کے
مارے اپنے اپنے گھروں کو چھوڑ
کر بھاگ رہے ہیں ٭
گاندھی جی کے بیٹے مسٹر دیوی داس
کی شادی مسٹر راج گوپال اچاریہ کی
بیٹی شریمتی لکشمی سے قرار پائی ہے ٭
سُنا ہے۔ کہ اب کے لندن میں پچھلے
کئی سال کی نسبت زیادہ گرمی پڑ رہی
ہے۔ اکثر لوگ کوٹ اور ٹوپی کے بغیر
بازاروں میں آتے جاتے دکھائی
دیتے ہیں ٭
حکومت فرانس نے ایک حکم جاری
کیا ہے۔ کہ تیرہ برس سے کم عمر کے
بچے ایکٹری کا پیشہ اختیار نہ کریں ٭
ایم وینی زیلاس جو یونان کے وزیر
اعظم رہ چکے تھے۔ اُن پر اور اُن کی
بیوی پر کسی نے ریوالور سے فیر کر دئے ٭
ایم وینی زیلاس تو بچ گئے۔ مگر میڈم
وینی زیلاس سخت زخمی ہوگئیں ٭
بنارس کے قریب پشاور میل ٹرین گزر
رہی تھی۔ کہ ایک پھاٹک پر لاری سامنے
آگئی۔ اُس میں بیس سواریاں تھیں
جن میں سے ۱۸ ہلاک ہوگئیں ٭
مسٹر ایس۔ بی۔ ناگرمل نے لاہور کے چڑیا گھر
کو نیل گائے کا ایک جوڑا عطا کیا ہے ٭

خزانے کا راز

ایک عرصے سے پھول میں کوئی ناول نہ چھپا تھا۔ اکثر بچے اس کے چھاپنے کے لئے ہمیں لکھ چکے تھے۔ آخر ہمارے کہنے پر جناب طاہر غلام ناصر خاں طالب علم گورنمنٹ کالج لاہور نے بچوں کے لئے ایک عمدہ سا ناول چھانٹ کر ترجمہ کر دیا ہے۔ جس کے لئے ہم اُن کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں + یہ ناول غالباً پھول کے چودہ پندرہ نمبروں میں نکلے گا +

اڈیٹر

پہلا باب
سفر

کارل۔ بوب اور میری تینوں بہن بھائی اپنی امّی کے ساتھ لندن میں رہتے تھے + اُن کے اسکول میں چھٹیاں ہو چکی تھیں۔ کہیں باہر جانے کو کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ تینوں بچے دن بھر اُکتائے اُکتائے گھر میں بیٹھے رہتے تھے +

ایک دن تینوں یوں ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ڈاکیہ اُن کی امّی جان کے نام ایک خط لایا + یہ خط اُن کے چچا رچرڈ ٹریمین (ٹریمین خاندان کا نام ہے) نے بھیجا تھا۔ اس میں اُنہوں نے لکھا تھا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کارل بوب اور میری چھٹیاں میرے پاس کارنوال (انگلستان کے ایک علاقے کا نام) میں گزاریں +

خط کا مضمون معلوم ہونے سے تینوں بچوں کے دل باغ باغ ہو گئے۔ ان کا جی بس یہی چاہتا تھا۔ کہ کھڑے

ہو کر ناچنے لگیں۔

ایک بڑی عجیب بات یہ تھی۔ کہ تینوں بچوں نے چچا رچرڈ کو آج تک نہ دیکھا تھا۔ چچا اپنا سارا وقت کتابیں لکھنے میں گزارا کرتے تھے۔ تنہا رہنے کی اُنہیں عادت ہو گئی تھی۔ وہ بہت کم لوگوں سے ملتے جُلتے تھے۔ چنانچہ کارل۔ بوب اور میری کی یہ بڑی خوش قسمتی تھی۔ کہ چچا رچرڈ نے اُنہیں یاد کیا تھا۔

جب تینوں بہن بھائی گھر سے روانہ ہونے لگے۔ تو اُن کی امّی نے اُنہیں بہت سی نصیحتیں کیں۔ اور کہا۔ کہ وہاں جاکر کوئی ایسی بات نہ کر بیٹھنا۔ جس سے چچا رچرڈ ناراض ہو جائیں۔ اُنہوں نے امّی کو یقین دلایا۔ کہ آپ کے حکم پر پُورا پُورا عمل کیا جائے گا۔ اور ٹرین میں سوار ہو کر کارتوال روانہ ہو گئے۔

جب گاڑی چلی۔ تو انجن کے کوئلے کا ایک ریزہ میری کی آنکھ میں۔ جو کھڑکی سے باہر سر نکالے بیٹھی سَیر دیکھ رہی تھی۔ جا پڑا۔ اور پانی بہہ نکلا۔ یہ دیکھ کر بوب نے مذاق کے طور پر کہا۔ "ہیں میری یہ تم روکیوں رہی ہو! یہ بھی کوئی رونے کا موقع ہے؟ کیا امّی بہت یاد آرہی ہیں"؟

میری تنک کر بولی۔ "جی ہاں کہیں روتی ہی نہ ہوں! روئے میری جوتی میں کیوں رونے لگی تھی"!

کارل نے دیکھا۔ کہ بات بڑھنے لگی۔ تو بھائی سے کہا۔ "بوب بھیّا۔ جب دیکھو تمہیں مذاق ہی سُوجھتا ہے موقع محل بھی تو دیکھ لیا کرو"۔ پھر میری

کی طرف دیکھ کر کہا۔" اوہو۔ تمہاری آنکھ تو کبوتر کے خون سے زیادہ سُرخ ہو رہی ہے۔ میں جانوں کوئی کنکر یا کوئلہ پڑ گیا ہے آنکھ میں۔ لاؤ میں آنکھ پر رُومال رکھ کر پھُونک مار دوں"۔

میری نے محبت سے بھائی کی طرف دیکھا۔ اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اُس کا شُکریہ ادا کیا۔

اب تینوں بچّے خاموش بیٹھے اپنے اپنے دل میں سوچ رہے تھے۔ کہ کارنوال پہنچ کر ہم وہاں کی خوب سَیر کریں گے۔ سُنا ہے۔ وہاں غار کثرت سے ہیں۔ اگر یہ سچ ہے۔ تو ان سب کو ایک ہی دفعہ چھان ڈالیں گے۔ شاید کسی غار میں چوروں نے خزانہ چھُپا رکھا ہو۔ اے کاش کوئی خزانہ ہمارے ہاتھ آ جائے۔ پھر تو مزے ہی مزے ہیں۔

غرض ان ہی خیالوں میں تھے۔ کہ کارنوال کا اسٹیشن آ گیا۔ ٹرین ایک جھٹکے کے ساتھ رُک گئی۔ ابھی یہ اُترنے بھی نہ پائے تھے۔ کہ ایک شخص نے اُن کے ڈبّے کی کھڑکی کے اندر سر ڈال کر کہا۔" کیوں صاحب آپ لندن سے آئے ہیں"؟

کارل نے جواب دیا۔" جی ہاں وہیں سے آ رہے ہیں۔ اور چچا رچرڈ کے مکان پر جانا چاہتے ہیں"۔

یہ سُن کر وہ شخص بولا۔" تو پھر آیئے میرے ساتھ۔ مجھے آپ کے چچا ہی نے بھیجا ہے"۔

اسٹیشن کے باہر ایک گھوڑا گاڑی کھڑی تھی۔ اُس شخص نے تینوں کو اس میں بٹھا لیا۔ اور کوچوان کو گاڑی

چلانے کا حکم دیا ۔

جُون کا مہینہ تھا۔ سُورج بڑی آب تاب سے چمک رہا تھا۔ بہت ہی پُر لُطف سماں تھا۔ کارل جو کوچوان کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ بَوب اور میری سے کہنے لگا" کچھ اَور بھی سُنا۔ یہ صاحب (کوچوان کی طرف اِشارہ کرکے) کہتے ہیں۔ کہ چچا رچرڈ کے مکان کے قریب ہی ایک بہت عمدہ جھیل ہے۔ بس پھر تو ہر روز اُس میں نہایا کریں گے۔ اور سُنا اس کے پاس ہی بہت سے غار بھی ہیں۔ اوہو ہو ہو۔ بڑا لُطف رہے گا"۔

تقریباً گھنٹہ بھر کے بعد گاڑی ایک بڑے مکان کے دروازے پر رُکی۔ دروازے کے پاس ایک ادھیڑ عُمر کا آدمی کھڑا تھا۔ جس کے چہرے سے شفقت برستی تھی۔ اس نے باری باری تینوں کو گلے سے لگایا۔ اور پیار کیا۔ بچّے بھی سمجھ گئے۔ کہ چچا رچرڈ یہی ہیں۔ اور اُن سے چمٹ گئے۔

چچا رچرڈ تینوں بچّوں کو گھر میں لے گئے۔ گھر کی خادمہ مسز ٹال نے بچّوں کو اُن کے کمرے بتائے۔ جو اُن کے رہنے کے لئے سجائے گئے تھے۔ میری کا کمرہ علیحدہ تھا۔ اور اس کے برابر بَوب اور کارل کا کمرہ تھا۔ اس کمرے میں نہایت ہی خوب صورت تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ ایک تصویر دو جنگی جہازوں کی تھی۔ جو سمندر میں ایک دوسرے پر گولے پھینک رہے تھے۔ ایک اَور تصویر میں ایک گھنا جنگل دکھایا گیا تھا۔ جس میں سے بہت سے آدمی خچروں کو

لئے جا رہے تھے۔ ان خچروں پر سونے کے ڈلے لدے ہوئے تھے۔

تیسری تصویر میں یہ دکھایا گیا تھا کہ چند ہتھیار بند آدمی دوسری تصویر والے قافلے پر حملہ کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ اَور بھی کئی خوب صورت تصویریں تھیں۔

بوب کی نظر ایک تصویر پر جو پڑی تو اُس نے یکایک چلّا کر کہا۔ "وہ دیکھو سامنے ایک جزیرہ ہے۔ ہم اس کی بھی سَیر کریں گے۔ اور ۔۔۔"

وہ اتنا ہی کہنے پایا تھا۔ کہ چچا رچرڈ آ گئے۔ اُنہوں نے بوب کی بات سُن لی تھی۔ بولے۔ "خوب تو تم نے خاندانی خزانے کے جزیرے کا بھی پتہ لگا لیا۔"

کارل۔ بوب اور میری حیرانی سے ایک دوسرے کا مُنہ دیکھنے لگے۔ بولے۔ "چچا جان۔ کیسا خزانہ؟ کس کا خزانہ؟"

چچا رچرڈ بولے۔ "تو تم اس خزانے کا حال سُننا چاہتے ہو؟"

تینوں کے تینوں ایک دم بول اُٹھے۔ "جی ہاں ضرور سُنایئے۔ ابھی سُنایئے۔"

لیکن چچا نے کہا۔ "پہلے کھانا کھا لو۔ پھر تمہیں اس خزانے کے تمام حالات سُناؤں گا۔" (باقی پھر)

طاہر غلام ناصر خاں
گورنمنٹ کالج۔ لاہور

پوشیدہ خزانے

کچھ عرصہ ہؤا۔ ایک امریکن لڑکی نے جزیرہ بہاماس کے قریب ایک

پُرانے صندوق کا کھوج لگایا۔ جو سیکڑوں برس سے سمندر کی تہہ میں پڑا تھا۔ جب اس صندوق کو نکالا گیا۔ تو اس میں ہسپانیہ کی پُرانے زمانے کی اشرفیاں ملیں۔ جو اُس زمانے کے حساب سے گیارہ ہزار پونڈ کے برابر ہوں گی۔

سچ یہ ہے۔ کہ دُنیا کے مختلف حصّوں میں جا بجا ایسے پوشیدہ خزانے موجود ہیں۔ جن تک انسان کا ہاتھ نہیں پہنچا۔ ۱۹۳۰ء میں مکسیکو کے ایک مزدور کو اِتّفاق سے اسی قِسم کا ایک خزانہ مل گیا تھا۔ وہ بے چارہ کُدال سے زمین کھود رہا تھا۔ کہ مٹّی کے دو بڑے بڑے مرتبان ملے۔ جو اشرفیوں سے لبا لب بھرے ہوئے تھے۔

اس سے تین سال پہلے ایک کسان کو بھی اسی طرح ایک خزانہ ہاتھ آ گیا تھا۔ وہ اپنے کھیت میں ہل چلا رہا تھا۔ کہ ہل کی نوک کسی سخت چیز پر لگی۔ جُھک کر دیکھا۔ تو معلوم ہُوا۔ کہ لکڑی کا ایک صندوق ہے۔ صندوق کو نکال کر کھولا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ اس میں سونے کے سِکّے اور جواہرات جگمگ کر رہے ہیں۔ انہیں نکالا گیا تو معلوم ہوا۔ کہ کم از کم ستّر ہزار پونڈ کا مال ہے۔

ابھی پچھلے دنوں جزیرہ بھاماس کے کنارے ایک مچھیرے کو سونے کی پانچ سلاخیں ملی ہیں۔ جن کی قیمت ہزاروں پونڈ ہوگی۔ کہتے ہیں۔ کہ ہسپانیہ کے آس پاس کے سمندروں خلیج ویگو اور بحرالکاہل میں لاکھوں کروڑوں روپے کا سونا پڑا ہے۔

جن دنوں روما والوں نے یونانیوں

پر حملہ کر کے اُن کے مندروں کو لُوٹا۔ اور وہاں سے سونے اور جواہرات کا بہت بڑا ذخیرہ لے گئے۔ تو اُن کے اکثر جہاز اِن سمندروں میں ڈوب گئے۔ وینس والوں کے بہتیرے جہاز جن پر سونا اور جواہرات لدے تھے۔ ان سمندروں میں تُرکوں کے ہاتھوں غرق ہو گئے۔ خلیج بسکے میں وہ جہاز ڈُوبے جنہیں ہسپانیہ والے امریکہ سے لُوٹ کر لائے تھے۔

دریائے نیل کی لڑائی میں مشہور جہازی کپتان نیلسن نے فرانسیسیوں کا ایک جہاز غرق کیا تھا۔ جس پر چھ لاکھ پونڈ کی قیمت کے جواہرات اور سونا لدا ہُوا تھا۔

یہ تو وہ خزانے ہیں۔ جو سمندر کی تہہ میں پڑے ہیں۔ اب اُس دولت کا حال سنو۔ جو زمین میں دفن ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ جنوبی امریکہ کے ایک مُلک پیرو میں بہت سے خزانے زمین میں دفن ہیں۔ جب یورپ کی قوموں نے اس مُلک پر حملہ کیا۔ تو وہاں کے سرداروں اور شہزادوں نے اپنی ساری دولت زمین میں دفن کر دی تھی۔ وہ تو مر کھپ گئے۔ اور اُن کے بعد کسی کو ان خزانوں کا بھید معلوم نہ ہو سکا۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ کیوبک کے قریب ایک دریا کے کنارے اٹھانوے ہزار پونڈ کی قیمت کا سونا اور جواہرات دفن ہیں۔

رُوس میں اس قسم کے خزانے کثرت سے ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ سائبیریا میں لاکھوں پونڈ کا سونا اور جواہرات دفن ہیں۔ کریملن کے قریب روس

کے مشہور بادشاہ ایوآن کی دولت دفن ہے۔ رُوس کی موجودہ حکومت ان خزانوں کو نکالنے کی تدبیریں کر رہی ہے۔ چنانچہ پچھلے دنوں ایک ہزار آدمیوں کو اس قِسم کے خزانوں کا کھوج لگانے کے لئے مُقرر کیا گیا ہے۔

جزیرہ کوکوس میں بہت بڑا خزانہ دفن ہے۔ چند سال ہوئے۔ کہ ایک باہمت شخص سر میلکم کیمبل نے اس خزانے کا پتہ لگانے کی کوشش کی تھی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ کہتے ہیں۔ کہ یہاں دو خزانے دفن ہیں۔ ان میں سے ایک خزانہ بیس لاکھ پونڈ سے کم کا نہ ہوگا۔ جن دنوں جنوبی امریکہ والوں نے ہسپانیہ کے خلاف بغاوت کی۔ اور اُن کے ایک بڑے علاقے پر حملہ کر دیا۔ تو وہاں کے دولت مند ہسپانوی تاجروں نے حملہ آوروں کے ڈر سے اپنی تمام دولت کپتان تھامسن کے جہاز میں جمع کر دی۔ یہ کپتان اسے جزیرہ کوکوس میں لے آیا۔ اور وہاں اسے دفن کر دیا۔ لیکن موت نے اُسے یہ خزانہ نکالنے یا کسی کو اس کا بھید بتلانے کی مُہلت نہ دی۔ دُوسرا خزانہ ایک مشہور سمندری ڈاکو بینٹو کا ہے۔

اِن ہی دنوں ایک انگریز مسٹر ولکنسن نے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں اُنہوں نے اسی قِسم کے پوشیدہ خزانوں کا ذکر کیا ہے۔ وہ مختلف مُلکوں کے پوشیدہ خزانوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ گو اس زمانے میں بنکوں کا عام رواج ہونے کی وجہ سے زمین میں روپیہ دفن کرنے کا طریق اُٹھ گیا ہے۔ لیکن ایشیائی مُلکوں میں ابھی

تک یہ رواج ایک حد تک موجود ہے۔ چنانچہ چین کے باشندے ہر سال پانچ لاکھ ڈالر کی قیمت کے سونے اور چاندی کے سکے اور جواہرات زمین میں دفن کر دیتے ہیں۔ پچھلے دنوں ولایت میں یہ خیال بھی ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ ہندوستان کے باشندے بھی ہر سال اس طرح بہت سا روپیہ زمین میں دفن کر دیتے ہیں۔

اڈیٹر

پھول

اللہ میاں نے ہمیں جو بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں۔ اُن میں پھول بہت بڑی نعمت ہیں۔ دُنیا میں شاید ہی کوئی ایسا ہو۔ جسے پھول پسند نہ ہوں۔ ہر شخص ان کی قدر کرتا ہے۔

پھول بیاہ شادی میں بہت کام آتے ہیں۔ دُولھا دُلھن کے لئے ان کے سہرے گُوندھے جاتے ہیں۔ ہندو پُوجا پاٹ میں استعمال کرتے ہیں۔ مسلمان اور عیسائی قبروں پر چڑھاتے ہیں۔

پھولوں سے ہر ایک کا دل خوش ہوتا ہے۔ پھولوں کی مہک ہوا میں بس جاتی ہے۔ چنانچہ سجاوٹ اور خوشبو کے لئے ان کے گُلدستے میزوں پر رکھے جاتے ہیں۔ ان کے ہار دوستوں مہمانوں یہاں تک کہ بادشاہوں کو پہنائے جاتے ہیں۔

پھولوں میں گُلاب کا پھول بڑے کام کی چیز ہے۔ اس کا عرق کھینچتا ہے۔ گُل قند بنتا ہے۔ پنکھڑیاں مختلف

دواؤں میں کام آتی ہیں*

بہت سی لڑکیاں پھولوں کے گہنے بناتی ہیں۔ آپ پہنتی ہیں۔ اور اپنی بہنوں اور سکھیوں کو پہناتی ہیں*
انگریز اپنے کوٹ کے بٹن میں سجاوٹ کے لئے پھول لگاتے ہیں۔ میمیں ان سے اپنی ٹوپیاں سجاتی ہیں*

بہت سے لوگ لکڑی اور شیشے کی چیزوں سے اپنے گھر سجاتے ہیں لیکن پھولوں کی اَور ہی بہار ہے*

پھول کے دام کچھ نہیں۔ لیکن دوستوں میں محبت اور پیار کے بڑھانے میں ان سے بڑھ کر اَور کوئی چیز نہیں* مہمان پھولوں کے گلدستے پاکر جس قدر خوش ہوتے ہیں۔ اس قدر قیمتی چیز حاصل کرکے خوش نہیں ہوتے*

لڑکیوں کے لئے پھول لگانا بہت اچھا کام ہے۔ اس سے ایک تو اُن کا دل بہلتا ہے۔ دُوسرے گھر کی سجاوٹ ہوتی ہے۔ اور دیکھنے والے اُن کے سُگھڑاپے کی تعریفیں کرتے ہیں* اور پھر یہ ایسا کام ہے۔ کہ بادشاہ تک اس کے کرنے سے نہیں شرماتے*

اگر تم چاہو۔ تو تھوڑے ہی دنوں میں اپنے گھر کو گلزار بنا سکتی ہو۔ اس کے لئے صرف تھوڑی سی زمین درکار ہے* اگر تم کئی بھائی بہن ہو۔ تو باغ کے ایک تختے میں اپنی اپنی کیاریاں بنا لو۔ اور اپنے ابّا جان یا بھائی جان سے مُختلف پھولوں کے تھوڑے سے بیج منگا لو۔ اور الگ الگ کیاریوں میں بو دو* وہ تمہیں یہ بھی بتا دیں گے۔ کہ بیج کس وقت

اور کس طرح بونے چاہئیں ÷

جب بیج بو چکو ۔ تو ان کی پوری پوری خبر رکھو۔ اور ہر روز بلا ناغہ دیکھتی رہو۔ کہ کب بیج سے کونپل پھوٹتی ہے ۔کب پتیاں نکلتی ہیں۔ کب پھول کھلتے اور کب مرجھاتے ہیں ÷

جب پھول مرجھا جائیں ۔تو اُن کے بیج ہوشیاری سے سنبھال کر رکھو۔ اور اُن کا موسم آنے پر اُن میں سے اچھے اچھے چھانٹ کر پھر بو دو ÷ تمہیں اپنے بوئے ہوئے بیجوں کے پھول دیکھ کر جو خوشی ہو گی۔ وہ کسی اَور چیز سے کبھی نہیں ہو سکتی ÷

باغ بانی سے تمہارے مزاج میں غور۔ صفائی ۔سلیقہ ۔شفقت ۔صبر اور محنت کی عادت پیدا ہو جائے گی ÷

اگر تمہارے پاس اس کام کے لئے زمین نہ ہو تو جاپانی لڑکیوں کی طرح تم بھی گملوں میں پودے لگاؤ پھر دیکھو۔ کہ تمہیں اس کام سے کس قدر خوشی ہوتی ہے ÷

آنسہ فائزہ بیگم بسون گرڈھی بنگلور

بے وقوف پیٹرک

بے وقوف پیٹرک اپنی ماں کے ساتھ ایک چھوٹے سے گھر میں رہتا تھا۔ وہ بہت غریب تھے ۔اُس کی ماں دن بھر چرخا چلاتی ۔تب کہیں شام کو چار پیسوں کا مُنہ دیکھتی ۔بڑی مشکل سے گزر ہوتی تھی۔ مگر پیٹرک کوئی کام نہ کرتا تھا ÷ وہ گرمیوں میں دن بھر درختوں کی چھاؤں میں پڑ رہتا ۔

اور سردیوں میں دھوپ سینکتا۔ یا آگ تاپتا۔ ماں اس کی سُستی سے تنگ آگئی۔ اور آخر ایک دن اُس نے اُس سے کہا۔ "اگر تم اپنی روزی کمانے کے لئے کام نہ کرو گے۔ تو میں گھر سے نکال دوں گی"۔

یہ سُن کر پیٹرک ایک کسان کے پاس گیا۔ اور وہاں کام کرنے لگا۔ کسان نے دن بھر کام لے کر شام کو ایک ٹکا اُس کے ہاتھ میں دے دیا۔ پیٹرک ٹکا لے کر گھر جا رہا تھا۔ کہ راستے میں وہ ہاتھ سے گر کر کہیں کھو گیا۔

جب اس کی ماں پنڈورا کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو وہ پیٹرک پر بہت ناراض ہوئی۔ اور کہنے لگی۔ "ارے بے وقوف تجھے ٹکا جیب میں ڈال کر لانا چاہئے تھا۔ دیکھیو پھر ایسا کبھی نہ کیجیو"۔

دُوسرے دن پیٹرک ایک گوالے کے ہاں گیا۔ اور سارا دن وہاں کام کرتا رہا۔ شام کو گوالے نے اُسے مزدُوری کے بدلے دہی دے دیا۔ پیٹرک کو ماں کی نصیحت یاد آگئی۔ دہی جیب میں ڈال گھر پہنچا۔

ماں نے جب یہ حالت دیکھی۔ تو کہا۔ "لڑکے! تو بڑا ہی بے وقوف ہے۔ جیب کا ستیاناس کر ڈالا۔ ارے بھائی تجھے دہی کسی پتّے پر رکھ کر لانا چاہئے تھا"۔

تیسرے دن پیٹرک ایک نان بائی کے ہاں پہنچا۔ اس نے اُس کے کام کے بدلے تھوڑا سا مکھّن دے دیا۔ پیٹرک ماں کے کہنے کے مطابق مکھّن پتّے پر رکھ کر گھر کو چلا۔ اس وقت

دھوپ تیز تھی۔ سارا مکھّن پگھل گیا۔ ہاتھ میں سے بہنے لگا۔ ماں نے یہ حالت دیکھی۔ تو کہا۔" تو بڑا ہی احمق ہے۔ تجھے چاہیئے تھا۔ کہ مکھّن خوب حفاظت سے لاتے"

اگلے روز پیٹرک ایک شخص کے ہاں کام کرنے گیا۔ جس نے بہت سی بلّیاں پال رکھی تھیں۔ شام کو اس نے پیٹرک کو ایک بلّی دے دی۔ پیٹرک اسے دونوں ہاتھوں سے تھام کر گھر لے چلا۔

گھر پہنچتے پہنچتے بلّی نے اپنے تیز پنجوں اور دانتوں سے اُس کے دونوں ہاتھ لہو لُہان کر دئے۔ ماں نے یہ ماجرا دیکھا۔ تو چلّا کر کہا۔" اُوئی میرے بچّے تیرے ہاتھ زخموں سے لہو لُہاں ہو رہے ہیں۔ تجھے اس مُردار کے گلے میں رسّی ڈال کر اسے کھینچتے ہوئے لانا چاہیئے تھا"۔

اگلے روز پیٹرک ایک قصائی کے ہاں کام کرنے گیا۔ شام کو قصائی نے گوشت کا ایک ٹکڑا دے دیا۔ پیٹرک کے کانوں میں ماں کی نصیحت گونج رہی تھی۔ گوشت کو رسّی سے باندھ دیا۔ اور گھسیٹتا ہوا لے چلا۔ گوشت مٹّی میں بھر کر خراب ہو گیا۔ ماں نے غُصّے سے آنکھیں لال پیلی کر کے کہا۔ "ارے پگلے۔ اسے کندھے پر کیوں نہ اُٹھا کے لایا"۔

اس سے اگلے روز پیٹرک ایک کسان کے ہاں گیا۔ جس نے اُسے ایک گدھے کا بچّہ دے دیا۔ پیٹرک نے اُسے کندھے پر اُٹھا لیا۔ اور گھر کو چل دیا۔

اب سُنو۔ کہ راستے میں ایک امیر آدمی کا گھر تھا۔ اس کی ایک بیٹی تھی۔ ایڈن نام۔ تھی تو خوب صورت۔ مگر جس دن سے پیدا ہوئی تھی۔ گُونگی اور بہری تھی۔ ڈاکٹروں نے کہا تھا۔ کہ اگر یہ کھِل کھلا کر ہنس پڑے۔ تو اس کا گونگا اور بہرا پن جاتا رہے گا ٭

ایڈن اپنے گھر میں کھڑکی کے پاس بیٹھی ہر روز پیٹرک کو گزُرتے دیکھا کرتی۔ اور حیران ہوتی تھی۔ آج جو اُس نے اُسے گدھا کندھے پر اُٹھائے دیکھا۔ تو وہ بے اختیار ہنس پڑی۔ اور اس کے ساتھ ہی اُس کے دو نو مرض جاتے رہے۔ اب وہ بول اور سُن سکتی تھی۔ جب اُس کے باپ کو یہ خبر پہنچی۔ تو وہ بے حد خوش ہُوا۔ اُس نے پیٹرک کو بُلایا۔ اور اسے بہت قیمتی لباس پہنایا۔ اور ایڈن سے اُس کی شادی کر دی ٭

(ترجمہ) مس نجمہ امتیازی رحمت اللہ
گل افشاں لاہور چھاؤنی

فرشتے چاکولیٹ نہ لے جائیں!

ماں (اپنے چھوٹے سے بچّے سے) پیارے جب تم سوتے ہو۔ تو تمہاری حفاظت کے لئے فرشتے آسمان سے آتے ہیں ٭

بچّہ۔ تو امّی جان میز پر جو میرے چاکولیٹ رکھے ہیں۔ اُنہیں لاکر میرے بستر کے نیچے چُھپا دیجئے۔ کہیں وہ نہ لے جائیں ٭

زیب النساء بیگم زیبا

ایڈیٹر مولوی سیّد ممتاز علی مسلم پریس بیرون اکبری دروازہ لاہور میں باہتمام بابو مولاداد پرنٹر چھپا۔ اور سیّد ممتاز علی مالک و منیجر نے دفتر پھول ریلوے روڈ

چھوٹے بچوں کا ماہنامہ

دارالاشاعت پنجاب لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷

یعنی

چھوٹے بچوں کا ہفتہ وار دل بہلاؤ

سال بھر کی قیمت محصول سمیت پانچ روپیہ پیشگی ہے

نمبر ۲۵	لاہور۔ ہفتہ۔ ۲۴۔ جون ۱۹۳۳ء	جلد ۲۵

پھول

لاہور۔ ۲۹۔ صفر المظفر ۱۳۵۲ھ

فہرست مضامین

حکومت فرانس نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ اگر حکومت جرمنی جنگ کا قرضہ ادا کرنے سے انکار کر دے۔ تو فرانسیسی فوجیں فوراً لوہر پر قبضہ کر لیں + یہ علاقہ جرمنی اور فرانس کے درمیان واقع ہے۔ اور یہاں جرمنی کے ہتھیار بنانے کے سیکڑوں کارخانے ہیں +

سُنا ہے۔ کہ امریکہ آیندہ تین سال

میں ۳۲ جنگی جہاز بنائے گا۔ جن پر ۲۳ کروڑ ڈالر خرچ آئیں گے ÷

لیڈی ولنگڈن امپیریل ہوائی جہاز کے ذریعے ولایت روانہ ہوگئیں ÷

سُنا ہے۔ کہ ایک ہندوستانی ہوا باز مسٹر آر۔ این۔ چاولا نے ہوائی جہاز کے ذریعے دُنیا بھر کا چکر لگانے کا ارادہ کیا ہے ÷

پچھلے ہفتے بمبئی کے ایک مسلمان نوجوان مسٹر محمد اسماعیل ہزاروں آدمیوں کے سامنے ۶۱ گھنٹے اور پانچ منٹ تک مُگدر ہلاتے رہے ÷ مُگدروں کا وزن دو پونڈ تھا۔ اور اُنہیں ایک منٹ میں ۶۴ مرتبہ گھمایا جاتا تھا ÷ ان سے پہلے ایک شخص ساٹھ گھنٹے اور چالیس منٹ تک مُگدر ہلا چکا تھا مگر اِنہوں نے اُسے مات کر دیا ÷

آپ اس عرصے میں دودھ۔ نارنگی کا عرق اور چائے پیتے رہے ÷

اِن ہی دنوں انبالہ میں ایک عیسائی عورت مسز ایم جے۔ سیمن نے ۱۰۷ برس کی عُمر میں اِنتقال کیا ہے ÷ کہتے ہیں کہ وہ ہندوستان کی سب سے بوڑھی عورت تھیں ÷

بمبئی میں جگن ناتھ نامی ایک شخص دوا کے دھوکے میں تیزاب پی گیا۔ اُسے ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ جہاں وہ دُوسرے دن صبح کو مر گیا ÷

لائل پور سے ایک عجیب خبر سُننے میں آئی ہے۔ کہ وہاں کسی کا بچّہ مر گیا ÷ ماں باپ رات بھر روتے رہے۔ صبح کو جب اُسے لے جانے لگے۔ تو اُس کا سانس چل رہا تھا ÷ یہ دیکھ کر ماں باپ نے خدا کا شکر ادا کیا ÷

خزانے کا راز

(پہلے حصے کے لئے دیکھو صفحہ ۳۲۱)

دوسرا باب

پوشیدہ خزانے کی کہانی

کھانا چُنا گیا۔ چچا رچرڈ اور تینوں بچے کھانے کی میز کے گرد بیٹھ گئے۔ جب کھانا ختم ہو لیا۔ تو چچا بولے۔ "تو تم ٹریمن کے پوشیدہ خزانے کی کہانی سُننے کے بہت مُشتاق ہو؟"

تینوں بچوں نے ایک ساتھ کہا۔ "جی ہاں"۔

چچا رچرڈ مُسکرائے اور کہنے لگے۔ "یہ ایک بہت بڑا راز ہے۔ اور ہاں یہ بھی سُن لو۔ کہ اگر تم یہ خزانہ دریافت کر لو۔ تو آدھی دولت تمہاری امّی جان کی ہوگی۔ اور وہ آرام سے زندگی گزار سکیں گی"۔

یہ کہتے کہتے چچا رچرڈ کھانسنے لگے۔ جب کھانسی تھمی۔ تو وہ بولے "تین سَو سال سے زیادہ عرصہ ہُوا۔ ہمارے خاندان کے ایک بزرگ تھے۔ جن کا نام سَر جان ٹریمن تھا۔ وہ اِسی مکان میں رہتے تھے۔ جہاں اب میں رہتا ہوں۔ اُن کے دو بیٹے تھے۔ بِل ٹریمن اور نکولس ٹریمن۔ بِل بڑا تھا۔ اور وہی جائداد کا وارث تھا۔ چھوٹے بھائی نکولس کو ملاحی کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ وہ ہمیشہ سمندر میں سفر کرتا رہتا تھا۔

"یہ تو تم جانتے ہی ہو گے۔ کہ ۱۴۹۲ء میں کولمبس نے امریکہ دریافت کیا تھا۔ چونکہ وہ ہسپانیہ کے بادشاہ کی طرف سے وہاں بھیجا گیا تھا۔ اس لئے اس مُلک پر ہسپانیہ کے بادشاہ کا

جھنڈا لہرایا گیا۔ رفتہ رفتہ اسپین والے وہاں آباد ہونے لگے۔ اور اُنھوں نے سارے مُلک پر قبضہ کر لیا۔ اُن کو وہاں سونے کی بہت سی کانیں ملیں۔ چنانچہ وہ سونا جہازوں میں بھر بھر کر اپنے مُلک کو بھیجا کرتے تھے۔

"اُس زمانے میں انگلستان اور اسپین کے ملاحوں میں بہت کٹی چھنی رہتی تھی۔ اسپین والوں کا داؤں چل جاتا۔ تو وہ انگریزوں کے جہاز لُوٹ لیتے۔ اور انگریزوں کو موقع مل جاتا۔ تو وہ اسپین والوں کے جہازوں کو تباہ کر ڈالتے۔ اور اُن کا سونا چھین لیتے۔

"کبھی یوں بھی ہوتا۔ کہ انگلستان کے چند من چلے امیرزادے مل کر ایک جہاز خرید لیتے۔ اور اسے گولہ بارود وغیرہ لڑائی کے سامان سے لیس کر کے نئی دُنیا (امریکہ اُس زمانے میں اسی نام سے مشہور تھا) کی طرف روانہ ہو جاتے۔ وہاں ہسپانیہ والوں سے لڑائیاں لڑتے۔ اور اُن کے خزانوں کو لُوٹ کر جہاز میں بھر لیتے۔ اور پھر واپس انگلستان آجاتے۔

نکولس نے بھی یہی پیشہ اختیار کیا۔ اور دو تین سفروں میں اس قدر دولت جمع کر لی۔ جو عمر بھر کے لئے کافی تھی۔ مگر وہ بڑا من چلا بہادر نوجوان تھا۔ آرام طلبی کی زندگی اُسے ایک آنکھ نہ بھائی۔ چنانچہ اُس نے ایک مرتبہ اَور سمندر کے سفر پر جانے اور اپنی قسمت آزمانے کی ٹھان لی۔ اُس نے ایک عُمدہ جہاز خریدا۔ اس میں بڑی بڑی توپیں لگائیں۔ اور چند بہادر اور مضبوط آدمی چُن لئے۔ اور

جہاز میں سوار ہو کر امریکہ کو چل دیا۔
"چند ہفتوں کے بعد اس کے جہاز نے جس کا نام روز (گلاب) تھا۔ جنوبی امریکہ کے کنارے ایک چھوٹی سی خلیج میں لنگر ڈال دیئے۔
"اس جگہ سے کوئی چالیس پچاس میل کے فاصلے پر ایک مشہور شہر تھا اسپین والے کانوں سے سونا نکال کر اس شہر میں لاتے۔ اور اسے خچروں پر لاد کر سمندر کے ساحل پر بھیج دیتے جہاں سے وہ جہاز کے ذریعے اسپین کو روانہ کیا جاتا تھا۔
"نکولس نے یہ تدبیر سوچی تھی۔ کہ جیسے ہی اسپین والے خچروں پر سونا لاد کر سمندر کے ساحل کی طرف روانہ کریں۔ میں اور میرے ساتھی اُن پہ حملہ کر دیں۔ اور اُن کا سونا چھین کر اپنے جہاز میں بھر لیں۔ اور اپنے ملک انگلستان لے جائیں۔
"لیکن خچر کب روانہ ہونے والے تھے؟ یہ بات نکولس کو معلوم نہ تھی۔ چنانچہ وہ اس کی ٹوہ لینے کے لئے اکیلا ہی اُس شہر کی طرف چل دیا۔ وہ تو اُدھر روانہ ہوا۔ اِدھر اس کے ساتھیوں نے جہاز کو ایک محفوظ مقام میں چھپا دیا۔ اور خود بھی اس میں چھپ کر بیٹھ رہے۔
"نکولس نے اسپین والوں کا لباس پہن رکھا تھا۔ اور وہ اُن کی زبان میں بہت اچھی طرح بات چیت کر سکتا تھا۔ وہ شہر میں پہنچ کر ایک ہوٹل میں ٹھہر گیا۔ اور سُن گُن لینے لگا۔
"تین دن گزر گئے۔ مگر خچروں کے روانہ ہونے کے متعلق اُسے کچھ علم

نہ ہوا۔ چوتھے روز جب وہ ایک بازار سے گزر رہا تھا۔ تو اُس نے ایک خوب صورت نوجوان لڑکی کو دیکھا۔ جو ایک بُڑھیا کے ساتھ اُسی بازار میں چلی جا رہی تھی۔ جب وہ ایک ہوٹل کے سامنے سے گزری۔ تو ہوٹل میں سے تین بدمعاش نکلے۔ اور اسے گھیر کر دِق کرنے لگے۔

"نکولس جس قدر بہادر تھا۔ اُسی قدر نیک دل بھی تھا۔ اُس نے یہ ماجرا جو دیکھا۔ کہ ایک بےکس لڑکی کو تین بدمعاش ستا رہے ہیں۔ تو اُس کا خون کھول اُٹھا۔ وہ یہ بھول گیا۔ کہ میں دشمنوں کے ملک میں ہوں۔ جھپٹ کر آگے بڑھا۔ اور تینوں بدمعاشوں کو گھونسے مار کر زمین پر گرا دیا۔ لیکن وہ فوراً ہی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور تلواریں نکال کر نکولس پر حملہ کر دیا۔

"نکولس بھی تلوار نکال مقابلے پر ڈٹ گیا۔ خوب تلوار چلنے لگی۔ یہ حال دیکھ کر لڑکی اور بڑھیا چیخیں مارنے لگیں۔ ان کی آواز سُن کر ایک مُعزز آدمی اور دو سپاہی مدد کو آ گئے۔ اور پل بھر میں بدمعاشوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔

"اب سنو۔ کہ یہ مُعزز شخص جو نکولس کی مدد کو آیا تھا۔ اُس شہر کا حاکم تھا۔ اور وہ خوب صورت لڑکی اُسی کی بیٹی تھی۔ جو اپنی نوکرانی کے ساتھ کوئی چیز خریدنے کے لئے بازار جا رہی تھی۔ بیٹی کی زبانی نکولس کی بہادری اور نیک دلی کا حال سُن کر حاکم بےحد خوش ہوا۔ وہ اُسی وقت نکولس کو اپنے مکان پر لے آیا۔ ایک نفیس کمرا اُسے

رہنے کو دے دیا۔ اور دل جان سے
اُس کی خاطر تواضع کرنے لگا۔

"اب نکولس کی جان بہت خطرے
میں تھی۔ کیونکہ
اگر کسی کو بھولے
بھی معلوم
ہو جاتا۔ کہ وہ
انگریز ہے۔ تو
اُس کی خیر نہ
تھی۔ وہ وہاں
سے بھاگ کر
بھی نہ جا سکتا
تھا۔ کیونکہ حاکم
اُس سے ایسا
خوش تھا۔ کہ
وہ پل بھر کے لئے بھی اُسے آنکھ
سے اوجھل نہ ہونے دیتا تھا۔ اگر
نکولس کبھی باہر جاتا۔ تو حاکم کے ملازم
اس کی حفاظت کے لئے ساتھ رہتے
تھے۔

"ایک دن
نکولس حاکم کے
باغ میں سیر
کر رہا تھا۔ تو
حاکم کی بیٹی
بھاگی ہوئی
آئی۔ اور اُس
سے کہنے لگی۔
"میں تمہاری
ہی تلاش میں
تھی۔ خدا کے
لئے یہاں سے
جلد بھاگ جاؤ۔ کسی نے ابا جان سے
کہہ دیا ہے۔ کہ تم انگریز ہو۔ لوگ

تمہیں گرفتار کرنے آ رہے ہیں۔ مجھے ڈر ہے۔ تم کہیں مارے نہ جاؤ"۔
(باقی پھر)

طاہر غلام ناصر خاں
گورنمنٹ کالج۔ لاہور

ہر ہٹلر کو تحفے

پچھلے دنوں جرمنی کے چانسلر ہر ہٹلر کی چوالیسویں سال گرہ بڑی دُھوم دھام سے منائی گئی۔ سال گرہ کے دن ہر ہٹلر کو جرمنی کے مختلف شہروں اور قصبوں سے جو تحفے بھیجے گئے۔ اُن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی تھی۔ سال گرہ کے دن دوپہر سے پہلے مُبارک باد کے دو ہزار تار ہر ہٹلر کے پاس پہنچ چکے تھے۔ اور ٹیلی فون کے ذریعے تو اتنے پیغام آئے۔ کہ دن بھر میں ایک پل کے لئے بھی ٹیلی فون کا سلسلہ ٹُوٹنے نہ پایا۔

ہر ہٹلر کو جو تحفے بھیجے گئے۔ اُن میں علاوہ بے شمار قسم کی چیزوں کے قیمتی گلدان۔ قالین۔ تصویریں۔ سلکی کپڑا۔ مُختلف وضع کی گھڑیاں کثرت سے تھیں۔ ڈیڑھ سَو کے قریب صرف ایسے نرم گُدگُدے نکلے تھے۔ جو کرسیوں اور صوفوں پر رکھے جاتے ہیں۔

ایک قابلِ ذکر تُحفہ کیک تھا۔ جس کا وزن ڈھائی من سے زیادہ تھا۔ کتابیں تو اس کثرت سے آئیں۔ کہ اُن سے ایک اچھی خاصی لائبریری تیار ہو سکتی ہے۔

بعض لوگوں نے نہایت اعلیٰ نسل کے کُتّے بھیجے۔ بعض نے

گانے والی چڑیاں اور بعض نے طوطے
ایک صاحب نے ہر ہٹلر کی سواری
کے لئے ایک نہایت اچھی نسل کا گھوڑا
بھیجا۔ جو زین اور لگام سے لیس تھا۔
قسم قسم کی شرابیں۔ مٹھائیاں۔
سگرٹ۔ سگار۔ گوشت اور پھول تو
اس کثرت سے آئے۔ کہ ہر ہٹلر کے
نوکروں کو انہیں ٹھکانے سے رکھنا
دوبھر ہوگیا۔ اور یہ سب تحفے صرف
ایک دن میں ہر ہٹلر کو ملے۔

لیکن چونکہ ہر ہٹلر کو نہ گھوڑے
کی سواری کا شوق ہے۔ نہ اُسے تمباکو
اور شراب نوشی کی عادت ہے۔ اور
نہ مٹھائیوں سے رغبت ہے۔ اس
لئے اُس نے یہ سب چیزیں اپنے
ملک کے مختلف محتاج خانوں میں تقسیم
کرادیں۔

اڈیٹر

اُونٹ کی دشمنی

پالتو جانوروں میں سے کتے سے
زیادہ کوئی بے کینہ اور وفادار نہیں
اور اُونٹ سے زیادہ کوئی کینہ ور
نہیں۔ چنانچہ شتر کا کینہ کہاوت
کے طور پر مشہور ہے۔

اگر اُونٹ کا مالک کسی وقت اُونٹ
کی کسی تکلیف میں اُس کی مدد نہ کرے
مثلاً بوجھ زیادہ ہو۔ تو اُس کو کم نہ کرے
بلکہ اُس کو سزا دے۔ یا سخت بھوک
پیاس کی حالت میں وہ کسی درخت
کے پتے کھانا چاہے۔ یا پانی کے جوہڑ
کی طرف جائے۔ اور مالک اُسے روکے۔
تو ایسی حالت میں اُونٹ مالک کا سخت
دشمن ہو جاتا ہے۔ اور اُس کی یہ دشمنی
بعض وقت کئی سال تک قائم رہتی ہے

اور جب کبھی اُسے موقع ملتا ہے۔ وہ اپنے مالک یا شتربان کو نیچے گرا لیتا۔ اور اپنے گھٹنوں اور چھاتی سے مل مل کر اُس کی ہڈیوں کو سُرمہ کر دیتا ہے*

اُونٹ کے ہاتھوں اکثر آدمیوں کی موت کے واقعات سُنے گئے ہیں۔ چند مہینے ہوئے اسی قسم کا واقعہ اخبار انقلاب میں چھپا تھا۔ جسے یہاں درج کرتا ہوں*

ضلع سرگودھا میں ایک سکھ زمیندار کے پاس ایک اُونٹ تھا۔ ایک دفعہ اُس نے اُونٹ کو کوئی سخت تکلیف پہنچائی۔ چنانچہ اُونٹ کے دل میں اُس کی طرف سے کینہ بیٹھ گیا۔ مالک کو بھی معلوم ہو گیا۔ کہ اُونٹ میری جان کا لاگو ہے۔ چنانچہ جب کبھی وہ باہر چارہ کے لئے جاتا۔ تو خاص محافظ آدمی اپنے ساتھ لے کر جاتا۔ اور اُونٹ کو بدلہ لینے کا موقع نہ دیتا*

ایک دن اتّفاق سے اُس کے ساتھی اُس کے ہمراہ نہ گئے۔ اور اُونٹ کو اپنے دِل کی بھڑاس نکالنے کا موقع مل گیا۔ وہ سکھ زمیندار اُونٹ پر چارہ لاد کر اُس کی پیٹھ پر سوار ہو گیا۔ اور گھر کو روانہ ہوا*

تھوڑی ہی دُور گیا تھا۔ کہ اُونٹ نے ضد کرنی شروع کر دی۔ اور پھر وہ زبردستی مالک کو ایک جنگل کی طرف لے بھاگا۔ مالک نے بہتیرے حیلے کئے۔ لاٹھیوں سے اُسے پیٹا۔ نکیل کھینچی۔ لیکن اُونٹ نے ایک نہ چلنے دی۔ مالک کو معلوم ہو گیا۔ کہ آج میری خیر نہیں۔ اُس نے بہتیرا واویلا مچایا۔ لیکن آس پاس کوئی آدمی نہ

تھا۔کسی نے نہ سُنا۔
کچھ فاصلے پر جاکر اُونٹ نے اُس کی ایک ٹانگ پر کاٹ کھایا لیکن زمیندار نہ گرا۔اور اُس کو برابر مارتا رہا۔ پھر اُونٹ نے اُس کی دوسری ٹانگ پر کاٹا۔تیسری دفعہ اُونٹ نے اس کا بازو مُنہ میں تھام لیا۔اور اُس کو نیچے لِٹا کر گھُٹنوں اور چھاتی سے اِتنا رگڑا۔اور مارا کہ کام ہی تمام کر ڈالا۔
آخر اُس آدمی کا بیٹا دو تین آدمیوں کو ساتھ لے کر کھیت میں پہنچا۔ اور اونٹ کے قدموں کے نشانوں پر چلتا ہُوا اسی جنگل میں پہنچ گیا۔جہاں اُونٹ زمیندار کو موت کے گھاٹ اُتار رہا تھا۔اُونٹ نے زمیندار کے بیٹے اور دوسرے آدمیوں پر بھی حملہ کیا۔مگر گولی مار کر اُس کا کام تمام کر دیا گیا۔ محمد خان ایف اے

ایک خوفناک مکڑی

سیلون اور ہندوستان کے بعض پہاڑوں میں ایسی مکڑیاں پائی جاتی ہیں۔جن کے جالے اس قدر بڑے بڑے ہوتے ہیں۔کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ایک سیّاح نے جو پہاڑی جانوروں کے حالات معلوم کرنے کے لئے ہندوستان کے اکثر پہاڑوں میں پھرتا رہا ہے۔ان مکڑیوں کے عجیب و غریب حالات بیان کئے ہیں۔
وہ کہتا ہے۔کہ بعض مُقاموں پر میں نے ایک اس قسم کی مکڑی دیکھی جو چمکدار اور زرد رنگ کی ہوتی ہے اور ریشم کی طرح نرم۔اُس کے جالے کا تانا بانا دس سے بارہ فُٹ تک لمبا ہوتا ہے۔اتنے بڑے بڑے جالے

شاید تم نے کہیں نہ دیکھے ہوں گے۔
وہ سیّاح لکھتا ہے۔ کہ میں گھوڑے
پر سوار چلا جا رہا تھا۔ کہ میں اور میرا
گھوڑا ہم دونوں مکڑی کے جالے میں
پھنس گئے۔ جالے کے تار اِدھر اُدھر
ہو گئے۔ اور میں مکڑی کے جسم سے
رگڑ کھاتا ہوا گزر گیا۔ جالے پھر اپنی
اپنی جگہ آ ملے۔

وہ بیان کرتا ہے۔ کہ یہ مکڑی ایک
بلا سے کم نہیں ہے۔ اُس کا مُنہ بہت
بڑا تو نہیں ہے۔ مگر چونچ کی طرح لمبا
ہوتا ہے۔ اگر تم اُسے چھیڑو۔ تو وہ کاٹنے
کو دوڑے گی۔ زہریلی تو نہیں ہوتی۔
مگر کاٹتی بہت زور سے ہے۔ یوں
دیکھنے میں یہ مکڑیاں ایک بڑی چمگادڑ
کی طرح ہوتی ہیں۔ اُن کے جالوں
کے تاگے اس قدر مضبوط ہوتے ہیں
کہ وہ اُن سے لٹکتی رہتی ہیں۔ بعض
اوقات درختوں پر سے گرگٹ بھی آ کر
ان میں پھنس جاتے ہیں۔

اس مکڑی کا جسم تقریباً اٹھارہ
انچ لمبا ہوتا ہے۔ اور جب کوئی شکار
اس کے جالے میں آ گرتا ہے۔ تو وہ
اُسے جکڑنے کے لئے جلدی جلدی
اس کے گرد تاگے بُننے لگتی ہے۔ اور
دم بھر میں اُسے بے بس کر دیتی ہے۔
جس وقت وہ کسی جانور کو اس طرح
شکار کر رہی ہو۔ تو اُس وقت اُس
کی سَیر دیکھنا بے حد دلچسپ ہے۔
اُس سیّاح نے بعض جالوں میں
چھوٹی چھوٹی ہڈیاں اور جھلیاں وغیرہ
پڑی ہوئی دیکھیں۔ بلاشبہ یہ ہڈیاں
اُن جانوروں کی ہوں گی۔ جو اِس
خوفناک بلا کے جال میں پھنس گئے

اور جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ‌‌۔

(روزانہ عادل سے)

آنسہ نسیمہ الماس
بسون گڑھی بنگلور

افغانستان میں بچّہ کی پیدائش

ہمارے مُلک ہندوستان کی طرح افغانستان میں بھی جب کسی کے ہاں بچّہ پیدا ہوتا ہے۔ تو بہت خوشی منائی جاتی ہے۔ گاؤں کا ہر ایک شخص اپنی اپنی بندوق کندھے پر رکھ کر بچّے کے گھر کی راہ لیتا ہے۔ اگر لڑکا پیدا ہو۔ تو ہر شخص پندرہ مرتبہ بندوق کی سلامی اُتارتا ہے۔ اور لڑکی پیدا ہو۔ تو صرف پانچ دفعہ۔

اگر بچّے کا باپ گاؤں کا سردار یا کوئی بڑا آدمی ہو۔ اور پھر گاؤں بھی بڑا ہو۔ پھر تو خوشی کی کوئی حد نہیں رہتی۔ دھڑا دھڑ بندوق کی سلامیاں اُتاری جاتی ہیں۔ باجے بجتے ہیں۔ نقاروں پر چوٹ پڑتی ہے۔ گانے بجانے ہوتے ہیں۔ غرض اس قدر شور اور غُل ہوتا ہے۔ کہ کان پڑی آواز سُنائی نہیں دیتی۔

اس غُل غپاڑے کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے۔ کہ اگر بچّہ کے پاس کوئی بھوت پریت ہو۔ تو بھاگ جائے۔ گیہوں اور چاول کے پیالے بھر بھر کر صدقے اور خیرات میں دئے جاتے ہیں۔ تاکہ غریب لوگ بھی اس خوشی میں شریک ہو سکیں۔ اور بچے کی سلامتی کے لئے دُعائیں کریں۔

بچے کو سر سے لے کر پاؤں تک

ایک ریشمی یا سوتی ڈوری سے لپیٹ دیا جاتا ہے۔ یہ ڈوری دو ہفتے تک اُس کے جسم سے لپٹی رہتی ہے۔

افغانستان میں لوگ نظر لگنے سے بہت ڈرتے ہیں۔ بچّے کو جب گھر سے باہر نکالا جاتا ہے۔ تو اُس کے اُوپر ایک نقاب ڈال دیتے ہیں۔ تاکہ فقیروں بیماروں اور بدمعاشوں کی بُری نظر سے محفوظ رہے۔ بچّے کو کسی حالت میں بھی گھر سے باہر کیا کمرے سے باہر بھی نہیں نکالا جاتا۔ کیونکہ یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ باہر جن بھوت پھر رہے ہوں گے۔ خاص کر جمعرات کی رات تو نہایت ہی خطرناک سمجھی جاتی ہے۔

ایک بات یہ بھی ہے۔ کہ بچّہ کی دایہ کو تاروں بھری رات میں کُھلے صحن میں کوئی سفید اناج مثلاً چاول وغیرہ نہیں کھانے دیتے۔

لیکن سب سے زیادہ خطرہ بجلی چمکنے میں خیال کیا جاتا ہے۔ اگر بچّہ اکلوتا ہو۔ تو بجلی کا چمکنا بہت ہی منحوس سمجھا جاتا ہے۔

جب بچّہ آٹھ نو سال کا ہو جاتا ہے تو گاؤں کے مدرسے میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ وہاں وہ قُرآن مجید اور چند اَور کتابیں پڑھتا ہے۔ پھر اُس کا باپ اُسے بندوق کا نشانہ لگانے۔ گھوڑے کی سواری اور تلوار اور ڈھال کے استعمال میں طاق کر دیتا ہے۔

محمد امین دہلوی

ایک کتاب میں ۶۶۵ زبانیں

برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی

نے ایک کتاب چھاپی ہے۔ جس میں دُنیا کی چھ سَو پچپنسٹھ مُختلف زبانوں کے نمونے درج کئے گئے ہیں۔ یہ سب وہ زبانیں ہیں۔ جن میں اس سوسائٹی نے پوری انجیل یا اس کے بعض حصّے ترجمہ کرکے چھاپے ہیں*

اس کتاب کے شروع میں اس سوسائٹی کا بھی کچھ حال درج ہے۔ یہ سوسائٹی سنہ ۱۸۰۴ء میں قائم ہوئی تھی۔ اس کا مقصد انجیل اور عیسائی مذہب کی دُوسری کتابیں چھاپنا اور لوگوں میں تقسیم کرنا ہے۔ دُنیا کے قریب قریب تمام بڑے مُلکوں میں اس سوسائٹی کی شاخیں ہیں۔ سنہ ۱۸۰۴ء سے لے کر سنہ ۱۹۳۳ء تک ایک سَو اٹھائیس سال کی مُدت میں یہ سوسائٹی چوالیس کروڑ کے لگ بھگ کتابیں چھاپ کر دنیا کے مُختلف حصّوں میں تقسیم کر چکی ہے*

تم یہ سُن کر حیران ہوگے۔ کہ دُنیا میں کوئی زبان وحشیوں کی ہو۔ یا شائستہ لوگوں کی۔ ایسی نہیں۔ جس میں اس سوسائٹی نے پُوری انجیل یا اس کے بعض حصّے ترجمہ کرکے نہ چھاپے ہوں*

(سِول اینڈ ملٹری گزٹ سے)

اڈیٹر

لطیفہ

اُستانی۔ لڑکیو۔ تم میں سے کس کس نے سمندر دیکھا ہے؟

ناصرہ اور شکنتلا نے ہاتھ کھڑے کر دئے*

اُستانی۔ ناصرہ تم بتاؤ۔ کہاں دیکھا تھا؟

ناصرہ۔ سینما میں* مس نجمہ امتیاز رحمت اللہ
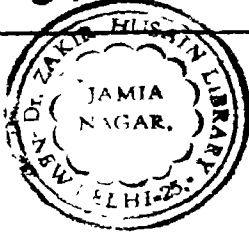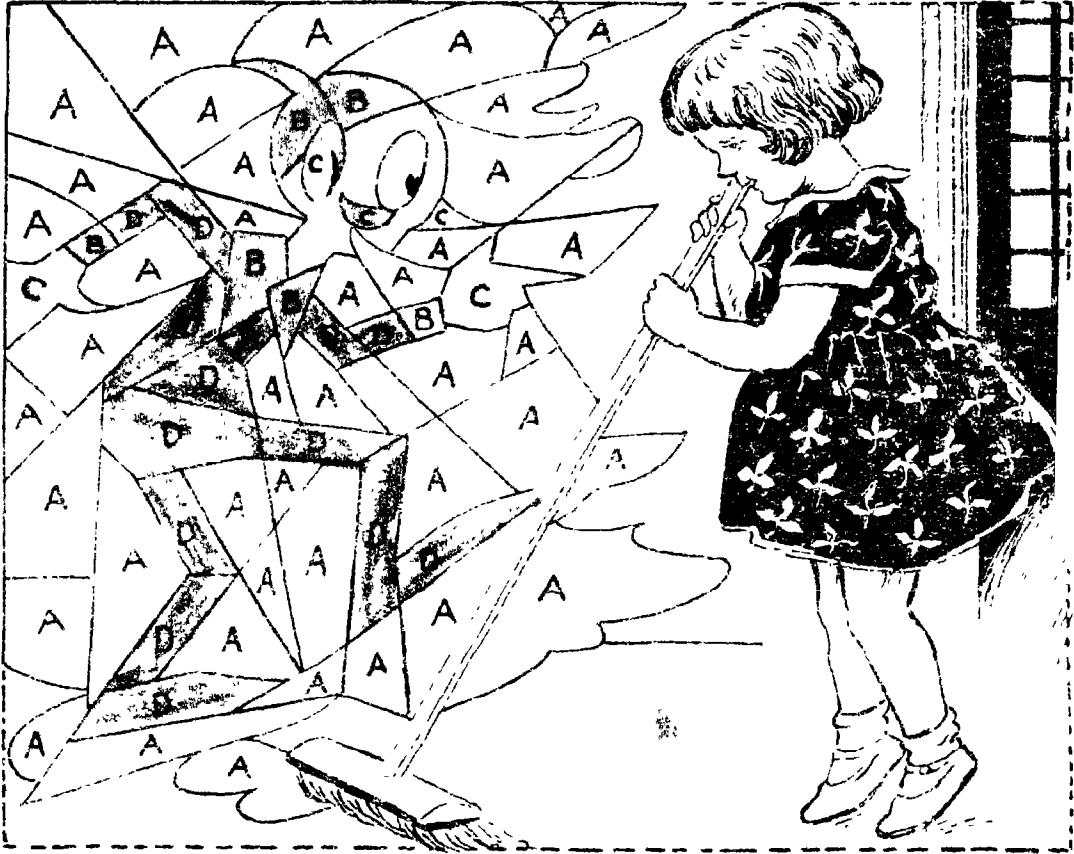
رنگ بھرو

کیا تم بتا سکتے ہو - کہ یہ لڑکی کس چیز کی طرف دیکھ رہی ہے ؟

اگر تم یہ دیکھنا چاہتے ہو - تو تصویر میں جن حصوں میں اے (A) لکھا ہے - اُن میں زرد رنگ - بی (B) والے حصوں میں سُرخ - سی (C) والے حصوں میں گلابی - اور ڈی (D) والے حصوں میں سبز رنگ بھردو ۔

اڈیٹر

پبلشر - مولوی سید ممتاز علی - مسلم پرنٹنگ پریس بیرون لاہوری دروازہ لاہور میں باہتمام بابو محمد اللہ دا پرنٹر چھپا - اور سید ممتاز علی مالک و منیجر نے دفتر پھول ریلوے روڈ لاہور سے شائع کیا